مدینۃ الاولیاء ملتان کے بزرگان دین کی سوانح
اور کرامات کی عدیم المثال کتاب

تذکرہ
اولیائے ملتان

مرتب

سید امتیاز حسین قادری

ناشر

مکتبہ حاجی نیاز احمد

ناشران تاجران کتب

اردو بازار بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 061-4571218,0321-6337672
0321-6359850,0322-7504001

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ____ تذکرہ اولیائے ملتان

مرتب ____ سید امتیاز حسین قادری

تصحیح ____ اعجاز رسول قادری

ناشر ____ بہار سیرانی، یاسر سیرانی

کمپوزر ____ عمران ناصر قادری

قیمت ____ 120 روپے

نوٹ کتاب ہذا کی تصحیح میں پوری کوشش کی گئی ہے۔ پھر بھی کہیں کتابت میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو برائے مہربانی اطلاع دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی تصحیح کردی جائے۔ ادارہ آپ کا ممنون ہوگا۔ (شکریہ)

مکتبہ حاجی نیاز احمد

ناشران تاجران کتب

اردو بازار بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون: 061-4571218,0321-6337672
0321-6359850,0322-7504001

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

پیش لفظ

سید امتیاز حسین شاہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بزرگان سلف کی عظمتوں سے ہمیں ایسے دور میں روشناس کرایا ہے جبکہ دنیا ماضی اور مستقبل دونوں سے بیزار اور خائف ہو کر صرف زمانہ حال کے کرب واندوہ میں گرفتار ہے۔ ماضی کی مثال مینار نور کی سی ہے جس سے اہل علم و دانش رہنمائی حاصل کرتے ہیں لیکن جو جہالت زدہ ذہنوں سے تحریر سرنگونی بن جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے تاریخ انسانی کے طویل و مدید زمانے کی قسم کھا کر ہمیں ایک طرف عوامل و عواقب کے باہمی تعلقات کی طرف متوجہ کیا ہے تو دوسری طرف یہ تلقین کی ہے کہ احترام و تقدیس کے لطیف سے فرق کو ہر وقت ملحوظ رکھا جائے۔ مزارات کی الواح کے نیچے جو عظمتیں واجب احترام اور قابل تقلید ہیں اور ان کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کے ظواہرات کی آرائش و زیبائش کو تقدیس کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ ان ''صورتوں'' کے پیچھے جو معنویت ہے وہ ہم سب کے لئے قابل ستائش و احترام ہے اور یہی وہ جوہر ہے جس کے نشوو ارتقاء کے لئے کون و مکان میں نوع انسانی کی تخلیق عمل میں آئی۔

سید امتیاز حسین شاہ کی کتاب ''تذکرہ اولیائے ملتان'' نہایت محنت اور کاوش سے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں قدیم ترین اکثر بزرگوں کے حالات بھی صرف لوگوں کے حافظے میں محفوظ ہیں۔ امتیاز صاحب نے حتی الامکان ان تمام ذرائع کو کھنگالا ہے جن سے ان بزرگوں کی زندگی کے واقعات پر روشنی پڑ سکتی ہے ملتان کی تاریخ میں

''سوز وساز'' کے واقعات اس کثرت سے رونما ہوتے رہے ہیں کہ مستند تاریخی حوالے محفوظ نہیں رہ سکے۔

یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ملتان کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔

ہیون سانگ مشہور چینی سیاح جو ۶۴۱ء میں آیا۔ اس شہر کا ذکر ''ملی استھان پورہ'' کے نام سے کرتا ہے۔ اس سے گمان پیدا ہوتا ہے کہ شہر وہی ہے جس میں سکندر اعظم مسیح سے کوئی ۳۲۵ سال قبل گزرا ہے۔ کیونکہ یونانی کتابوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس حصہ ملک میں سکندر اعظم کی ملی قوم سے نہایت زبردست معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں خود سکندر بھی ایک مرتبہ بہت بری طرح زخمی ہوا۔ مورخین یونان ان معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے صاف لکھتے ہیں کہ دریائے چناب اور جہلم کے مقام اتصال پر پہنچ کر سکندر اعظم اپنی فوج سمیت ایک ریگستان میں داخل ہوا۔ جہاں ''ملوئی'' یا ''ملی'' قوم نے اس کا زبردست مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور کئی شہر سکندر اعظم کے ہاتھ آئے۔ اندریں حالات شہر ملتان کا قدیم نام ''ملی استھان'' ہونا بعید از قیاس نہیں ہوسکتا۔ البیرونی گیارہویں صدی کا مشہور مورخ بھی ایک کشمیری مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ شہر کا نام ملتانہ تھا۔ سر الیگزنڈر برنز کا قول ہے کہ انہوں نے خود لوگوں کی زبانی اس شہر کا نام ''ملی تھان'' سنا ہے۔

یہ شہر طول بلد ۷۴ اور عرض بلد ۳۱ کے انقطاع پر پنجاب کے پانچ دریاؤں کے سنگم کے قریب دریائے چناب کی موڑ کی گولائی میں واقع ہے۔ اس محل وقوع کی کیفیت اور آب و ہوا کی خاصیت نے عناصر حیات کی تندمندی کی ایسی ضمانت دی کہ اس شہر کو استمرار نصیب ہوگیا۔

ضلع ملتان کے مشرق میں ضلع ساہیوال، شمال میں ضلع جھنگ اور مغرب میں

ضلع مظفر گڑھ واقع ہے جنوب میں ضلع بہاولپور ہے۔ دریائے ستلج اسے بہاولپور سے دریائے چناب ضلع مظفر گڑھ سے علیحدہ کرتا ہے۔

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ سکندر اعظم ۳۲۵ء قبل از مسیح اس علاقے سے گزرا اور ملی یا ملوئی قوم کے بڑے بڑے شہروں کو تخت و تاراج کرتا ہوا نکل گیا۔ ان معرکوں میں ملتان پر بھی اس نے حملہ کیا اور کافی نقصان کے بعد بڑی مشکل سے اس کو فتح کیا۔ اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سکندر اعظم اس مقام پر پہنچا جہاں دریائے چناب دریائے سندھ سے ملتا ہے اور اس علاقے میں فیلقوس نامی جرنیل کو وہ اپنا نائب مقرر کر گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اودیمس نامی ایک سردار نے اس کو قتل کر دیا اور اپنی طاقت شمال مغربی سرحد کی طرف بڑھائی۔ ۳۲۷ء قبل از یں مسیح میں یونانی افواج پر چندر گپت راجہ پاٹلی پتر نے غلبہ پالیا اور دوسری صدی قبل از مسیح یہ خاندان اور راجگان مگدہ دیس تمام شمالی ہندوستان پر قابض رہے۔ اس زمانے میں یونانی خاندان بکٹرین کے بادشاہوں کو اپنے ملک سے نکلنا پڑا اور انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور اس ملک کے مختلف خاندانوں میں سے قبیلہ کوشان خاص طور پر قابل ذکر ہے جو ۳۰ء قبل مسیح سے ۴۷۰ء تک حکمران رہے اور ۴۷۰ء سے ۵۵۰ء تک ایک اور یورپین قوم وائٹ ہنز برسر اقتدار رہی۔ اس کے بعد بکرماجیت نے اس قوم کو شکست دے کر اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ یہ لڑائی کہروڑ اور قلعہ لونی کے درمیان ہوئی تھی۔ لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ آیا یہ مقام ہمارے ضلع کا موجودہ قصبہ کہروڑ پکا ہے یا کوئی اور۔ اس کے بعد تاریخی واقعات کا ذکر عرب مصنفین کے سفر ناموں میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان صوبہ سندھ کا صدر مقام تھا اور یہاں راجہ سہس رائے کی حکومت تھی جس پر تقریباً ۶۳۱ء میں ایک برہمن چچ نامی نے

تصرف کرلیا۔ جس زمانے میں عرب براستہ سندھ ہندوستان میں داخل ہوئے راجہ چچ کی حکومت تھی۔ اس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے خاندان رائے کو شکست دے کر ملتان پر حملہ کیا جہاں سہس رائے کا ایک رشتہ دار ملک بھجرائے بطور نائب حکومت کرتا تھا۔ چچ نے دریائے بیاس کو عبور کر کے بھجرائے کے لڑکے کو قلعہ سکہ پر شکست دی جو ملتان کے مدمقابل دریائے راوی کے کنارے واقع تھا۔ پھر اس نے ملتان کا محاصرہ کیا بھجرائے بہادری سے لڑا لیکن مقابلہ کی تاب نہ لا کر آخر مغلوب ہوا اور چچ کی حکومت قائم ہوگئی، بہرام پور، کہروڑ اور دوسرے شہر اس کے قبضے میں آ گئے اور رفتہ رفتہ کشمیر کی حکومت تک اس کی سلطنت وسیع ہوگئی۔

چچ ۶۷۱ء میں مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی چندر تخت نشین ہوا۔ چندر بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ یہ ۶۷۹ء میں فوت ہوا اور اس کے جانشین کا بیٹا راجہ داہر تخت پر بیٹھا اور گوڑ سنگھ عم زاد گورنر ملتان مقرر ہوا۔

ساتویں صدی عیسوی کے آواخر میں جب نیر اسلام کی ضیا پاشی نہ صرف ملک عرب بلکہ بیرون عرب اقوام مشرق کو منور کر رہی تھی۔ راجہ داہر کا خاندان وادی سندھ اور ملتان پر قبضہ کئے ہوئے تھا۔ عرب تاجروں سے سمندری قزاقوں کی چند جھڑپیں ہوئیں اور عرب جرنیل ابن مہلب انصاری ۴۴ھ میں ملتان تک گھس آیا مگر مستقل قبضہ نہ کر سکا۔ قدرت اس خطہ ارض کو اسلام کے نام لکھ چکی تھی چند سال بعد ایسے ہی قزاقانہ حملہ کے دوران ایک غریب عرب لڑکی نے حجاج بن یوسف گورنر کوفہ کو مدد کے لئے پکارا۔ جب اس کی فریاد حجاج تک پہنچی تو وہ مسند سے اچھل پڑا اور بآواز بلند کہا ''لبیک'' اس وقت اس نے خلیفہ ولید بن عبدالمالک سے اجازت لے کر ایک لشکر اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں کفار سندھ کی سرزنش پر مامور کیا جو ۷۱۱ء (۹۵ء) میں دو ہزار

سوار کئی ہزار پیادہ سپاہ اور ایک منجنیق ''عروسہ'' نامی جس کو پانچ سو جوان چلاتے تھے۔ لشکر کے ہمراہ کی۔

سندھ میں دیبل، نروان اور سیوستان اسکاندہ فتح کرتا ہوا محمد بن قاسم ۷۱۳ء میں ملتان پہنچ گیا اور شہر سے تین میل دور پڑاؤ کیا یہ مقام اب بھی اس کے نام کی وجہ سے قاسم بیلا کہلاتا ہے۔ بلاذری فتوح البدان میں لکھتا ہے کہ محمد بن قاسم نے اپنی مشہور منجنیق عروس دریائے راوی کے شمال میں نصب کر کے گولہ باری کی ان دنوں دریائے راوی شہر کے اردگرد بہتا تھا اور اس کی موجیں لاہوری اور بوہڑ دروازہ کے قدموں میں (جس کی یاد اب بھی بن لوہاراں کا نام اپنی آغوش میں تازہ رکھتا ہے) رقص کرتی تھیں۔ اس لئے وہ جگہ جہاں عروس ٹھہری موجودہ نواں شہر کے قریب تھی۔

حاکم ملتان گوڑ سنگھ عم زاد راجہ داہر کشمیر بھاگ گیا اور ملتان فتح ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے دیپال پور تک پیش قدمی کی اور پیشتر اس کے کہ وہ ہندوستان کی طرف رجوع کرتا کلک تقدیر جنبش میں آئی اور وہ ناگفتی وجوہات کے باعث معزول کر دیا گیا اور ایک حاکم سفلی کے بہیمانہ حکم کی تعمیل میں خود اپنی جان حاکم ازلی کے سپرد کرتے ہوئے اپنی عالی حوصلگی اور عظمت کا نشان اوراق عالم پر ثبت کر گیا۔

محمد بن قاسم نے اپنے ایمانی جہاد سے جس اسلامی پودے کو اس کفر کدہ میں آبیار کیا تھا وہ بارور ہوا اور کفر کدہ سندھ و ملتان میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔ اگرچہ اسلامی فتوحات کا سیلاب سندھ اور ملتان سے آگے نہ بڑھ سکا مگر محمد بن قاسم کی آمد کا یہ اثر ہوا کہ اس علاقے میں اسلام کا پودا پروان چڑھا اور مسلمانوں نے تین سو سال تک ملتان پر حکومت کی۔

آج کا ملتان پندرہ میل کے قطر پر محیط ہے مگر مرکزی شہر ایک ٹیلہ پر واقع

ہے۔ جس کے نیچے صدیوں سے بلکہ قرنوں کی خاک اور راکھ دبی ہوئی ہے پیچ در پیچ گلیوں کے کنارے پست اور بلند مکان جو وقت اور قدرت کے ہاتھوں اجڑتے اور بنتے رہے۔ مگر اپنی انفرادیت نہ کھو سکے۔ اب بھی پرانے قلعہ (قاسم باغ) کے دمدمہ سے دعوت نظارہ دیتے ہیں۔ چشم تصور کو وقت اس کی گود میں چمکتا دکھائی دیتا ہے اور تاریخ اس کے پاؤں میں ابھرتی نظر آتی ہے۔

لاکھوں سال پہلے کی ہیئت کا اندازہ نہیں مگر سب سے پہلے تاریخ نویس چینی سیاح ہیون سانگ نے اسے پانچ میل کے محیط میں پایا۔ اس وقت شہر کے دس دروازے تھے چھ دروازے یعنی پاک دروازہ، دہلی دروازہ، دولت دروازہ، لاہوری دروازہ، بوہڑ دروازہ، حرم دروازہ کے ناموں سے اب بھی موجود ہیں مزید چار دروازے قلعہ کی جانب کھلتے تھے اور دیہہ دروازہ، سکی دروازہ، ہری دروازہ اور مصری دروازہ کے ناموں سے مشہور تھے جو انگریزی عہد میں مسمار کر دیئے گئے۔

اسلامی دور میں تو ملتان "قبتہ الاسلام" کہلاتا رہا ہے۔ غوری افغانوں کی ابتدائی ہلچل میں گردیزی، سیدوں کا ایک خاندان ملتان پہنچتا ہے اور فضیلت مآب حضرت شاہ یوسف گردیزی اسی قافلہ علم وعرفان کے سالار ہیں۔ حضور کی ذات وبرکات ہی موجودہ ملتان کی بنیاد ڈالتی ہے اور انہوں نے اس اجڑی بستی میں اژدہے کا چابک لے کر شیر کی سواری کر کے عوام کو دکھایا کہ جو چیز ہندو مذہب میں ایک بے مثل معجزہ تصور کی جاتی ہے وہ سرور کونین رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔

کچھ عرصہ بعد خوارزم سے آ کر کوٹ کہروڑ میں ایک قریشی خاندان نے سکونت اختیار کی۔ اور اسی خاندان سے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی پیدا ہوئے جو

سرزمین ہندوپاک سلسلہ عالیہ سہروردی کے بانی ہیں۔ آپ کا فیض حضرت صدرالدین عارف اور رکن عالم ابوالفتح بن کر چمکا جس کی تابانی سے کفر کدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ منور ہوگیا۔ اچ شریف کے بخاری سیدوں کے موسس اعلیٰ حضرت جلال الدین میر سرخ بخاری نے بھی اسی چشمہ رحمت سے فیضیاب ہوکر زمانے میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا لازوال نام پایا۔ اسی طرح سندھ کے مایہ ناز صاحب تصرف حضرت لعل شہباز قلندر بھی حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا کے مرید وخلیفہ ہیں سلہٹ شہر میں سنہری گنبد کے نیچے آرام فرمانے والی ہستی کی بارگاہ میں حاضری دی جائے تو وہاں سے نور کی شعائیں اٹھتی ہیں اور ان میں ملتان نظر آتا ہے۔ اسی طرح گجرات کاٹھیاوار کے ہندو مرکز نہلواڑہ میں تبلیغ اسلام کے لئے سب سے پہلے جو فرزند تشریف لائے وہ شیخ حسام الدین ملتانی تھے۔ جنہوں نے رشد وہدایت کا سلسلہ [illegible] سال تک جاری رکھا اور سچ تو یہ ہے کہ جنگلی قبائلی نے بار بار غزنوی اور غوری مجاہدوں سے ٹکر لی تھی وہ اس بے سپاہ جرنیل کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور حضرت شیخ کی ہدایت کی برکت سے وہ خود محافظ اسلام بن گئے۔ اس طرح اسلامی عسکری تنظیم کا مرکز غزنی سے ملتان منتقل ہوگیا۔

پھر سبزوار سے حضرت شمس سبزواری تشریف لائے رشد وعرفان کی مایہ ناز ہستی حضرت سلطان سخی سرور کے والد مکرم حضرت زین العابدین بخارا سے ہجرت فرما کر بستی لاڑ علاقہ ملتان میں بس جاتے ہیں ملتان کے ان شہنشاہوں کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جن کی خاک پا سے فرشتوں کو تابانی ملتی ہے حالانکہ ملتان کے چپہ چپہ پر اہل دل موجود ہیں اسی طرح ترکستان کے شہر اوش سے آئے ہوئے حضرت قطب الدین ملتان میں حضرت زکریا کے مہمان رہ کر دلی جاتے ہیں تو بے مثل مرشد کی عطاء انہیں

خواجہ بختیار کا کی بنا دیتی ہے۔ یہ مضمون نامکمل رہے گا اگر ہم قصبہ کھوتوال ضلع ملتان کے اس بلند اختر مسعود کا ذکر نہ کریں جنہوں نے ملتان میں تعلیم حاصل کی اور پھر حضرت خواجہ کا کی کی نظر کیمیا ساز نے انہیں بھرپور کر دیا اور جو دنیا میں بابا فریدالدین گنج شکر کے مبارک نام سے مشہور ہوئے پنجاب میں آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کی سب سے بابرکت ہستی گزرے ہیں۔

عرفان کے بعد ملتان علم وادب کا بھی گہوارہ رہا ہے۔ قباچہ کا دربار اہل علم کا مرکز تھا، مغلوں کی تاراج اور کھوکھروں کے ظلم کی وجہ سے دنیائے اسلام کے جو قافلے ملتان کے راستے دہلی جاتے تھے۔ ان میں سے اکثر ملتان رہ جاتے تھے۔ فارسی شعراء کا پہلا تذکرہ سعیدالدین محمد عوفی نے ملتان ہی میں لکھا یہیں سندھ کی پہلی مستند تاریخ چچ نامہ قدیم عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوئی۔ اسی ملتان میں حضرت امیر خسرو پانچ سال تک شہزادہ محمد کے دربار سے منسلک رہے مشہور فارسی شاعر عراقی جب تزکیہ نفس کے لئے ملتان آئے تو خانقاہ حضرت زکریا پر چلہ کشی شروع کی تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور انہوں نے فارسی زبان کی لازوال غزل کہی جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

نخستین بادہ کاندر جام کروند
ز چشم مست ساقی دام کروند

اسی طرح جب مولانا جامی اپنی صفائی باطن کے امتحان میں کامیاب ہوکر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک سے سرفراز ہوئے تو انہوں نے قلعہ ملتان پر حضرت زکریا کے قدموں میں کھڑے ہوکر اپنی شہرہ آفاق التجا لکھی۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
زا حوالہ محمد را خبر کن

بہ برایں جان مشاقم باں جا
فدائے روضہ خیر البشر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
زروئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بارد گر کن

سیاسی لحاظ سے ملتان کو تین مسلمان فرمانرواؤں کی جائے پیدائش ہونے کا شرف حاصل ہے اور یہ شرف ہندوستان کے کسی دوسرے شہر کو حاصل نہیں۔

محمد تغلق محلّہ کوٹلہ تغلق خان میں پیدا ہوئے۔ بہلول لودھی نے محلّہ قاضیانوالہ پاک گیٹ میں آنکھیں کھولیں اور اسلامی عسکریت کی داستان کا آخری مجاہد فرمانروا احمد شاہ ابدالی نواں شہر کے قریب ایک سڑک کے کنارے ابدالی روڈ پر پیدا ہوا اور جائے پیدائش پر محراب نما یادگار اب تک قائم ہے اور یہ ملتان ہی ہے جہاں رنجیت سنگھ کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے ۷۳ سالہ صوبہ ملتان کا آخری والی سلطان حاجی نواب مظفر خان اپنے آٹھ بیٹوں کے ساتھ مل کر شمشیر بکف میدان میں آیا اور میدان جنگ میں ہی شہید ہوا۔ ملتان اس مرد مجاہد پر نازاں ہے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا

۵۶۰.............................۶۶۱ھ

خاندان: حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ العزیز کے جد بزرگوار حضرت کمال الدین علی شاہ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ فرشتہ تذکرہ اولیاء ہند کے حوالہ سے رقم طراز ہے کہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے جدامجد حضرت کمال الدین شاہ قریشی مکہ معظّمہ سے خوارزم آئے اور وہاں سے آ کر ملتان میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں ان کے فرزند مولانا وجیہہ الدین محمد تولد ہوئے۔ جن کی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی لڑکی سے ہوئی۔ مولانا حسام الدین تاتاریوں کے حملہ کی وجہ سے ملتان کے نواح قلعہ کوٹ کروڑ میں متوطن تھے۔ مولانا وجیہہ الدین بھی خسر کے ساتھ قلعہ کوٹ کروڑ میں رہنے لگے اور یہاں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کی ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم: بارہ سال کے ہوئے تو والد بزرگوار عالم جاودانی کو سدھارے والد ماجد کی وفات کے بعد کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ ساتوں قرأتوں کے ساتھ حفظ کر چکے تو مزید تعلیم کے لئے خراسان کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ یہاں پہنچ کر سات سال تک بزرگان دین سے علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کرتے رہے۔ وہاں سے بخارا جا کر علم میں کمال حاصل کیا۔ ان کے اوصاف پسندیدہ اور خصائل حمیدہ کی وجہ سے بخارا کے لوگ ان کو بہاؤالدین فرشتہ کہا کرتے تھے۔ یہاں

آٹھ سال تک تحصیل علم کرتے رہے پھر بخارا سے حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ گئے۔ وہاں سے روضہ رسول کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور پانچ سال تک جوار رسول میں زندگی بسر کی۔ اس مدت میں مولانا کمال الدین محمد سے جو اپنے عہد کے جلیل القدر محدث تھے حدیث پڑھی مولانا کمال الدین محمد نے ترپن سال تک مجاور کی حیثیت سے حرم نبوی ﷺ کی خدمت کی۔ حضرت بہاؤالدین زکریا نے حدیث کی تعلیم سے فراغت کے بعد روضہ اقدس کے پاس تزکیہ قلب اور تصفیہ باطن کیلئے مجاہدہ شروع کیا پھر وہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچے اور وہاں سے بغداد شریف گئے۔

بیعت: بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کی صحبت سے فیضیاب ہوکر خرقہ خلافت پایا۔ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ شیخ بہاؤالدین زکریا قدس سرہ نے اپنے مرشد کے پاس سترہ روز قیام فرمایا تھا کہ ان کو پیر دستگیر کی طرف سے ساری روحانی نعمتیں مل گئیں اور خرقہ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔ اس سے شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے دوسرے مریدوں کے دل میں رشک پیدا ہوا۔ جبکہ شیخ سے عرض کی کہ ہم نے اتنے دنوں تک خدمت کی۔ لیکن ہم کو ایسی نعمت نہیں ملی مگر ایک ہندوستانی آیا اور تھوڑی سی مدت میں شیخ ہو گیا اور بڑی نعمت پائی۔

مگر شیخ نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ تم تر لکڑیوں کی مانند ہو جن میں آگ مشکل اور دیر سے لگ سکتی ہے۔ بہاؤالدین زکریا خشک لکڑی کے مانند تھے جس میں آگ جلد اثر کرتی ہے۔

شجرہ طریقت: سلسلہ طریقت یہ ہے کہ شیخ بہاؤالدین زکریا شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ضیاء الدین ابونجیب سہروردی، شیخ ابوعبداللہ، شیخ اسود

احمد نیوری، شیخ ممتاز علی دنیوری، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ سری سقطی، خواجہ معروف کرخی، خواجہ داؤد طائی، خواجہ عجیب عجمی، حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

عظمت مرشد: خرقہ خلافت پانے کے بعد حضرت بہاؤالدین زکریا کو مرشد کی طرف سے حکم ملا کہ ملتان واپس جا کر قیام کرو اور وہاں کے باشندوں کو فیض پہنچاؤ۔ حضرت جلال الدین تبریزی بھی شیخ الشیوخ کے ساتھ مقیم تھے جب حضرت بہاؤالدین زکریا بغداد سے رخصت ہونے لگے تو غایت محبت میں وہ بھی اپنے پیر سے اجازت لے کر ان کے ساتھ ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جب دونوں بزرگ نیشاپور پہنچے تو شیخ جلال الدین تبریزی، حضرت شیخ فریدالدین عطار کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ ملاقات کے بعد واپس ہوئے تو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ان سے دریافت کیا آج کی سیر میں درویشوں میں کس کو سب سے بہتر پایا۔ بولے شیخ فریدالدین عطار کو، حضرت بہاؤالدین زکریا نے پوچھا کہ ان سے کیا کیا صحبت رہی جواب دیا کہ مجھ کو دیکھتے ہی انہوں نے دریافت کیا کہ آپ لوگوں کو کہاں سے آنا ہوا میں نے عرض کی خطہ بغداد سے آیا ہوں۔ پھر استفسار کیا کہ وہاں کون درویش بحق ہیں۔ میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت بہاؤالدین زکریا نے حضرت جلال الدین تبریزی سے پوچھا کہ اپنے مرشد شیخ شہاب الدین سہروردی کا ذکر کیوں نہ کیا۔ جواب دیا کہ شیخ فریدالدین کی عظمت میرے دل پر ایسی چھائی تھی کہ شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو بھول گیا یہ سن کر شیخ بہاؤالدین زکریا کو بہت ملال ہوا اور وہ حضرت جلال الدین تبریزی سے علیحدہ ہو کر ملتان چلے آئے اور حضرت جلال الدین تبریزی خراسان جا کر قیام پذیر ہوئے۔

قیام ملتان: ملتان کی مدت قیام نہ صرف ملتان بلکہ سارا ہندوستان حضرت بہاؤالدین زکریا کے فیوض و برکات سے منور ہو گیا تھا اوران کا عہد خیرالاعصار کہا جاتا ہے۔

شیخ محمد نور بخش مؤلف سلسلۃ الذہب میں رقم طراز ہیں کہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ ہندوستان میں رئیس الاولیاء تھے۔ علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات واحوال میں کامل تھے۔ ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے منشعب ہوئے۔ لوگوں کو رشد و ہدایت فرمائی اوران کو کفر سے ایمان کی طرف، معصیت سے اطاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اوران کی شان بڑی تھی۔ سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ سے رخصت ہو کر ملتان آئے یہیں توطن اختیار کیا۔ رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے تو بہت سے لوگوں نے ان سے ہدایت کی برکت پائی اوراس دیار میں تمام مریدان ہی کے ہیں۔

رشد و ہدایت عوام و خواص دونوں کے لئے تھی اور دونوں طبقوں کو اپنی ذات بابرکات سے فیض پہنچانے کی کوشش فرماتے۔ اس وقت ملتان کا حکمران ناصرالدین قباچہ تھا جو سلطان شمس الدین التمش کا حریف بھی تھا حضرت بہاؤالدین زکریا کا قلبی رجحان سلطان التمش کی طرف تھا کیونکہ جیسا ذکر آچکا ہے وہ اپنے زہد و تقویٰ، دینداری اور شریعت کی پاسداری کے لحاظ سے اولیاء اللہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ ناصرالدین قباچہ نے سلطان التمش کی بڑھتی ہوئی سطوت و قوت کو دیکھ کر اس کے خلاف معاندانہ سازش شروع کی۔ اس وقت ملتان کے قاضی مولانا شرف الدین اصفہانی بہت ہی معتدین تھے۔ انہوں نے دین کی فلاح اس میں دیکھی سلطان التمش کو قباچہ کی سازش سے مطلع کر دیں۔ شیخ بہاؤالدین زکریا نے بھی ان کی حمایت کی اور دونوں نے الگ الگ

سلطان کو خطوط ارسال کئے مگر دونوں مکتوب قباچہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئے۔قباچہ ان کو پڑھ کر بہت مشتعل ہوا اور ایک ماحضر کے ذریعے دونوں کو طلب کیا جب وہ دونوں بزرگ مجلس میں تشریف لائے تو قباچہ نے شیخ بہاؤالدین زکریا کو اپنی داہنی جانب بٹھایا اور قاضی شرف الدین اصفہانی کو اپنے روبرو بیٹھنے کا حکم دیا اور ان کا خط ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ قاضی شرف الدین اصفہانی نے خط پڑھ کر خاموشی اختیار کی۔قباچہ نے غصے میں جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دی جائے۔

جب شیخ بہاؤالدین زکریا کے ہاتھ ان کا مکتوب دیا گیا تو انہوں نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا کہ بے شک یہ میرا خط ہے مگر میں نے حق تعالیٰ کے حکم سے لکھا ہے اور صحیح لکھا ہے یہ سن کر قباچہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے معذرت کر کے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کو اعزاز و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔

فیاضی: مگر خلق کی خاطر شاہی حکام کے ساتھ اشتراک عمل کرنے میں بھی دریغ نہ فرماتے۔ ملتان میں ایک بار سخت قحط پڑا والئی ملتان کو غلہ کی ضرورت ہوئی۔ شیخ بہاؤالدین زکریا نے غلہ کی ایک بڑی مقدار اپنے ہاں سے اس کے پاس بھیجی۔ جب غلہ اس کے پاس پہنچا تو اس ڈھیر میں سے نقرئی ٹنکے کے ساتھ کوزے بھی نکلے۔ والئی ملتان نے حضرت شیخ کو اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا ہم کو پہلے سے معلوم تھا لیکن غلہ کے ساتھ اسے بھی ہم نے بخشا۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے مطبخ میں تین طرح کے کھانے پکتے تھے۔ لیکن ان کو ان نعمتوں کے کھانے میں اس وقت لذت آتی جب وہ مہمانوں، مسافروں اور درویشوں کے ساتھ مل کر کھاتے جس شخص کو دیکھتے کہ وہ کھانا رغبت سے کھاتا ہے تو اس کو بہت دوست رکھتے۔ایک مرتبہ فقراء کی ایک بڑی جماعت دسترخوان پر شریک

تھی۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ہر فقیر کے ساتھ ایک لقمہ کھایا۔ ایک فقیر کو دیکھا کہ روٹی شوربے میں بھگو کر کھا رہا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ ان سب فقیروں میں یہ فقیر خوب جانتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نان ترکو اور کھانوں پر وہی فضیلت ہے جو مجھ کو تمام انبیاء پر ہے اور عائشہ کو تمام دنیا کی عورتوں پر ہے۔

استغنا: حضرت شیخ زکریا کو کبھی دولت کی کمی محسوس نہ ہوئی۔ مگر وہ خود اس سے ہمیشہ مستغنی و بے نیاز رہے ایک روز خادم سے فرمایا کہ جاؤ جس صندوقچہ میں ۵ ہزار دینار سرخ رکھے ہیں اس کو اٹھالاؤ۔ خادم نے ہر چند تلاش کیا۔ مگر صندوقچہ کہیں نہ ملا وہ مایوس ہو کر واپس آیا اور شیخ کو اطلاع دی تو کچھ تامل کے بعد فرمایا الحمد اللہ تھوڑی دیر کے بعد خادم پھر واپس آیا اور صندوقچہ کے مل جانے کی خبر سنائی پھر الحمد للہ فرمایا۔ حاضرین نے پوچھا اس میں کیا حکمت تھی ارشاد فرمایا کہ فقیروں کیلئے دنیا کا وجود اور عدم دونوں برابر ہیں ان کو کسی چیز کے آنے پر نہ خوشی ہوتی ہے اور نہ اس کے جانے کا غم ہوتا ہے اور پانچ ہزار دینار حاجت مندوں میں تقسیم کرا دیئے۔

بردباری: مزاج میں حلم و بردباری بہت تھی۔ ایک روز خانقاہ میں تشریف فرما رہے تھے کہ رونق پوش قلندروں کی ایک جماعت پہنچی اور ان سے مالی امداد کی خواستگار ہوئی انہوں نے اس جماعت سے بیزاری کا اظہار کیا۔ اس پر قلندروں نے گستاخی شروع کر دی اور پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ حضرت شیخ نے خادم سے فرمایا کہ خانقاہ کا دروازہ بند کر دو جب دروازہ بند ہو گیا تو قلندروں نے دروازہ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے حضرت نے کچھ تامل کے بعد خادم سے فرمایا دروازہ کھول دو۔ میں اس جگہ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کا بٹھایا ہوا ہوں۔ خود سے نہیں بیٹھا ہوں خادم نے دروازہ کھول دیا اس وقت قلندر نادم ہوئے اور اپنے

قصور کی معافی چاہی۔

تواضع: غایت تواضع میں اپنی تعظیم و تکریم پسند نہیں فرماتے تھے۔ایک بار خانقاہ میں کچھ مرید حوض کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ حضرت شیخ زکریا ان کے پاس پہنچ گئے۔ مریدوں نے وضو ختم بھی نہیں کیا تھا کہ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور سلام عرض کیا مگر ایک مرید نے وضو تمام کر کے مراسم تعظیم ادا کیے۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے فرمایا تم سب درویشوں میں افضل اور زاہد ہو۔

مگر وہ خود دوسروں کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی جب وارد ہندوستان ہوئے اور ملتان آ کر ٹھہرے تو حضرت بہاؤالدین زکریا ان سے تعظیم اور محبت و شفقت سے ملے، اور اصرار کر کے کچھ دن اپنے یہاں روکا حضرت خواجہ بختیار کاکی بھی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کی بڑی قدر کرتے تھے۔ چنانچہ جب معتقدین نے ان کو ملتان میں قیام کرنے کی دعوت دی تو فرمایا کہ ملتان کی سرزمین پر شیخ بہاؤالدین کا قبضہ اور سایہ کافی ہے یہاں انہی کا تعلق ہے۔ان ہی کی حمایت تم لوگوں کے ساتھ رہے گی۔

محبت و مودت: حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا بابا گنج شکر کی بھی بہت عزت کرتے تھے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور باہم بڑی محبت و مودت تھی۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے ایک موقع پر کسی بات پر معذرت کرتے ہوئے بابا صاحب کو لکھا۔

"میان ما و شما عشق بازی است"

بابا گنج شکر نے جواباً کہا۔

"میان ما و شما عشق است بازی نیست"

محضر: ایک موقع پر حضرت جلال الدین تبریزی کے ساتھ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا نے عزت واحترام کا جونمونہ پیش کیا تھاان کا ذکر بادہ تصوف کے سرشاروں کے لئے بہت ہی خمار آگیں ہے۔اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حضرت جلال الدین تبریزی نیشاپور میں حضرت بہاؤالدین زکریا سے الگ ہوکر خراسان چلے گئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد دہلی تشریف لائے سلطان التمش ان کی عظمت اور بزرگی کی شہرت پہلے سے سن چکا تھا چنانچہ جب وہ دہلی کے قریب پہنچے تو سلطان نے علماءاور مشائخ کی ایک جماعت کے ساتھ شہر کے باہر جاکران کا استقبال کیا اوران کو دیکھتے ہی گھوڑے سے اتر آیا۔اوران کوآگے کرکے خود پیچھے پیچھے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ تعظیم وتکریم شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو پسند نہ آئی ان کے دل میں حضرت جلال الدین تبریزی کی طرف سے رشک وحسد کی آگ بھڑکی مگراس کا اظہارنہیں کیااور سلطان سے یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت جلال الدین تبریزی اس کی (یعنی نجم الدین صغریٰ) قیام گاہ کے قریب ہی فروکش ہوں اور قیام کے لئے ایک مکان تجویز کیا جو بیت الجن کے نام سے مشہور تھا سلطان نے اپنے عزیز ومحبوب مہمانوں کوجنوں کے مکان میں ٹھہرانا پسند نہ کیا مگرنجم الدین صغریٰ نے کہا اگر جلال الدین تبریزی کامل درویش ہوں گےتو مکان خود جنات سے پاک ہوجائے گا اوراگر ناقص ہوں گےتو سزاپائیں گے یہ بالکل علیحدہ گفتگوہوئی تھی ،مگرحضرت جلال الدین نے خوداس مکان میں رہنے کا اعلان کردیا جب وہ اس مکان میں داخل ہوئے تو ان کے قدم کی برکت سے مکان تمام بلیات سے پاک ہوگیا اوران کوکسی قسم کا گزند نہ پہنچا۔دوسرے روز حضرت بختیار کاکی کوکشف ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزی ان سے ملنے آرہے ہیں تو وہ خودگلیوں میں ہوتے ہوئے ان کے استقبال کو بڑھے،راستہ

میں قرآن السعدین ہوا جس وقت حضرت جلال الدین خواجہ بختیار کے ہمراہ ان کی خانقاہ میں پہنچے اس وقت یہاں محفل سماع ہو رہی تھی فقراء جمع تھے اس بیت پر خواجہ صاحب کو وجد آ گیا۔

در میکدہ وحدۃ ایثر نمی گنجد
درعالم یک رنگی اغیار نمی گنجد

سلطان التمش حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے ساتھ مرشد کا یہ لگاؤ دیکھ کر ان کا اور بھی معتقد ہو گیا۔ اس سے نجم الدین صغریٰ کا حسد اور زیادہ بڑھا۔ ایک روز موسم بہار میں سلطان التمش نے فجر کی نماز سے پہلے نجم الدین صغریٰ کو اپنے محل میں بلایا اور ان کو امام بنایا۔ نماز شاہی محل کی چھت پر ہوئی چھت کے سامنے حضرت جلال الدین تبریزی کی قیام گاہ تھی۔ وہ صبح کی نماز سے فراغت کے بعد صحن خانہ میں چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے اور ایک ملازم جس کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی عطاء کیا تھا۔ ان کے پاؤں دبا رہا تھا نجم الدین صغریٰ کو خیال آیا کہ حضرت جلال الدین تبریزی نماز سے غافل ہو کر محو استراحت ہیں۔ اسی وقت سلطان کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ ایسے ہی دنیا پرست درویشوں کے معتقد ہیں یہ سونے کا کونسا وقت ہے اور ایک صاحب جمال غلام بھی پاس بیٹھا ہے۔ حضرت جلال الدین تبریزی کو نور باطن سے نجم الدین صغریٰ کی بدگمانی معلوم ہوئی اسی وقت اٹھے اور صحن خانہ میں ہی سلطان کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ سلطان نادم ہوئے اور نجم الدین صغریٰ سے کہنے لگا کہ تم شیخ الاسلام ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ تم کو نیک و بد کی بھی پہچان نہیں مگر نجم الدین صغریٰ شرمندہ ہونے کے بجائے اندرونی طور پر اور زیادہ برہم ہو گئے اور حضرت جلال الدین تبریزی کے ساتھ پرخاش بہت زیادہ بڑھ گئی اور شہر کی ایک حسین و جمیل مطربہ کو پانچ سو اشرفیاں دینے کا

وعدہ کر کے آمادہ کیا کہ وہ حضرت جلال الدین تبریزی کو الزام لگائے۔ مطربہ نے سلطان کے پاس جا کر حضرت جلال الدین تبریزی کو الزام لگایا۔

سلطان سن کر ششدر رہ گیا۔ وہ سمجھتا تھا کہ یہ جھوٹا الزام ہے اور مطربہ کو اس دروغ گوئی کی پوری سزا دے سکتا ہے لیکن قانون کی وجہ سے معذور تھا، مدعیہ خود اپنے بیان سے واجب التعزیر فاحشہ ثابت ہو رہی تھی۔ مگر جلال الدین تبریزی پر بغیر شہادت کے تہمت زنا ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ مدعیہ کا تنہا بیان کافی نہ تھا لیکن اس کا مقدمہ سامنے آ جانے کے بعد اس کی شرعی تحقیقات بھی ضرورت تھی اس لئے سلطان نے مشورے کے لئے ایک محضر طلب کرنے کا فیصلہ کیا محضر میں شرکت کے لئے ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی حضرت بہاؤالدین زکریا نے بھی اس دعوت کو قبول کیا اور وہ دہلی تشریف لائے۔ اس محضر میں دو سو اولیائے کرام شریک ہوئے محضر جامع مسجد میں منعقد ہوا۔

شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ کو حضرت بہاؤالدین زکریا اور جلال الدین تبریزی کی کشیدگی کا علم تھا چنانچہ وہ ان دونوں کی اس کشیدگی اور ناراضگی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔ شیخ الاسلام کی حیثیت سے انہوں نے شیخ بہاؤالدین زکریا ہی کو حاکم مقرر کیا۔ جمعہ کی نماز کے بعد مقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ مطربہ پیش کی گئی۔ حضرت شیخ جلال الدین تبریزی کو بھی طلب کر لیا گیا جس وقت وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے سارے علماء و اولیاء ان کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جب حضرت جلال الدین تبریزی نے اپنی جوتیاں اتاریں تو شیخ بہاؤالدین زکریا نے بڑھ کر ان کی جوتیاں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ سلطان التمش یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا کہ ایک جلیل القدر حاکم اپنے سامنے پیش ہونے والے ملزم کی ایسی توقیر و عظمت کر رہا ہے جو

حضرت جلال الدین تبریزی کی معصومیت کی دلیل ہے اور تحقیقات کی کارروائی روک دینی چاہی مگر شیخ بہاؤالدین زکریا نے فرمایا کہ میرے لئے فخر کی بات ہے کہ شیخ جلال الدین تبریزی کے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں کیونکہ وہ میرے مرشد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی کے ساتھ سات سال تک سفر و حضرت میں رہے لیکن شاید شیخ الاسلام نجم الدین کے دل میں یہ خیال ہو کہ بہاؤالدین نے شیخ جلال الدین تبریزی کی تعظیم کر کے ان کے عیب پر پردہ ڈال دیا ہے تو یہ اہل اللہ پر بخوبی روشن ہے کہ حضرت جلال الدین سے ایسے فعل شنیع کا واقعہ ہونا محال ہے لیکن پھر بھی دلائل بینہ کا اظہار ضروری ہے اس لئے مدعیہ مطربہ کو سامنے لایا جائے۔

چنانچہ مطربہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے سامنے لائی گئی مگر اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ اس نے تہمت ثابت کرنے کے بجائے شروع سے آخر تک پورا واقعہ بیان کر دیا کہ نجم الدین صغریٰ نے اس کو طمع دلا کر حضرت جلال الدین پر الزام رکھنے کیلئے آمادہ کیا تھا اس سازش کے افشا پر نجم الدین صغریٰ اتنے ذلیل و پشیمان ہوئے کہ مجلس ہی میں غش آ گیا اور حضرت جلال الدین تبریزی کی معصومی ثابت ہوگئی۔ سلطان التمش نے اس کذب و بہتان کی سزا میں نجم الدین صغریٰ کو شیخ الاسلام کے عہدہ سے برطرف کر کے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا سے اس کے قبول کرنے کی استدعا کی انہوں نے قبول فرمائی اور ایک مدت تک شیخ الاسلام کا عہدہ ان کے خاندان میں قائم رہا۔

جود وسخا: حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے صحیفہ کمال میں جود وسخا کی بھی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں۔ ایک بار ان کے معتقدوں اور مریدوں کا جہاز غرق ہو رہا تھا۔ غایت اضطراب میں انہوں نے حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا سے

روحانی استمداد کی۔ اللہ جل شانہ کی قدرت سے وہ جہاز محفوظ رہ گیا۔ جہاز پر موتی اور جواہرات کے بڑے بڑے تاجر تھے جب جہاز ساحل پر پہنچا تو ان تاجروں نے اپنے مال کا ایک ثلث حضرت بہاؤالدین زکریا کی خدمت میں نذر کرنے کا عہد کیا اور ان کی جانب سے خواجہ فخر الدین گیلانی نقد و جواہرات لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جواہرات کی قیمت اور نقد ملا کر ستر لاکھ چاندی کے ٹنکے ہوتے تھے۔ شیخ نے اس کو قبول تو کر لیا لیکن تین دن کے اندر یہ کل رقم حق داروں محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم کرادی۔ خواجہ فخر الدین اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اسی وقت اپنے تمام مال واسباب فقراء میں بانٹ دیا اور فقیری اختیار کرلی۔ پانچ برس شیخ کی خدمت میں گزار کر حج کو روانہ ہوئے مگر جدہ پہنچ کر جنت کی راہ لی۔

ذوق وسماع: سماع سے بھی کبھی کبھی شغل فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ عبداللہ رومی قوال ملتان وارد ہوا اور خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اس کا گانا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے شوق کے ساتھ سنا ہے اور وہ ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے تھے۔ شیخ نے فرمایا کہ جب شیخ الشیوخ نے سنا ہے تو زکریا بھی سنے گا۔ چنانچہ قوال کو ایک خاص حجرہ میں بلوایا گیا عشاء کی نماز کے بعد ایک پہر رات گزری ہوگی کہ حجرہ میں تشریف لائے اور دو پارے کلام پاک تلاوت کر کے قوال کو سنانے کا حکم دیا اور حجرہ کے دروازے میں زنجیر لگادی قوال نے گانا شروع کیا۔

مستاں کہ شراب ناب خوردند

از پہلوئے خود کباب خوردند

جب اس بیت کی تکرار کی تو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا وجد میں آکر کھڑے ہو گئے اور حجرہ سے باہر تشریف لے گئے اور قوال اپنے ساتھیوں کے ساتھ

حجرہ ہی میں رہا جب صبح ہوئی تو شیخ نے خادم کے ہاتھ خلوت اور بیس نقرئی ٹنکے بھجوادیئے۔

عبادت وریاضت: عبادت وریاضت میں کلام پاک کی تلاوت سے بہت شغف رکھتے تھے۔ ایک بار اپنے خلفاء کے ساتھ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ان سے مخاطب ہوکر فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو دو رکعت نماز کی نیت باندھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کرے۔ حاضرین میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی اور پھر خود ہی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور دو رکعت نماز کی نیت کر کے پہلی ہی رکعت میں پورا کلام مجید ختم کر دیا اور چار پارے اور پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھی۔ بارہا فرماتے تھے کہ اہل دل سے مجھ کو جو کچھ فیض پہنچا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو عمل میں لانے کی بھی توفیق عطاء فرمائی ہے اور جس کام کے لئے حوصلہ کیا وہ پورا ہوا لیکن ایک کام اب تک نہیں ہوسکا۔ ایک بزرگ آغاز صبح سے طلوع آفتاب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں میں نے بھی ہر چند اس کی کوشش کی مگر یہ حوصلہ پورا نہیں ہوسکا۔ تین چار پارے باقی رہ جاتے ہیں مگر یہ العارفین کے مؤلف کا بیان ہے کہ میں نے اپنے پیر دستگیر شیخ سماء الحق والدین سے سنا تھا کہ حضرت شیخ بہاؤالدین کا معمول تھا کہ تہجد کی نماز کے بعد کلام پاک شروع کر دیتے اور سنتوں تک پورا ختم کر لیتے تھے۔

کرامات: شیخ فریدالدین شکر گنج فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ قطب الدین بختیار اوشی شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ بہاؤالدین غوث الاعالم ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ تینوں بزرگوار نماز میں قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور اسی وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ ایسے صاحب حال تھے کہ ان دنوں جب مفسد مغلوں نے ملتان کو آگھیرا تو شیخ بہاؤالدین زکریا نے کمان منگا کر اپنے ہاتھوں سے

اس میں تیر رکھا اور چلانے والے کو حکم دیا کہ دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دو جب وہ تیر اس نے پھینکا تو سارے لشکر کو شکست ہوئی۔ چالیس ہزار جنگی جوان تھے جن کے منہ سے خون بہنے لگا اور وہ سب مر گئے آپ نے فرمایا کہ ان مردوں کے سینے چیر دو جب حکم کی تعمیل ہوئی تو ہر ایک کے دل میں ایک ایک تیر کا پھل لگا ہوا تھا اور خون بہہ رہا تھا۔

منقول ہے کہ شیخ فریدالدین شکر گنج فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص جو بڑا فاسق تھا ملتان میں فوت ہوا۔ مرنے کے بعد جب اسے خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ اس نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا تھا جب اس سے معافی کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ایک راستہ سے جا رہے تھے اور میں نے آپ کے دست مبارک کا بوسہ دیا۔ جس کی وجہ سے آج مجھے بخشا گیا۔

ایک روز حضرت زکریا چند صوفیوں کے ہمراہ خانقاہ سے باہر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ قرض خواہ ایک شخص کو تنگ کر رہے ہیں اور اس کے پاس کچھ دینے کو نہیں یہ دیکھ کر آپ ٹھہر گئے اور پائے مبارک زمین پر مارا اسی وقت زمین سے سونے کا چشمہ ظاہر ہوا آپ نے قرض خواہوں کو فرمایا کہ جتنا تمہارا حق ہے اس میں سے لے لو جب انہوں نے اپنا حق لے لیا اور زیادہ لینے کی خواہش ہوئی تو ان کے ہاتھ سوکھ گئے اور وہ فریاد کرنے لگے اور توبہ کرنا شروع کر دی تو ان کے ہاتھ ٹھیک ہو گئے بعد ازاں غوث العالم نے فرمایا زمین سے زر کا نکلنا اس مقروض کے لئے تھا۔

منقول ہے کہ ایک روز شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا علمائے بخارا سے بحث کر رہے تھے اور باتوں ہی باتوں میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ علماء نے کہا کہ ولایت

کے یہ معنی ہیں کہ خانہ کعبہ کو مرد اس جگہ دیکھے اور دوسروں کو دکھائے جونہی آپ نے یہ بات سنی فوراً مراقبہ کیا اور کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ آنکھیں بند کرو۔ انہوں نے آنکھیں بند کیں پھر فرمایا کہ آنکھیں کھول دو جب انہوں نے آنکھیں کھولیں تو سامنے کعبہ کو دیکھا۔

وفات: وفات کے روز اپنے حجرہ میں عبادت کر رہے تھے کہ حجرہ کے باہر ایک نورانی چہرہ کے مقدس بزرگ نمودار ہوئے اور حضرت شیخ صدرالدین عارف کے ہاتھ میں ایک سر بمہر خط دیا۔ حضرت شیخ صدرالدین عارف خط کا عنوان دیکھ کر متحیر ہوئے۔ والد بزرگوار کی خدمت میں پیش کر کے باہر آئے تو قاصد کو نہ پایا۔ خط پڑھنے کے ساتھ ہی حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور آواز بلند ہوئی۔

''دوست بدوست رسید''

یہ آواز سن کر حضرت شیخ صدرالدین دوڑتے ہوئے حجرے میں گئے۔ دیکھا کہ آواز حقیقت بن چکی تھی۔

راحت القلوب (ملفوظات حضرت بابا شکر گنج) میں ہے کہ جس وقت حضرت بہاؤالدین زکریا کا وصال ہوا اسی وقت اجودھن میں حضرت بابا گنج شکر بے ہوش ہو گئے۔ کافی دیر بعد ہوش آیا تو فرمایا کہ

''برادرم بہاؤالدین زکریا را ازیں بیاباں فنا بہ شہرستان بقا بروند''

اور پھر مریدوں کے ساتھ غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔ سن وفات میں اختلاف ہے۔ راحت القلوب میں سال وفات ۶۵۶ھ اخبار الاخیار میں ۶۶۱ھ سفینۃ الاولیاء اور فرشتہ میں ۶۶۶ھ اور مراۃ الاسرار میں ۶۶۵ھ ہے۔ سفینۃ الاولیاء

میں پیدائش کا سال ۵۶۵ ھ لکھا ہے۔

تعلیمات: حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کی نہ کسی تصنیف کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی ملفوظات کا ذکر تذکروں میں ہے مگر انہوں نے اپنے مریدوں کے لئے جو وصایا اور خطوط لکھے تھے۔ان کو اخبار الاخیار کے مؤلف نے نقل کیا ہے ان سے ان کی صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے اس لئے ان کے اقتباسات ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ بندہ پر واجب ہے کہ سچائی اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے عبادات واذکار میں غیر اللہ کی نفی ہو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے احوال کو درست اور اقوال وافعال میں اپنے نفس کا محاسبہ فعل سے پہلے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے اور اس سے نیک عمل کی توفیق کی مدد چاہے۔

دوسرے موقع پر اپنے مرید کو نصیحت فرماتے تھے کہ تم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ ذکر ہی سے طالب محبّ تک پہنچتا ہے۔ محبت ایسی ہے جو تمام میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر حقیقی ذکر ہوتا ہے۔ یہی وہ ذکر کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول ''واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون'' میں فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ مرید کو چاہئے کہ اپنے روزگار کی حفاظت کرتا رہے۔ ماسوائے اللہ کو دل سے دور کردے دنیا کے لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کرے اور حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے موانست نہ ہوگی تو خدا تعالیٰ کی محبت کی بو بھی وہ نہ سونگھ سکے گا۔

ایک نصیحت میں ارشاد فرمایا کہ بدن کی سلامتی قلت طعام اور روح کی سلامتی ترک گناہ اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام حضرت محمد ﷺ پر درود بھیجنے میں ہے۔

خلفاء: حضرت بہاؤالدین زکریا اپنے مریدوں شیخ حسن افغان کو بہت ہی محبوب رکھتے تھے وہ ان پڑھ تھے مگر ان کا ظاہر و باطن روحانی تعلیم سے آراستہ تھا۔ ان کی بزرگی کا یہ حال تھا کہ ایک بار ایک کاغذ پر تین سطری لکھ دی گئیں جن میں سے ایک میں کلام پاک کی آیت تھی۔ ایک میں حدیث شریف اور ایک میں کسی شخص کا قول منقول ہے کاغذ دیکھا کہ شیخ افغان سے پوچھا گیا کہ کونسی سطر میں کیا چیز ہے۔ شیخ حسن افغان نے قرآن مجید کی آیت والی سطر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ کلام زبانی ہے اس کا نور مجھے زمین سے عرش معلیٰ تک نظر آرہا ہے۔ حدیث شریف کی سطر پر انگلی رکھ کر کہا کہ یہ حدیث مقدس کی سطر ہے اس کا نور ساتویں آسمان تک نظر آتا ہے پھر شیخ کے قوں پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ اس کا نور زمین سے آسمان تک دیکھتا ہوں۔ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا اکثر فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں مجھ سے پوچھا جائے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا کمائی لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ میری کمائی حسن افغان ہے۔

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے مریدوں میں شیخ فخرالدین عراقی اور شیخ امیر حسینی بھی خاص طور پر ذکر کے لائق ہیں دو اور کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ شیخ جمال خنداں اور شیخ نجیب الدین علی برغش آپ کا مزار قلعہ کہنہ (قاسم باغ) پر واقع ہے۔

حضرت صدرالدین عارف

۵۹۹............................۶۸۴ھ

آپ شیخ بہاؤالدین زکریا کے فرزند اکبر اور خلیفہ اول ہیں۔ آپ کی پیدائش دارالامان ملتان میں ہوئی۔ یہیں آپ نے اپنے والد ماجد سے ظاہری و باطنی علوم کی

تکمیل کی عمل و فضل زہد و اتقا میں آپ کا وجود عدیم النظیر تھا۔ ظاہری علوم و فنون میں دستگاہ پیدا کرنے کے بعد سلوک کی منازل بھی خوش اسلوبی سے طے کیں کہ عارف باللہ مشہور ہو گئے۔ حضرت غوث زکریا کی وفات پر جو ترکہ ورثہ میں ملا۔ وہ سب ایک ہی دن میں فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا کہ کہیں دنیا غالب نہ آ جائے۔

حضرت صدرالدین عارف بڑے بڑے مشائخ میں ممتاز تھے اور زہد و پارسائی میں مشہور ان کو شیخ عارف اس لئے بھی کہتے کہ ہر بار جب تلاوت کلام پاک فرماتے تو نت نئے معانی ظاہر کرتے۔ آپ کو طواف بیت اللہ شریف کا از حد شوق تھا۔ خانہ کعبہ کا طواف اس وقت کرتے جب اور کوئی طواف کرنے والا نہ ہوتا تھا۔ ایک رات جب آپ طواف خانہ کعبہ میں مصروف تھے تو اسی رات ملک فرغانہ کی شہزادی جو اپنے وقت کی سلطان المشائخ تھیں۔ آپ سے چند قدم پیچھے طواف کر رہی تھیں شہزادی کی نگاہ اچانک آپ کی پشت مبارک پر پڑی جہاں سے رہ رہ کر نور کی شعاع منعکس ہو رہی تھی۔ شہزادی نے خداداد فراست سے معلوم کر لیا کہ "شعاع نور" کسی قطب کی علامت ہے جو اس باکمال شخص کی صلب میں جلوہ افروز ہے۔ چنانچہ جب حضرت صدرالدین عارف طواف سے فارغ ہوئے تو شہزادی نے آپ کو مخاطب کیا اور پوچھا۔

آپ کون ہیں اور آپ کا وطن شریف کہاں ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ نام صدرالدین اور وطن ملتان۔

شہزادی نے پھر پوچھا۔ بہاؤالدین زکریا کا ملتان۔

جی ہاں! بہاؤالدین زکریا کی فرزندی کا شرف بھی بندہ کو حاصل ہے۔

شہزادی کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد گویا ہوئی کیا آپ کی شادی ہو چکی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ''نہیں''

شہزادی نے عرض کی اگر آپ شادی کرنا چاہیں تو ایک موزوں رشتہ آپ کو مل سکتا ہے۔ حضرت عارف باللہ نے مسکرا کر کہا یہ معاملہ میرے والد ماجد سے متعلق ہے جب اور جس کے لئے فرمائیں گے میں بے حیل وحجت قبول کرلوں گا۔

شہزادی جب طواف وزیارت سے فارغ ہوکر واپس اپنے ملک گئی تو اس نے یہ تمام کیفیت اپنے والد سے بیان کردی، وہ اس خبر سے بہت خوش ہوئے اور فوراً ریاست کا انتظام وزیروں امیروں کے سپرد کیا اور ملتان شریف کے سفر کے لئے روانہ ہوئے۔

شاہی قافلہ راستے میں جہاں پڑاؤ کرتا ایک کنواں وہاں رفاہ عامہ کے لئے بنواتے۔ منزل بہ منزل سفر کرتے یہ شاہی قافلہ جب ملتان کی حدود میں داخل ہوا۔ تو حضرت غوث العالمین مع صاحبزادگان، خلفاء واکابرین استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے۔ جس جگہ شاہی قافلہ کا استقبال کیا گیا وہی جگہ ہے جہاں اس وقت مخدومہ بی بی راستی کا مزار پرانوار ہے اس جگہ ایک عالی شان محل اور خوبصورت باغ تھا۔ سلطان نے ملحقہ اراضی خرید کر ایک کنواں کھدوایا اور رہائش کے لئے مکانات تعمیر کروائے۔ حضرت غوث العالم کی امیری نما فقیری کی شہرت شہنشاہ فرغانہ جمال الدین فرغانہ ہی سے سن کر آئے تھے۔ پھر بھی کسی خیال کے تحت ایک تھال زروجواہر سے بھرا کر ہمراہ لے گئے اس وقت حضرت غوث حجرہ شریف میں مصروف عبادت تھے جب خدام نے یہ نذرانہ پیش کیا تو حضور نے توجہ نہ فرمائی اور مصلےٰ کا ایک کنارہ اٹھا کر فرمایا ذرا ادھر توجہ فرمایئے فرغانہ کے شاہ نے جب دیکھا تو حیران رہ گیا کہ مصلےٰ کے نیچے جواہرات کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا سلطان بہت نادم ہوا اور ملازمین کو تھال واپس

لے جانے کا اشارہ کیا۔

دوسرے دن پھر ملاقات ہوئی اور گفتگو کے دوران اس قدر اسرار و معارف بیان ہوئے کہ سلطان حضرت کے عقیدت مندوں میں شامل ہوا۔ عشاء کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت زکریا بالاخانے سے اتر کر مسجد میں تشریف لائے اور امامت فرمائی۔ نماز سے فراغت کے بعد حسب معمول حضرت کے اکابر خلفاء اور تمام فرزند حلقہ بنا کر دوزانو ہو بیٹھے سلطان نے عرض کی کہ حضور اس خادم کی ایک عاجزہ ہے اپنی اولاد میں سے کوئی مخدوم زادہ مرحمت فرمایئے تا کہ اسے انکی غلامی میں دے سکوں۔

حضرت زکریا نے فرمایا میرے تمام لڑکے اس جگہ موجود ہیں۔ جس کو اپنی فرزندی میں لینا چاہیں آپ مختار ہیں۔ سلطان نے عرض کرتے ہوئے حضرت صدرالدین عارف کی طرف اشارہ کیا۔ غوث العالمین تو نور باطن سے سب کچھ معلوم کر ہی چکے تھے پوچھا کیا یہ رشتہ تجھے منظور ہے جواب میں حضرت صدرالدین ادب واحترام سے اٹھ کر والد بزرگوار کے قریب آئے اور قدم شریف پر بوسہ دیا۔

دونوں طرف سے مسرت و انبساط کی ایک لہر دوڑ گئی۔ حضرت نے سلطان کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا اور فرمایا مبارک ہو۔ ساتھ ہی خدام کو اشارہ کیا کہ وہ مٹھائی لے آئیں۔ اسی مجلس میں ایجاب وقبول کی رسم ادا ہوئی اور حضرت نے خود ہی صدرالدین عارف اور سلطان کی صاحبزادی بی بی راستی کا نکاح پڑھا اور خطبہ تلاوت فرمایا اسی وقت ظاہر و باطن کی دنیا سے تہنیت اور مبارک صدا بلند ہوئی اس کے بعد سلطان جمال الدین نے شہزادی کا ہاتھ حضرت شیخ الاسلام کے دست مبارک میں دے کر فرمایا۔ ''من ایں عاجزہ را مسلمان روز قیامت مسلمان میخواہم''۔

حضرت غوث العالمین نے بی بی صاحبہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

''این فرزند من است انشاءاللہ مسلمان خواہد بود''

اس کے بعد سلطان نے اجازت چاہی اور اپنے وطن واپس روانہ ہوئے جو خاتون عالم ملکوت طے کر چکی ہو اس کے روحانی مراتب کا کیا کہنا لیکن بایں ہمہ اس کی خانگی زندگی پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔ محل سرائے غوثیہ میں یتیم بچیوں، بیوہ اور بے کس عورتوں کے علاوہ بڑے بڑے امراء کی بہو بیٹیاں بھی دینی مسائل سمجھنے کے لئے آتی رہتی تھیں۔ ان سب کے قیام وطعام کا انتظام شہزادی کے سپرد تھا۔ محل میں جس قدر لونڈیاں اور خادمائیں تھیں ان میں اکثر عازمہ روزگار تھیں صبح کے وقت جب چکی پیسنے بیٹھتیں تو قرآن مجید ختم کر کے اٹھتیں۔ ان سب پر بی بی کی کڑی نظر رہتی تھی۔ ان مصروفیات کے باوجود اپنے باکمال خسر اور نامور شوہر کے لئے کھانا خود تیار کرتیں۔ سردی کا موسم ہوتا تو تہجد کے لئے وضو کا پانی بھی خود ہی گرم کرتی تھیں۔

غوث العالمین کے گھرانے میں یہ رسم چلی آرہی تھی کہ ہر قمری مہینے کی پہلی رات کو حرم غوثیہ کی تمام مستورات حضرت زکریا کی زیارت کو حاضر ہوا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ تمام بہو بیٹیاں حاضر ہوئیں تو حضرت معمول کے مطابق بیٹھے رہے لیکن جب بی بی راستی شرف پابوسی حاصل کرنے کی غرض سے آگے بڑھیں تو حضرت بہاؤالدین زکریا کھڑے ہو گئے۔ بی بی صاحبہ کو تعجب ہوا کہ حضرت نے خلاف معمول یہ تکلف کیوں فرمایا۔ غوث العالم نے کشف کے ذریعے شہزادی کی اس کشمکش کو محسوس کر لیا اور فرمایا۔

''بیٹی! یہ تعظیم اس شخص کے لئے جو اس وقت تیرے بطن عفت میں مستور ہے وہ جہاں کا قطب الاقطاب اور ہمارے خاندان کا چشم و چراغ ہوگا''۔

شہزادی نے جب یہ مبارک خبر سنی تو خوشی میں گھر کا سارا اثاثہ خیرات کر دیا۔

۹ رمضان المبارک بروز جمعہ وہ آفتاب ولایت طلوع ہوا۔ جس کی خاطر بی بی راستی نے اپنا وطن عزیز اور خویش واقارب چھوڑ کر ملتان کا سفر اختیار کیا ہر طرف سے مبارک سلامت کی صدائیں بلند ہوئیں اور خادمائیں مولود مسعود کو نہلا دھلا کر حضرت غوث العالمین کی خدمت میں لائیں۔ آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور رکن الدین نام رکھا۔

حضرت قطب الاقطاب جب چار سال کے ہوئے تو ایک دن حضرت شیخ العارف نے بی بی راستی سے فرمایا ابھی فیاض ازل نے مجھے اور اولاد عنایت کرنا ہے مگر وہ تیرے شکم سے پیدا نہیں ہوگی۔ اس سے بی بی کو فکر لاحق ہوا اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ میں اپنے میاں کی دوسری شادی کر دوں۔ اس زمانے میں شہر کے قاضی القضاۃ کا گھرانہ زہد و اتقاء میں خاص شہرت رکھتا ہے اس کی ایک لڑکی تھی جو شکل وصورت اور علم وفضل میں یگانہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے قاضی صاحب کے گھر پیغام بھیجا کہ یہ بچی آپ میرے تولیت میں دے دیں تاکہ میں اس کی تربیت کروں اور علم و دانش سکھاؤں۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور سرِ شام بچی کو پالکی میں ڈال کر مخدومہ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کی یہ آپ کی خادمہ ہے جہاں جی چاہے شادی کر دیجئے مگر اسے زندگی بھر اپنے قدموں سے دور نہ فرمایئے جو مناسب نظر آئے کیجئے میں راضی، خدا راضی۔

چنانچہ بی بی نے اس مستورہ کو اپنی آغوش شفقت میں لے کر ایسی تربیت کی کہ اسے راستی ثانی بنا دیا۔ ایک دن جب حضرت عارف باللہ آرام فرما رہے تھے خلوت خانہ میں تشریف لائے۔ بی بی نے تمام معاملہ انکے سامنے رکھ دیا۔ آپ بی بی پاکدامن کے اس ایثار پر حیران رہ گئے اور بچی کو قاضی صاحب کے گھر پہنچا دیا۔ اور

پھر حضرت عارف باللہ نکاح پڑھوا کر اپنی محل سرائے میں لائے۔ اس خاتون سے حضرت شیخ العارف کے دوسرے صاحبزادے شیخ عمادالدین اسماعیل پیدا ہوئے جن سے حضرت کی اولاد کا سلسلہ تمام عالم میں پھیلا۔ ان کے بعد ایک اور صاحبزادے شہاب الدین تولد ہوئے۔ مگر وہ طفلی میں ہی فوت ہو گئے۔ شیخ عمادالدین اسماعیل نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ جب شیخ العارف کا وصال ہوا تو قطب الاقطاب نے انہیں اعلیٰ تعلیم دینے کی خاطر تبریز کی طرف بھجوایا جو اکتساب علم کے بعد ملتان آئے۔

حضرت شیخ صدرالدین عارف کا یومیہ انضباط اوقات تقریباً وہی تھے جس پر حضرت غوث العالمین زندگی بھر عمل پیرا رہے۔ بقول مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری شیخ العارف ہر متبدی اور منتہی کو بلا کسی امتیاز کے تعلیم دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی نحو یا صرف پڑھتا تو پڑھاتے۔

حضرت حسام الدین ملتانی جن کا مزار بدایون میں ہے۔ حضرت شیخ صدرالدین کے مریدان خاص میں تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ دوران قیام ملتان ایک دفعہ آپ روضہ حضرت غوث کی زیارت کر کے باہر تشریف لا رہے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ میں بھی اس جگہ ایک قطعہ زمین اپنی قبر کے لئے مانگ لوں شاید قربیت غوث میرے لئے باعث نجات ہو۔ حضرت شیخ صدرالدین آپ کے اس خیال سے فوراً مطلع ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ قبر کے لئے زمین دے دینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن آپ کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پاک خطہ زمین بدایوں میں تجویز فرمایا ہے۔ آپ کا مدفن اسی جگہ ہوگا۔ مولانا حسام الدین نے ایک رات بمقام بدایوں خواب دیکھا کہ ایک جگہ حضرت رسالت مآب وضو فرما رہے ہیں صبح کو

اٹھے تو وہ جگہ تر بھی پائی تو فوراً ارشاد فرمایا کہ میرا دفن اسی جگہ پر ہو چنانچہ آپ کو بوقت وصال اسی جگہ دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ شیخ جمالی نے ایک دفعہ عالم رویا میں حضور سے عرض کی کہ عمر عزیز تلف ہوگئی اور کچھ حاصل نہ کرسکا یہ دعا تو فرمایئے کہ میں قرآن کریم حفظ کرلوں۔ ارشاد ہوا یہ کھیر کھاؤ اور سورۃ یوسف پڑھا کرو شیخ جمالی نے کھیر کا پیالہ آپ کے ہاتھ سے لے کر کھالیا۔ جب بیدار ہوئے نقشہ بدل چکا تھا سورۃ یوسف حفظ کی اور بہت جلد حافظ قرآن ہوگئے آپ کا فیضان معرفت عام تھا۔ بڑے بڑے جلیل القدر بزرگ آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ خود حضرت شاہ رکن عالم کی شخصیت کیا کم ہے کہ قطب عالم ہوئے اور آپ کا شوہ دور دور تک پہنچا ان کے علاوہ حضرت شیخ جمال خنداں رواچوی، شیخ صلاح الدین سیتانی اور حضرت شیخ احمد معشوق قابل ذکر ہیں۔

حضرت شیخ العارف کی تاریخ وصال میں تذکرہ نویسوں کا اتفاق نہیں ہوسکا۔ مراۃ الاسرار اور سفینۃ الاولیاء میں ۶۸۴ھ درج ہے اور فرشتہ ۶۷۷ھ لکھتا ہے بزم صوفیہ کے نزدیک آپ نے ظہر وعصر کے درمیان انتقال فرمایا۔ عمر شریف کا بھی صحیح تعین نہیں ہوسکا۔ اگر تاریخ وصال ۷۰۹ تسلیم کرلی جائے تو شیخ العارف کی عمر ۸۸ سال کہی جاسکتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی روایت زیادہ معتبر ہے۔ آپ کو والد ماجد حضرت غوث العالمین بہاؤالدین زکریا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت غوث بہاؤالدین زکریا کا ۵ تا ۷ صفر اور حضرت شیخ العارف کا ۲۳ ذی الحجہ کو عرس ہوتا ہے۔ پاکستان کے کونے کونے سے علماء مشائخ اور عقیدت مندوں کا اژدہام ہوتا ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین والعالم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شیخ رکن الدین حضرت شیخ صدرالدین عارف کے فرزند اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا کے پوتے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا۔ جو فرغانہ کی شہزادی تھیں اور اپنے زہد وتقویٰ کی وجہ سے رابعہ عصر کہلاتی تھیں۔

حضرت قطب الاقطاب رکن الدین ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ بروز جمعہ عالم کون ومکان میں تشریف لائے۔ خاندان غوثیہ کا فانوس اس سراج منیر کی روشنی سے جگمگا اٹھا۔ حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا نے ملتان کے غرباء اور مساکین کے دامن زروجواہر سے بھر دیئے۔ عقیقہ کے موقع پر آپ کے سر کے بال تراشے گئے جو اب تک تبرکات میں محفوظ ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کی ولادت کی تقریب خاندان غوثیہ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا نے مولود مسعود کا نام ''رکن الدین'' رکھا تھا۔ لیکن حضرت خواجہ شمس الدین سبزواری نے خوردسالی میں جب ان کی جبین شرافت سے سعادت مندی کے آثار دیکھے تو رکن الدین کے ساتھ والعالم کا اضافہ کردیا گویا اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ برخوردار دین ودنیا دونوں کا رکن رکین بنے گا۔

• حضرت کی والدہ حضرت بی بی راستی جنہوں نے اپنے خسر حضرت غوث بہاؤالدین زکریا کے زیر سایہ باطنی اور روحانی تعلیم وتربیت حاصل کی ان کو کلام مجید کی تلاوت سے خاص شغف تھا، روزانہ ایک بار قرآن مجید ختم کرتی تھیں۔ حضرت رکن الدین کی ولادت سے پہلے حضرت زکریا ملتانی نے یہ بشارت دی تھی کہ ان کی وجہ سے خاندان کا چراغ روشن ہوگا۔ صاحب مراۃ المناقب لکھتے ہیں کہ بی بی راستی حضرت کو

دودھ پلانے سے پہلے وضو کر لیتی تھیں آپ حافظہ قرآن تھیں۔ اس لئے لوری کی بجائے قرآن تلاوت فرمایا کرتیں۔ اسی حالت میں اگر اذان کی آواز سنائی دیتی تو حضرت رکن الدین والعالم دودھ پینا چھوڑ دیتے اور غور سے اذان سننے لگتے۔ رات کو بی بی صاحبہ جب تہجد کے لئے بیدار ہوتیں حضرت رکن الدین بھی جاگ پڑتے۔ ام المریدین بی بی راستی نے گھر کی نوکرانیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ بچے کو سوائے اسم ذات کے اور کسی لفظ کی تلقین نہ کریں اور نہ کوئی دوسرا لفظ اس کی موجودگی میں بولیں۔ اس احتیاط کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب قطب الاقطاب بولنے کے قابل ہوتے تو سب سے پہلے جو لفظ زبان مبارک سے نکلا وہ اللہ جل جلالہ کا اسم گرامی تھا۔ ایک دن جبکہ حضرت رکن الدین ۴ سال کے تھے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا چارپائی پر بیٹھے تھے اور دستار مبارک سر سے اتار کر چارپائی پر رکھ دی تھی۔ حضرت صدرالدین بھی پاس ہی مؤدب بیٹھے تھے کہ شیخ رکن الدین کھیلتے کھیلتے دستار مبارک کے قریب آئے اور اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی، والد ماجد نے ڈانٹا کہ یہ بے ادبی ہے مگر دادا نے فرمایا کہ صدرالدین پگڑی پہننے سے اس کو نہ روکو۔ وہ اس کا مستحق ہے اور یہ پگڑی میں اس کو عطاء کرتا ہوں چنانچہ وہ پگڑی محفوظ کر دی گئی اور جب حضرت شیخ رکن الدین اپنے والد بزرگوار کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو وہ پگڑی ان کے سر پر رکھی گئی۔

ظاہری تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی اور روحانی تربیت میں جدامجد سے فیضیاب ہوئے۔ دونوں ان کو محبوب رکھتے تھے شیخ رکن الدین دونوں بزرگوں کا احترام کرتے تھے کبھی ان سے آنکھیں چار نہ کرتے اور نہ ہی ان کے سامنے بلند آواز سے بولتے۔ اس دوران بزرگوں کی صحبت میں انہوں نے صوری و معنوی کمالات حاصل کئے علم تواضع شفقت، حلم، موافقت، مروت، عفو، حیاء، وقار، حسن ظن

اور تصغیر نفس جملہ صفات ان میں درجہ اتم پائی جاتی تھیں اور انہوں نے مکاشفہ ومحاسبہ سے اتنے مدارج طے کر لئے تھے کہ ان کو "مخزن مشہود الٰہی" منبع جود نامتناہی، ادریس خلوت وحدت سلطان وقت کی طرف سے اس اعزاز وکرم کے باوجود فرماتے تھے کہ ملتان سے دہلی صرف حضرت نظام الدین اولیاء کی محبت اور شوق ملاقات میں آتا ہوں۔ حضرت نظام الدین اولیاء کو بھی ان سے قلبی لگاؤ تھا۔ چنانچہ جب وہ سلطان علاؤالدین کی دعوت پر دہلی آئے تو اگر ایک طرف ان کے استقبال کے لئے سلطان وقت اپنے خدام وحشم کے ساتھ تھا تو دوسری طرف حوض طلائی کے پاس سلطان الاولیاء بھی اپنی جلالت وعظمت کے ساتھ ان کے چشم براہ تھے۔

حضرت شیخ رکن الدین کو دہلی میں شاہی مہمان ہوئے مگر زیادہ وقت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء ہی کی صحبت میں بسر کرتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کا غیر معمولی احترام کرتے ایک مرتبہ جب حضرت شیخ رکن الدین دہلی آئے تو جمعہ کی نماز ادا کرنے جامع مسجد تشریف لائے۔ حضرت محبوب الٰہی پہلے سے موجود تھے جمعہ کی نماز ہو چکی تو حضرتِ رکن الدین کے پاس آئے جو اس وقت نماز سے فارغ نہ ہوئے تھے حضرت محبوب الٰہی ان کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھ گئے اور وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دونوں نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے معانقہ کیا اور پھر حضرت محبوب الٰہی کا دست مبارک پکڑے ہوئے اس جگہ پر آئے جہاں حضرت محبوب الٰہی بیٹھے ہوئے تھے اور جب دونوں مسجد سے روانہ ہوئے تو اپنے ڈولے کے پاس پہنچے تو دونوں ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے کہ پہلے وہ اپنے ڈولے پر جلوہ فرما ہوں بالآخر حضرت محبوب الٰہی کا اصرار غالب رہا اور حضرت رکن الدین پہلے اپنے ڈولے میں سوار ہوئے۔

اسی قیام کے زمانہ میں حضرت شیخ رکن الدین حضرت محبوب الٰہی کی زیارت

کے لئے ان کی خانقاہ بھی تشریف لائے۔ ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی ڈولے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو حضرت محبوب الٰہی نے بضد ہو کر روک دیا اور خود درویشوں کے ساتھ ڈولے پر بیٹھے آپ کو، گوہر معدن صفات لاریب، زبدۃ المشائخ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ سیر العارفین کے مؤلف نے ان کی روحانی مرتبہ کی مدح ان الفاظ میں کہی ہے۔

جہان معرفت سلطان وجودش آیئے درشان معنی
بباطن درحقیقت رفتہ بے باک بظاہر در شریعت چست و چالاک
بریدہ گردن شیطان خناس خریدانش زتیغ پاس الناس
بملک فقر از کشف و کرامات زدہ برعرش کوس استقامات
کلامش پاک از طامات واز سطح یگانہ شیخ رکن الدین ابوالفتح
بملک فقر جز نعمت بنودش جمالی ریزہ چین خوان جودش

حضرت شیخ رکن الدین کے خلیفہ حضرت جہانیاں جہاں گشت اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ جب شیخ رکن الدین قدس سرہ کا کام کمال کو پہنچا تھا تو تہجد کے وقت سے دوپہر تک ریاضت وعبادت میں مشغول رہتے۔ ۳۶ سال کی عمر میں جب اپنے والد بزرگوار کی مسند پر بیٹھے تو ہر گوشہ سے لوگ خدمت حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے۔ جو بھی سائل آتا حاجت روائی ضرور فرماتے اسی لئے ''قبلہ حاجات'' بھی کہلاتے تھے مجلس میں جس کے دل میں کوئی بات آتی تو اس کا ان کو کشف حاصل ہو جاتا اور اس کی دلجوئی فرماتے۔

آپ سلاطین ومشائخ دونوں سے ملتے مگر ان کے مراتب کے حدود کو ملحوظ رکھ کر تعلقات قائم کرتے، سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانے میں ایک بار ملتان سے

دہلی تشریف لائے تو سلطان نے شاہی کروفر کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ ان کو دہلی لایا اور ۲ لاکھ ٹنکے نذر پیش کئے پھر رخصت کے وقت پانچ لاکھ ٹنکے نذر کئے حضرت شیخ رکن الدین رحمتہ اللہ علیہ نہ دہلی چھوڑنے سے پہلے یہ کل رقم فقراء ومساکین میں تقسیم کردی اور اپنے ساتھ ایک حبہ بھی نہ لے گئے۔

اس قرآن السعدین کے وقت حضرت شیخ رکن الدین کے بھائی شیخ عماد الدین اسماعیل کے دل میں بعض علمی نکات حل کرنے کا خیال پیدا ہوا اور دونوں بزرگوں سے اجازت لے کر عرض کیا کہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مصلحت تھی۔ حضرت شیخ رکن الدین نے فرمایا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض کمالات کی تکمیل مدینہ منورہ کی ہجرت پر موقوف تھی۔ اس لئے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب جلوہ فرما ہوئے۔ حضرت محبوب الٰہی نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلہ میں میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب کو مدینہ طیبہ اس لئے بھیجا کہ وہ اصحاب مدینہ جو اپنی بے بضاعتی کی وجہ سے مکہ معظمہ حاضر ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے مستفید ہوکر ظاہری وباطنی کمالات میں مکمل ہوجائیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے ڈولی ہی کے پاس کھانا منگوایا اور کھانے کے بعد اعلیٰ درجہ کا کپڑا اور سو اشرفیاں حضرت شیخ رکن الدین کی خدمت میں بطور نذر پیش کیں۔ اشرفیوں کو دیکھ کر حضرت رکن الدین نے حضرت نظام الدین اولیاء کو مخاطب کر کے فرمایا استر ذہبک (یعنی آپ اپنا سونا چھپایئے) لیکن حضرت محبوب الٰہی نے برجستہ جواب دیا۔ استر ذہبک وذہابک ومذہبک (یعنی اپنے سونے کو جانے کو مراد راہ سلوک) اور جانے کی جگہ کو چھپایئے۔ اس تجنیس لفظی بھی قابل غور ہے۔ حضرت شیخ رکن الدین نے ان نذرانوں

کو قبول کرنے میں تامل کیا تو حضرت محبوب الٰہی نے ان کے بھائی شیخ عماد الدین اسماعیل کے حوالے کر دیا۔

غالباً حضرت شیخ رکن الدین دہلی کے پہلے ہی قیام کے زمانہ میں حضرت بابا گنج شکر کے عرس کا زمانہ آ گیا چنانچہ پاک پتن کی طرح دہلی میں بھی عرس کی تقریب منائی گئی عرس کی محفل میں حضرت شیخ رکن الدین بھی شریک ہوئے۔ محفل سماع میں حضرت محبوب الٰہی پر وجد طاری ہو گیا ور غایت اضطراب میں کھڑا ہونا چاہا لیکن شیخ رکن الدین نے ان کا دامن پکڑ کر بٹھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر وجد کی کیفیت طاری ہوئی تو پھر کھڑے ہو گئے اس مرتبہ شیخ رکن الدین نے ان کو بٹھانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اور مشائخ کی طرح آپ بھی دست بستہ مؤدب کھڑے ہو گئے مجلس ختم ہوئی تو مولانا علم الدین نے حضرت شیخ رکن الدین سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب تھا آپ نے فرمایا کہ پہلی بار شیخ نظام الدین کی رسائی عالم ملکوت تک ہوئی تھی۔ وہاں تک میری گزر ممکن تھی اس لئے میرا ہاتھ پہنچ گیا اور ان کو بٹھا دیا اور دوسری بار ان کی رسائی عالم جبروت میں ہوئی وہاں تک میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے مزاحم نہ ہوا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ ایک اور موقع پر حضرت رکن الدین ملتان سے دہلی تشریف لائے تو حضرت محبوب الٰہی سے بھی ملنے آئے۔ یہ زمانہ عشرہ ذی الحجہ کا تھا۔ اس لئے جب حضرت رکن الدین سلطان المشائخ سے ملے تو فرمایا یہ زمانہ حج کا ہے۔ میں حج کی سعادت تو حاصل نہ کر سکا لیکن آپ کی زیارت سے مجھے حج کا ثواب ضرور مل جائیگا یہ سن کر حضرت محبوب الٰہی کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور اظہار شرمندگی کیا۔

دونوں بزرگ غائبانہ طور پر بھی ایک دوسرے کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک خراسانی عالم نے حضرت محبوب الٰہی سے کہا کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں تو

ہر بار مجھ کو کچھ نہ کچھ کھلاتے ہیں لیکن میں حضرت شیخ رکن الدین کے پاس کئی بار گیا انہوں نے مجھ کو کوئی چیز نہیں کھلائی حضرت محبوب الٰہی نے جواب دیا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں۔

''من زار حیا ولم یذق منہ شیاء فکانما زار میتا''

یعنی جو شخص زندہ کی زیارت کرے اور اس کے یہاں کچھ نہ چکھے تو گویا اس نے مردے کی زیارت کی۔ خراسانی عالم نے پوچھا کیا شیخ رکن الدین تک یہ حدیث نہیں پہنچی حضرت محبوب الٰہی نے فرمایا شیخ رکن الدین عمل معنوی کرتے ہیں اور وہ ذوق روحانی چکھاتے ہیں۔ خراسانی عالم نے کسی موقع پر حضرت شیخ رکن الدین سے یہ عرض کیا کہ شیخ نظام الدین کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین ذوق روحانی دیتے ہیں اور میں ذوق جسمانی دیتا ہوں۔ شیخ رکن الدین نے فرمایا برادرم نظام نے تواضع کی ان میں دونوں وصف ہیں۔ وہ ذوق روحانی بھی عطا کرتے ہیں اور ذوق جسمانی بھی۔

حضرت محبوب الٰہی سے حضرت شیخ رکن الدین کی محبت و عقیدت کا اظہار اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے محبوب خلیفہ حضرت شیخ وجیہہ الدین عثمان سیاح سنامی کو محبوب الٰہی کی قربت کی خاطر دہلی میں قیام کرنے کا حکم دیا۔

شیخ عثمان جن کا مزار شریف دہلی میں ہے جب سنام سے سیر و سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے تو ایک گیلوگیری میں نہر کے کنارے حضرت رکن الدین کو نماز پڑھتے دیکھا۔ چہرہ اقدس پر نظر پڑی تو دل انوار روحانی سے منور ہوگیا اور وہیں باضابطہ ارادت حاصل کرلی۔ حضرت شیخ رکن الدین ان کو اپنے ساتھ ملتان لے گئے اور ۲ سال تک اپنی معیت میں رکھا اسی مدت میں کلام پاک حفظ کرلیا اور مرشد سے حضرت شیخ شہاب الدین کی تصنیف عوارف پڑھتے رہے خود حضرت شیخ رکن الدین کا

بیان ہے کہ جس دن سے شیخ عثمان مرید ہوئے ترک دنیا اور تجرد کلی اختیار کر لی۔ ایک تہہ بند کے علاوہ ان کے پاس کوئی چیز نہیں رہتی تھی اس لئے بے سروسامانی کی حالت میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ مدینہ منورہ میں ایک سال رہ کر دو مرتبہ حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا۔ طواف کے دوران چشم بینا سے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام ان کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور اسی وقت دوسرے ممالک کی سیر کو روانہ ہو گئے سات برس بعد ملتان لوٹے تو مرشد نے گلے لگالیا اور سر کو بوسہ دیکر فرمایا تم نے بہت اچھا کیا کہ جس دن اپنے سر پر حضرت خضر علیہ السلام کا سایہ دیکھا اسی وقت مسافرت اختیار کرلی ورنہ مخلوق کے فتنہ پر پڑ جاتے اور اپنی دستار ان کے سر پر باندھی اور پھر چند روز ٹھہرا کر دہلی روانہ کر دیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ رکن الدین کے تعلقات سلاطین وقت سے بھی تھے۔ مگر یہ تعلقات محض خدمت خلق اللہ کی خاطر تھے۔ علاؤالدین خلجی کے بعد جب اس کا لڑکا قطب الدین خلجی تخت نشین ہوا تو اس کو محبوب الٰہی سے ذاتی مخاصمت ہوگئی تھی۔ اس مخالفت وعناد کی وجہ سے سلطان نے دوسرے مشائخ سے مراسم پیدا کئے۔ اس سلسلے میں اس نے حضرت شیخ رکن الدین سے اپنی گرویدگی اور شگفتگی کا اظہار کیا اور ان کو ملتان سے دہلی آنے کی دعوت دی جب وہ دہلی تشریف لائے اور سلطان سے ملنے گئے تو اس نے پوچھا کہ دہلی میں سب سے پہلے کس شخص نے آپ کا استقبال کیا تھا۔ گو ان کو حضرت محبوب الٰہی سے سلطان کا عناد معلوم تھا تاہم انہوں نے جواب دیا کہ اس نے جو اس شہر میں سب سے اچھا آدمی ہے یعنی حضرت نظام الدین اولیاء نے۔ حضرت رکن الدین کا معمول تھا کہ وہ جب قطب الدین کے پاس جاتے تو راستہ میں اپنی سواری تخت رواں کو ٹھہراتے چلتے تاکہ اہل ضرورت اپنی درخواستیں

سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ان کی سواری میں ڈال دیں۔ بعض ضرورت مندوں کی معروضات زبانی بھی سنتے تھے۔ شاہی محل پہنچ کر دروازوں تک تخت رواں پر سوار رہتے۔ تیسرے دروازہ کے قریب سلطان کی تعظیم وتکریم کے لئے ہوتا۔ وہ اتر جاتے سلطان بڑے ادب سے دربار میں لے جا کر بٹھاتا اور خود مؤدب دوزانو ہوکران کے سامنے بیٹھتا اس کے بعد حضرت شیخ رکن الدین شہر کے لوگوں کی درخواستیں سلطان کے سامنے پیش کرتے وہ ہرایک درخواست کو بغور پڑھتا اوران کی پشت پر اسی وقت حکم صادر کردیتا۔ حضرت شیخ رکن الدین واپسی کے وقت تمام درخواستوں کوساتھ لیتے آتے۔

سلطان غیاث الدین تغلق سے بھی حضرت رکن الدین کے مراسم خوشگوار رہے۔ ۷۲۵ھ میں جب وہ بنگال کی مہم سے دہلی واپس آرہا تھا تو حضرت شیخ رکن الدین دہلی سے افغان پورتک اس کے استقبال کو گئے تھے۔ رات کوسلطان کے ساتھ ماحضر تناول فرمارہے تھے کہ نور باطن سے کشف ہوا جس عمارت میں بیٹھے وہ کھانا کھارہے ہیں وہ اچانک گر جائے گی اس لئے کھانا چھوڑ کر باہر چلے گئے اور سلطان کو بھی باہر نکلنے کے لئے فرمایا مگر اس نے نکلنے میں دیر کی اتنے میں عمارت گر پڑی اور سلطان اس کے نیچے دب کر ختم ہوگیا۔

غیاث الدین تغلق کے بعد سلطان محمد تغلق سریرآرائے سلطنت ہوااس سے بھی حضرت رکن الدین کے تعلقات قائم تھے اوراس کے یہاں آکر مہمان ہوئے یہ زمانہ محبوب الٰہی کے مرض الموت کا تھا حضرت شیخ رکن الدین ان کی عیادت کے لئے آئے تو وہ عالم تحیر میں تھے۔ مریدین پریشان ہوئے کہ اس عالم تحیر میں دونوں کی ملاقات کیسے ہوگی۔ لیکن حضرت محبوب الٰہی کا تحیر جاتا رہا۔ حضرت شیخ رکن الدین کو

دیکھ کر چارپائی سے نیچے اترنا چاہتے تھے مگر غایت جوش کی وجہ سے نیچے نہ اتر سکے۔ اس لئے حضرت شیخ رکن الدین کو چارپائی پر بیٹھنے کو کہا لیکن شیخ رکن الدین نے چارپائی پر بیٹھنا پسند نہ فرمایا ایک کرسی لائی گئی تو وہ اسی پر بیٹھے حضرت شیخ رکن الدین نے سلسلہ کلام شروع کرتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کو موت اور زندگی کا اختیار ملتا ہے آپ کی حیات کچھ دنوں اور ہوتی کہ ناقص کو آپ کمال تک پہنچا سکتے محبوب الٰہی نے یہ سنا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہوئیں اور فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرما رہے تھے کہ نظام تم سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے حضرت شیخ رکن الدین نے یہ سنا تو ان پر گریہ طاری ہو گیا انکے ساتھ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ اس ملاقات کے بعد حضرت محبوب الٰہی نے رحلت فرمائی ان کے جنازہ کی نماز حضرت شیخ رکن الدین نے پڑھائی اور اس سعادت پر وہ ہمیشہ فخر کرتے تھے۔

حضرت محبوب الٰہی کی وفات کے دس سال بعد حضرت شیخ رکن الدین اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ وفات سے تین ماہ پہلے لوگوں سے ملنا جلنا اور بولنا بالکل ترک کر دیا صرف نماز کیلئے حجرہ سے باہر آتے تھے اور پھر واپس لوٹ جاتے ۷۳۵ھ کے رجب کی ۱۶ تاریخ جمعرات کے دن نماز مغرب کے بعد ادابین پڑھ رہے تھے کہ سجدہ کی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی مرقد مبارک آپ کا ملتان میں ان کے جد امجد اور والد ماجد کے مزار کے قریب ہی ہے۔

آپ کی غذا بہت ہی قلیل تھی ایک پیالہ دودھ میں کچھ میوے ڈال کر دیئے جاتے تھے اسی سے چند لقمے تناول فرماتے گھر والوں نے ایک طبیب سے قلت غذا کی شکایت کی طبیب نے غذا منگوا کر دیکھی اور اس میں سے چند لقمے خود کھائے کھانے کے بعد اس نے گرانی محسوس کی اور کہا اب سات دن کھانے کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ

بزرگوں کے کھانے میں کمیت سے زیادہ کیفیت ہوتی ہے۔

آپ وضوفرماتے تو اس کے بعد دعا پڑھتے ایک روز وضو سے فارغ ہوئے تو دعا نہیں پڑھی بلکہ صرف الحمدللہ کہا خادم خاص نے ان کے نانا سے عرض کردیا کہ آج حضرت نے صرف الحمدللہ کہا اور کوئی دعا نہیں پڑھی وہ حضرت شیخ رکن الدین کے پاس آئے اور واقعہ دریافت کیا حضرت شیخ رکن الدین نے فرمایا آج وضو میں دنیا وآخرت کا خیال دل میں نہیں آیا تو میں سمجھا کہ آج میرے وصال کا دن ہے اس لئے صرف الحمدللہ کہا۔

حضرت شیخ رکن الدین کی کسی تصنیف کا کہیں کوئی ذکر نہیں مگر مجمع الاخبار میں ان کے وصایا وملفوظات درج ہیں جن کے کچھ اقتباسات اخبار الاخیار میں نقل کئے گئے ہیں موخرالذکر کتاب کی مدد سے حضرت شیخ رکن الدین کی صوفیانہ تعلیمات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں۔

آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت اور صفت ان میں سے قابل اعتنا آدمی اوصاف ذمیمہ سے پر ہے تو اس کا شمار بہائم میں ہے۔ اوصاف ذمیمہ کو دور کرنے کے لئے تزکیہ نفس کی ضرورت ہے اور تزکیہ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک بندہ خدائے عزوجل سے التجا واستعانت نہ کرے یعنی اسکی بارگاہ میں گڑگڑائے اور اس سے مدد طلب کرے التجاء واستعانت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اور رحمت حاصل ہوتی ہے فضل ورحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشم بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہوجاتے ہیں اور عظمت الٰہی کے انوار کے پرتو سے ساری کائنات اس کی نظر میں ہیچ ہوجاتی ہے دنیا کے بھیدوں میں پھنسے رہنے والوں کی وقعت اس کے دل سے بالکل جاتی رہتی ہے اور جب اس کے قلب پر یہ کیفیت مستولی ہوجاتی ہے تو اس کے اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور اس

میں ظلم کے بجائے عفو، غضب کے بجائے حلم، کبر کے بجائے تواضع، بخل کے بجائے سخاوت، حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں مگر یہ خوبیاں عقبےٰ کے طلب کرنے والوں کے لئے ہیں طالبان کے حق کے اوصاف اور بھی بلند تر ہیں وہاں تک پہنچنے کے لئے عقل کام نہیں دیتی۔

ایک دوسرے موقع پر اپنے ایک مرید کو تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کے ساتھ نہ نیکی کی اور نہ بدی حاضرین نے استعجاب سے پوچھا کہ امیر المومنین بدی تو خیر آپ سے ہو نہیں سکتی مگر نیکی کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں ارشاد فرمایا کہ حق جل وعلاؤ کا قول ہے کہ جس نے اچھے کام کئے وہ بھی اپنے نفس کے لئے کئے اور برے کام کئے وہ بھی اپنے نفس کے لئے کئے۔ پس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر ہوئی وہ درحقیقت میرے لئے تھی نہ کہ دوسروں کے لئے اس کے بعد حضرت شیخ رکن الدین لکھتے ہیں کہ

عاقل کو دنیا و آخرت کے لئے اتنی نصیحت کافی ہے بزرگوں نے کہا

"صلاح ایں کس صلاح اولین است"

یعنی ایک شخص کا ہتھیار اس کی نیکی ہے۔

"چومی دانی ہر آنچہ کاری دردے
آخر بہمہ حال نکوکاری بہ"

فرماتے ہیں کہ اعضائی وجوارع کو شرعی ممنوعات سے قولاً وعملاً باز رکھنا چاہئے لایعنی مجلس سے بھی پرہیز لازم ہے اس سے مراد ایسی مجلس ہے جو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دنیا کی طرف مائل کرتی ہے بطالوں سے بھی احتراز ضروری ہے بطال وہ لوگ ہیں جو طالب حق نہیں۔

آپ کے خلیفہ اول سلطان التارکین حمید الدین حاکم قدس سرہ سالہا سال سے مومبارک میں اپنے پیرو مرشد کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے جونہی قطب الاقطاب کے عالم وجود میں آنے کا مژدہ سنا تو حاجیوں کی طرح احرام باندھ کر ملتان کی طرف روانہ ہوئے۔

رخ خود جانا نہ کرو شراب عشق در پیانہ کرو
خرامیدے چومتاں اندرراں راہ زحال غیر نے از خویش آگاہ
روانہ گشت آں مشتاق جاناں چو بلبل مے پرد سوئے گلستان
چوخم مے بدل از جوش مستی نہ ہوش بود غیر از ہوش ستی
چومستاں اندرراں راہ می خرامید سراپا محو شوق آں صاحب دی
چوں مجنوں در ہوائے عشق لیلے بملتان در رسید آں محو لیلے

جب وہ مست بادہ الست حضرت رکن الدین ابوالفتح کی زیارت سے جو ابھی طفل شیر خوار تھے مشرف ہوئے تو افزدنی جوش وشوق سے کہ شاید اس شیر بیشہ ولایت کی حد بلوغت تک عمر فرصت نہ دے حضرت غوث العالمین سے عرض کی حضور مجھے ابھی سے ہی غلاموں میں شرکت کا شرف بخشیں حضرت غوث بہاؤالدین زکریا نے حمید الدین حاکم کا ہاتھ پکڑ کر حضرت رکن الدین کے ہاتھ میں دے دیا حمید الدین حاکم شکرانہ الٰہی بجالائے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت قطب الاقطاب جد بزرگوار کے حضور میں پلنگ کے عین سامنے مولانا محمد مؤذن مسجد کے ساتھ خوش طبعی فرمار ہے تھے کہ نماز کا وقت آ گیا مولانا محمد اٹھ کر جانے لگے تا کہ مسجد میں جا کر اذان دیں لیکن شیخ رکن الدین نے ان کا دامن پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچا دو تین مرتبہ انہوں نے دامن چھڑانے

کی کوشش کی لیکن ہر دفعہ قطب الاقطاب پکڑ لیتے دفعتاً حضرت بہاؤالدین زکریا کی نظر پڑ گئی پوچھا مولانا کیا بات ہے۔

عرض کیا حضور نماز کا وقت ہو چکا ہے اذان دینے کے لئے اٹھتا ہوں مگر مخدوم زادہ دامن نہیں چھوڑتے حضرت شیخ اسلام نے فرمایا کہ وہ کس طرح چھوڑے ابھی تو عرش کے مؤذن نے بھی اذان نہیں دی۔

جب حضرت غوث العالمین نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے تو یہ نونہال بھی ہمراہ ہوتا نماز شروع ہوتی تو آپ دروازے میں کھیلتے رہتے ایک دن غوث بہاؤالدین زکریا نماز سے فارغ ہو کر جب دروازے کے قریب آئے تو دیکھا کہ قطب الاقطاب نے دوزخی اور جنتی نمازیوں کے جوتوں کی الگ الگ قطاریں لگا رکھی ہیں عوام تو اس نکتہ کو کیا جانتے تھے خواص نے البتہ اپنے اپنے ذہنوں پر زور دینے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ وہ نتیجہ نکالتے حضرت غوث العالمین نے جوتے غلط ملط کرا دیئے اور باہر نکل کر پیار سے سمجھایا بابا ایسا نہ کرو اللہ جل شانہ کے راز فاش کرنا ہمارے نزدیک گناہ ہے۔

منقول ہے کہ آپ کے خلیفہ اعظم سلطان حمید الدین حاکم مومبارک سے گاہے بگاہے اپنے شیخ طریقت کو ملنے آیا کرتے تھے ان کے ملنے کا طریقہ عجیب ہوتا آپ ڈیوڑھی میں بیٹھ جاتے دایہ قطب الاقطاب کو اٹھا لے آتی حضرت مرشد کو گود میں لے کر پیار کرتے ان کے قدموں کو سر آنکھوں سے لگاتے اور خوبصورت پیڑھی میں بٹھا کر دونوں دروازے بند کر دیتے کافی دیر تک تخلیہ رہتا پھر دروازے کھول دیئے جاتے اور دایہ قطب الاقطاب کو واپس لے جاتی ایک مرتبہ دایہ کو خدا معلوم کیا سوجھی کہ اس نے دروازے سے جھانک کر اندر دیکھنے کی کوشش کی اور وہ دیکھ کر حیران رہ گئی

کہ ڈیوڑھی میں قطب الاقطاب تو تشریف نہیں رکھتے لیکن ایک سفید پوش بزرگ بیٹھے سلطان حمید الدین حاکم سے مصروف گفتگو ہیں دایہ گھبرا گئی اور بھاگ کر بی بی صاحبہ سے یہ واقعہ عرض کیا انہوں نے قریب بلا کر کہا نیک بخت تو ایک قطب کی دیکھ بھال کر رہی ہے یہ راز کی بات ہے کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اتنے میں دروازہ کھل گیا ام المریدین بی بی راستی ڈیوڑھی تک تشریف لے گئیں سلطان التارکین تو رخصت ہو چکے تھے اور چار سال کا معصوم بچہ ہاتھ میں کھلونا لئے مسکراتا ہوا گھر کو چلا آ رہا تھا بی بی نے آگے بڑھ کر نور نظر کو اٹھالیا اور پیار کرتیں اندر تشریف لے آئیں۔

آپ کا مقبرہ تاریخی اور تعمیری خصوصیات کے باعث بجا طور پر ملتان کی قدیم عظمت کا نشان کہا جاتا ہے یہ گنبد محیط کے اعتبار سے ایشیاء کا دوسرا سب سے بڑا گنبد ہے یہ عظیم الشان عمارت اسلامی تعمیر کا حسین امتزاج ہے اور اپنی خوبصورتی کے باعث زائرین کی نگاہیں خیرہ کر دیتی ہیں یہ مقبرہ سلطان غیاث الدین تغلق نے حضرت غوث العالمین کے قرب میں دفن ہونے کی خاطر اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کرایا تھا مگر اتفاق سے سلطان کی موت دہلی میں واقع ہوئی جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے سلطان کو دہلی میں دفن کیا گیا سلطان کے جانشین محمد شاہ تغلق نے جو حضرت رکن الدین کا معتقد تھا مقبرہ حضرت کو دے دیا آپ اسے عبادت گاہ کے طور پر استعمال فرماتے رہے مگر محض اس خیال سے کہ ممکن ہے اس کی تعمیر بیت المال کے روپے سے کی گئی ہو دفن ہونا پسند نہ فرمایا زندگی کے آخری لمحات میں آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے جدامجد حضرت غوث العالمین کے قدموں میں دفن کیا جائے وصیت کے مطابق آپ کو حضرت بہاؤالدین زکریا جد بزرگوار کی پائنتی دفن کیا گیا مگر بعد میں حضرت سلطان فیروز شاہ تغلق دہلی سے ملتان آیا تو اس نے تمام حال معلوم کر کے صاحب سجادہ

حضرت کے حقیقی برادر کو اس بات کا یقین دلایا کہ اس مقبرہ کی تعمیر بیت المال سے نہیں ہوئی بلکہ سلطان غیاث الدین تغلق نے اپنی ذاتی آمدنی سے جبکہ وہ دیپال پور کے گورنر تھے تعمیر کرایا تھا لہٰذا فیروز شاہ تغلق نے حضرت کے تابوت کو خود کندھا دے کر اس مقبرہ میں منتقل کیا اس وقت ہزاروں کی تعداد میں مریدین وعوام موجود تھے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد یوں تو کافی ہے مگر خاص خاص خلفاء کے اسم گرامی یہ ہیں۔

سلطان التارکین حمید الدین حاکم مخدوم جہانیاں جہاں گشت بخاری حاجی صدرالدین چراغ ہند شیخ وجیہہ الدین سیاح نامی مولانا ظہیرالدین مولانا علی بن احمد غوری شیخ عمر غوری۔

حضرت سخی شاہ حبیب اللہ

یہ خانقاہ بیرون دولت گیٹ ملتان واقع ہے عمارت نہایت پختہ وخوشنما ہے بیان کیا گیا ہے کہ اصل میں یہ شاہ جہاں بادشاہ کے بیٹے (از شکم تاج بی بی جن کا مقبرہ آگرہ میں ہے) تھے آپ کا نام اصل سلطان شجاع ہے مگر لوگوں میں شاہ حبیب کے لقب سے مشہور ہوئے آپ کا فیضان عام تھا بہت سے لوگوں نے جبہ خلافت آپ سے پایا۔

شاہ چراغ پنڈی والے شوق الٰہی والا بہاولپور اور فقیران رسول شاہی جو لاہور میں مقیم ہیں آپ کے مریدوں میں سے ہیں۔

حضرت جمال الدین ابوالحسن سید موسیٰ پاک شہید ملتانی

حضرت موسیٰ پاک شہید کی ولادت باسعادت ۹۵۲ھ شہر معرفت اوچ شریف

میں ہوئی آپ کے مورث اعلیٰ حضرت محمد غوث گیلانی ہیں جو شیخ عبدالقادر گیلانی کی اولاد سے تھے۔

ابوالفضل تاریخی مادہ ہے سلطان المحققین عمدہ الواصلین قطب العالم جمال الاسلام القاب ہیں ابوالحسن کنیت ہے آپ کے والد ماجد نے زندگی ہی میں مسند آرائی اور خلافت کیلئے نامزد فرمایا ہے اسی وجہ سے بعد الوفات والد صاحب سجادہ ہوئے۔

حضرت سید موسیٰ پاک شہید کو قدرت نے بہت ہی اعلیٰ جبلی صفات سے سرفراز فرمایا تھا چنانچہ آپ نے تمام علوم متداولہ اور قرآن و حدیث بچپن ہی میں نہایت قلیل عرصہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔

بعد ازاں علم باطنی میں بھی کمال پیدا کیا آپ زہد و ریاضت کے پابند تھے رات بھر عبادت میں گزار دیتے تھے کہتے ہیں کہ اس ڈر سے نیند نہ آجائے اور عبادت میں کوتاہی ہو آنکھوں میں نمک ڈال لیا کرتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جد امجد سے پہلے فیض حاصل ہوا اور بعد ازاں میں ہر وقت والد گرامی کی خدمت میں حاضر رہتا طفولیت میں بھی مجھے یہ شوق تھا کہ جہاں تک ہو سکے یاد مولا از ہمہ اولی ہے مجھے یاد ہے کہ میرے والد قدس سرہ میری یہ کیفیت اور ریاضت دیکھ کر فرماتے۔

''کہ بابا نرود شد کہ از دوستاں حق شوی''

فرماتے اگرچہ استاد کے پاس میں نے کافیہ تک تعلیم حاصل کی لیکن تائید غیبی نے مجھ سے وہ کتب فہمی کرائی کہ کسی اور کو کم نصیب ہوئی ہوگی تلاوت کلام پاک و ذکر طیبہ شوق سے کرتا ذکر کی یہ حالت تھی کہ کھانا کھانے میں تساہلی کرتا میری والدہ بعض اوقات میرے والد ماجد سے شاکی ہوتیں کہ ذکر خدا میں کھانے تک کی پرواہ نہیں

کرتے اور کھانا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔

مجھے والد صاحب فرماتے کہ بابا نفس کے آرام کے لئے بھی کچھ ہونا چاہئے ریاضت کے لئے ابھی بہت وقت پڑا ہے صبح کی نماز کے بعد والد ماجد مجھے اپنے سامنے بٹھا کر وظائف پڑھواتے اور ذکر جہر بطور قاعدہ قادری ہی کراتے میں ابھی ۹ سال کا تھا کہ آپ نے مجھے بعض اسماء الٰہی اور ادعیہ مسنون کی تلقین کی مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی وظیفہ بھی ترک کیا ہو۔

والد نے ایک دن بحالت ذوق فرمایا

''بابا کہ یہ فیض مجھے دست بدست حضرت جد امجد اعلیٰ غوث صمدانی قدس سرہ سے پہنچا ہے ہاتھ دراز کہ میں نے نہایت مسرت سے اپنے ارادے کا ہاتھ حضور کے دست تصرف میں دے دیا اور بمرتبہ ید اللہ فوق ایدیہم کے شاہراہ کا معائنہ ہوا بوقت دستگیری فرمایا کہ جو کچھ کرو گے وہ نقد بہ نقد حاصل ہوگا شریعت کو ملحوظ رکھ کہ حقیقت کے درجہ پر پہنچنا۔ بعد ازاں خاص خرقہ مبارک وسجادہ اور تسبیح عطاء فرمایا اور ایک انگوٹھی بھی جو اس وقت آپ پہنے ہوئے تھے۔

صاحب بحر السرائر فرماتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ سیدی وسندی وشیخی شکات مصباح الاحدیہ مرتہ الجمال الحقیقہ المحمدیہ النور الاظہر والسرہ سید جمال الدین ابوالحسن سمنی الکلیم سید موسیٰ شہید قدس سرہ نے کس قدر کمالات علیہ واستعدادات علیہ حاصل کر لئے تھے اور کس انداز پر قابلیت واستحقاق آپ کے جوہر نفیسہ میں مندرج تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ قطب الدین سید الٰہی شیخ موسیٰ پاک شہید قدس سرہ خلق وخلق دونوں میں وارث محبوب خدا سرور عالم

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء تھے علماء نے لکھا ہے کہ ہر محدث وفقیہہ پر جو ہندوستان پنجاب میں ہوئے اس بزرگ کا احسان ہے جس کا شکر لازمی ہے اس وجہ سے کہ پہلے پہل علم وحدیث شریف اس دیار میں آپ کی بدولت مشہور ہوا۔

حطتہ فی ذکر الصباح السنہ میں شیخ عبدالحق محدث جو سید موسیٰ پاک کے مرید تھے انہوں نے لکھا ہے اول من جاء بعلم الحدیث فی الھندا لینے پہلا وہ شخص جو علم حدیث کو ہند میں لایا۔

خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ

حضرت سید موسیٰ پاک شہید عانی مقام ہادی خاص وعام ہدایت وارشاد کی صفات سے موصوف اور زہد وریاضت میں مصروف تھے اپنے وقت میں لاثانی تھے ممالک ہند میں کوئی ان کا مثل نہ تھا آپ نسبت اولادی کے ماسوا حضرت غوث صمدانی سے روحانی نسبت بھی تھی جو اہل خصوصی کو ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے بڑے بھائی شیخ عبدالقادر کی خواہش تھی کہ والد بزرگوار اسے خلیفہ بنائیں لیکن جب سجادگی حضرت سید موسیٰ پاک شہید کو مل گئی تو بھائی نے کسی طریقے سے والد صاحب کو مجبور کر کے انہیں سندھ کی جاگیر پر بھجوادیا جب والد صاحب کا انتقال ہوا تو شیخ عبدالقادر نے خلافت کے متعلق جھگڑا کر دیا اور جب معاملہ طول پکڑ گیا تو مقدمہ شہنشاہ اکبر کے سامنے پیش ہوا مگر بعض باتوں پر شیخ عبدالقادر بادشاہ سے بگڑ گئے اور خلافت کا دعویٰ ترک کر کے اوچشریف واپس آکر متوکلانہ زندگی بسر کر دی۔

آپ کا دور بڑا پرفتن تھا ہر طرف بے چینی پھیلی ہوئی تھی ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا قزاق اور رہزن ملک میں تباہی پھیلا رہے تھے انہیں قزاقوں کے

ایک گروہ نے حضرت کے ارادات کیشوں کی ایک بستی پر حملہ کر دیا آپ کو خبر ہوئی تو ان قزاقوں کی گوشمالی کے لئے ہاتھی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے قزاق آپ کی سواری دیکھ کر فرار ہو گئے لیکن ایک لنگاہ نے چھپ کر آپ پر ایک تیر چھوڑا جو حضور کے وجود کرامت آلود کے پہلو میں لگا جو جاں ستاں ثابت ہوا۔

چنانچہ آپ ۸۵ سال کی عمر میں ۲۳ شعبان ۱۰۰۱ھ میں شہید ہوئے اور آپ کو بمقام اوچ پائیں والد ماجد دفن کیا گیا کچھ عرصہ بعد آپ کے والد ماجد نے کسی صالح کو خواب میں فرمایا کہ

فرزند قطب زماں ہے اسے ہمارے پایاں سے نکال کر دوسری جگہ رکھنا بہتر ہے۔

بموجب ارشاد خیر العباد وہاں سے مہنگے ہٹی لائے گئے اور وہیں خانقاہ بنائی گئی آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ حامد گنج بخش ملتان رہتے تھے اس واقعہ کے ۱۵ سال بعد مہنگے ہٹی سے آپ کو ملتان لایا گیا۔ باوجود اس کے کہ اتنا عرصہ گزر چکا تھا مگر وجود مسعود بالکل متغیر نہ تھا عالم حیران تھا کہ عجب ماجرا ہے اور اسی بقعہ شریف میں جہاں اب آپ اسودہ ہیں اور بھی تقدس مآب حضرات دفن ہیں لیکن جس قدر انوار تجلیات ولمحات اس مقدس بارگاہ پر ہوتا ہے اور جس قدر زائرین کا انبوہ اس درگاہ پر ہوتا ہے وہ صاحب روضہ کی امتیاز عالیشان کی کافی دلیل ہے آپ کا مزار شہر ملتان کے درمیان بطرف جنوب اندرون پاک گیٹ لب بازار واقع ہے۔

کہتے ہیں چونکہ موسیٰ پاک شہید کی سواری بعد الوفات مہنگے ہٹی سے اسی دروازے سے نمودار ہوئی تھی اس لئے اس دروازہ کا نام پاک گیٹ مشہور ہوا۔ اسی طرح مستورات اور حرم محترم کا ورود اس دروازہ سے ہوا جو غربی طرف ہے اس لئے وہ

دروازہ حرم دروازہ مشہور ہے۔

روضہ مقدس کا ایک حصہ غربی دیوار ڈال کر الگ کیا ہوا ہے جن میں وہ مستورات مدفون ہیں جو آپ کے ساتھ ملتان آئی تھیں روضہ کے آگے شرقی سمت داخلی وخارجی زائرین کے لئے ایک دلانچہ ہے جس میں مجاورین کی نشست ہوتی ہے اس کے آگے صحن ہے اس صحن کے دائیں بائیں قبور سادات ہیں صحن کے شمالی حصہ میں آم کا ایک درخت ہے جو حضور موسیٰ پاک کے زمانہ کی یادگار ہے۔

روضہ کے تین دروازے اور ایک جالی مقدسہ ہے دو دروازے بطرف شمالی واقع ہیں اور جالی وسط میں ہے جالی کے غرب والا دروازہ مستورات مدفونہ کے حصہ میں ہے جو مسدود دانہا ہے جو دروازہ شمال کی طرف ہے وہ محرم اور عیدین کو مفتوح ہوتا ہے۔

ملتان واطراف کے باشندگان باب النبی میں داخل ہو کر فیضیاب ہوتے ہیں کہ بزرگان سادات گیلانی کا مشہدہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بارہا اسی دروازہ کے راستہ روضہ منورہ میں قدوم سمیت جلوہ افگن ہوا ہے اور اسی وجہ سے اس کو باب النبی یا بہشتی دروازہ کہتے ہیں شرقی دروازہ زائرین کی آمدورفت کا ہے۔

بحرالسرائر میں سید سعداللہ رضوی زیب قلم کرتے ہیں کہ سید جمال الدین موسیٰ پاک شہید قدس سرہ العزیز کے چار صاحبزادگان تھے شیخ حامد گنج بخش سید جان محمد سید عیسیٰ وسید یحییٰ امسنداز شاد صاحبزادہ اول کوملی صاحبزادہ اول و دوم کے مزار حضرت موسیٰ پاک شہید کے دائیں بائیں ہے اور سید عیسیٰ وسید یحییٰ المعروف بہ ترتیب پیر عنایت ولایت ونواب تخی کی مزارات اندرون حرم گیٹ واقع ہیں۔

حضرت سید موسیٰ پاک شہید ملتانی کا عرس ۲۲ شعبان کو نہایت تزک واحتشام

سے ہر سال منایا جاتا ہے جس میں کثرت سے زائرین شامل ہوتے ہیں۔

حضرت شمس الدین سبزواری رحمتہ اللہ علیہ

شمس الفقراء حضرت شمس الدین سبزواری اپنے وقت کے کاملین میں سے تھے آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید صلاح الدین تھا آپ کی پیدائش ۵۶۰ھ غزنی کے ایک شہر سبزواری میں ہوئی اس وقت عراق پر محمد یار مرزا کی حکومت تھی۔

حضرت شمس الدین سبزواری کا سلسلہ نسبت حضرت امام جعفر صادق سے اس طرح ملتا ہے۔

محمد سبزواری بن صلاح الدین بن سید علی ملقب اسلام الدین بن سید عبدالمومن بادشاہ افریقہ بن سید علی خالد الدین بن سید محمد محبّ الدین بن سید محمود سبزواری بن سید محمد بن ہاشم علی بن سید احمد ہادی بن سید منتظر باللہ بن سید عبدالمجید بن سید غالب الدین بن سید محمد منصور بن اسماعیل ثانی بن سید محمد علفی بن سید اسماعیل اعراج اکبر بن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام۔

ہوش سنبھالنے پر حضرت شمس الدین کو ان کے چچا عبدالہادی کے سپرد کر دیا گیا جو شاہ مراکو کے پوتے اور متجر عالم تھے انہوں نے آپ کو بڑی توجہ سے تفسیر فقہ حدیث اور دوسرے علوم ظاہری سے بھی آراستہ کر دیا۔ ۵۷۹ھ میں جب سید صلاح الدین تبلیغ کے لئے بدخشاں روانہ ہوئے تو شمس سبزواری کو بھی ساتھ لے گئے اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی۔

بدخشاں میں تبلیغ کے بعد تبت کو چک کو گئے اور لوگوں کو اسماعیلی تبلیغ کا درس دیا وہاں سے کشمیر کا رخ کیا جہاں سورج پرست رہتے تھے۔ باپ بیٹے کی کوششوں سے اس

علاقے کے ہزاروں افراد نے ان کے عقائد کو قبول کیا اس علاقے کی چنگڑ قوم نے آپ کو پریشان کیا مگر یہ لوگ بہت جلد مطیع ہو گئے۔

۵۸۶ھ کو باپ بیٹا واپس اپنے وطن سبزوار آئے شمس الدین سبزواری نے شادی کی اور ان کے فرزند تولد ہوئے جن کے نام نصیر الدین محمد اور سید علاؤ الدین احمد تھے سید علاؤ الدین احمد زندہ پیر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ شمس سبزواری کو تبریز بہت پسند تھا چنانچہ ۶۰۰ھ میں والد کی اجازت سے تشریف لے گئے اور متعدد مقامات پر تبلیغ میں مصروف رہے۔

اس عرصہ میں اسماعیلی مرکز الموت ختم کردیا گیا اور خلافت عباسیہ تباہ ہو گئی تو سید صلاح الدین بھی اپنے عقائد کی پاداش میں روایتاً ۶۶۴ھ کو قتل ہو گئے شاہ شمس کے لئے ہجرت کے سوا چارہ نہ رہا۔

سبزواری سے بغداد آئے وہاں طوائف الملو کی پھیل گئی تھی ان دنوں احمد نکودر فرمانروا تھا علماء وقت کو آپ کے خیالات سے اختلاف ہو گیا چنانچہ ان علماء کا بادشاہ پر خاصا اثر پڑا اس لئے ان پر کفر کا فتوی لگا کر شاہی حکم سے شہر بدر کر دیا اور کاظمین چلے آئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد ہندوستان کی سرحد میں داخل ہوئے اور ملتان کا رخ کیا۔

ملتان میں اسماعیلیوں کا اقتدار کئی سو سال رہا تھا اگرچہ ان دنوں میں ختم ہو چکا تھا مگر پھر بھی کچھ اعتقادی کشش باقی تھے آپ کی ملتان آمد ۷۴۵ھ بیان ہوتی ہے تقریباً دس سال بعد انتقال کر گئے آپ کی مساعی کی وجہ سے کسی حد تک اسماعیلی رسوم اور ہندو عقائد میں ہم آہنگی کے باعث کئی ہندو گھرانے مسلمان ہوئے اور شمسی کہلائے۔ یہ لوگ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک ہندوانہ ناموں اور رسموں کے

ساتھ شمسی مسلمان سمجھے جاتے تھے۔

حضرت شاہ شمس سبزواری کے متعلق کئی روایات مشہور ہیں بقول صاحب تذکرہ الملتان شاہ شمس صوفی بزرگ تھے۔

اس نظریہ کی تائید میں مؤلف تاریخ ملتان نے مزارات اور ملحقہ مسجد پر معروف شعر۔

چراغ و مسجد و محراب و منبر

ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

کے ثبت ہونے کا حوالہ دیا ہے موجودہ مزار اور مسجد ۱۱۹۴ھ میں تعمیر ہوئی۔ان پر ایسے شعر کا لکھا جانا جو عام طور پر لکھا جاتا ہے صاحب مزار کے عقائد کا ثبوت نہیں ہوسکتا بلکہ بنانے والے کے خیالات کا دخل ہوسکتا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ اسماعیلی قرامطی داعی تھے یہ روایت زیادہ قرین قیاس ہے آپ کے صاحبزادے سید نصیر الدین کا مزار لاہور میں ہے اور دوسرے صاحبزادے سید علاؤالدین احمد کی کوئی اولاد نہ تھی سید نصیر الدین کی اولاد میں سے حسن کبیر الدین نے بھی تبلیغ کا کام کیا ان کا مزار اوچ شریف ضلع بہاولپور میں ہے ان کے فرزند عالم شاہ المعروف جتو شاہ کا مزار شاہ شمس کے غربی پہلو میں ہے۔

حسن کبیر الدین کی اولاد سے سید علی اکبر سورج میانی ملتان میں مدفون ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اسماعیلی اعتقاد کی وجہ سے روضہ بھی مابہ نزاع رہا بیان کیا ہے کہ اسماعیلی فرقہ کے رہنما آغا خاں سوم (سلطان محمد شاہ) نے اوائل عہد انگریزی میں اس روضہ کے حصول کے متعلق دعویٰ بھی کیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔

تقریباً سو سال بعد ۱۹۶۰ء میں موجودہ آغا خاں پرنس کریم جب ملتان آئے

توانہوں نے روضہ پر زیارت کا قصد کیا مگر نزاع کی وجہ سے متولیوں نے اجازت نہ دی۔

مشہور ہے کہ آپ نے احمد نکودر اور بادشاہ بغداد کے لڑکے کو زندہ کر دیا تھا اور بعد اسے اپنے ساتھ ملتان لائے تھے۔ اس روایت کے ثبوت میں ضلع جھنگ میں نکودر ریلوے سٹیشن کا نام لیا جاتا ہے ایسی لفظی مشابہت ضعیف دلیل ہے کیونکہ مشرقی پنجاب ضلع جالندھر میں بھی نکودر تحصیل ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی آمد شیخ بہاؤالدین زکریا کو بھی ناگوار گزری تھی حضرت زکریا نے دودھ کا لبالب پیالہ بھیجا ہے تاکہ واضح ہو ملتان پہلے ہی اولیاء سے پر ہے مگر حضرت شمس نے اس پر گلاب کا پھول رکھ دیا جس سے یہ جتانے کی کوشش کی کہ ہم ان میں پھول کی مانند رہیں گے۔

یہ جواب حضرت بہاؤالدین زکریا کو ناگوار گزرا اور لوگوں کو ان کی پذیرائی کی ممانعت کر دی۔ جس پر انہوں نے اپنے ہمراہی کی بھوک رفع کرنے کے لئے ایک ہرنی یا فاختہ جنگل سے بلائی اور اس کی ایک بوٹی کاٹ کر آفتاب کو سوا نیزے کے برابر منگایا تاکہ بوٹی بھون لیں اور پھر آفتاب کو واپس کر دیا۔

مردہ زندہ کرنے کی کرامات ملتان کے دو اور اولیاء سے بھی منسوب ہے اور فقط اعتقاداً ہی صحیح سمجھی جاسکتی ہے دوسرے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا والا قصہ سوان کا سن وفات ٦٦٦ بیان کیا جاتا ہے۔ اس لئے اغلب ہے کہ شاہ شمس کے ملتان میں وارد کے وقت حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا موجود نہ تھے۔ لہٰذا یہ روایت بر سبیل افسانہ ہے باقی رہا آفتاب کا سوا نیزہ پر منگانا اگر یہ واقعہ پیش آتا تو ملتان کا خطہ زمین جھلس نہ جاتا۔

آپ کا نام شمس تبریزی غلط مشہور ہو گیا ہے آپ سبزواری ہیں محمد دین فوق

مولف شمس تبریز مطبوعہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۵ پر تحریر کرتے ہیں۔

مولانا شمس تبریز کے والد بزرگوار کا نام علاؤالدین تھا اور ملتان والے شمس سبزواری ہیں ان کا شمس تبریزی نام غلط مشہور ہو گیا ہے دراصل ان کا نام مخدوم شمس الدین محمد سبزواری تھا سبزوار (علاقہ غزنی) میں امام جعفر صادق کے لڑکے امام اسماعیل کی اولاد سے ۵۶۰ میں پیدا ہوئے اور ملتان میں ان کی آمد ۶۷۴ھ ہے۔

حضرت شاہ یوسف گردیز ملتانی

کنیت ابوالفضل اور لقب آپ کا جمال الدین ہے اسم گرامی شاہ یوسف ہے۔ لوگ آپ کو عام طور پر شاہ گردیز کہتے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت قصبہ گردیز جو غزنی کے قریب واقع ہے ۴۵۰ھ میں ہوئی گو تاریخ پیدائش پر بعض کتب میں اتفاق نہیں ہے مگر تقریباً یہی درست قرار دی گئی ہے جو درج ہے۔ آپ کے جد امجد حضرت شاہ قسور گردیزی کا مزار بھی اسی قصبہ میں ہے آپ کا نسب سید کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ یوسف جمال الدین گردیزی بن سید حضرت ابوبکر بن حضرت شاہ قسور گردیزی بن شیخ ابی عبداللہ محمد غزنوی بن شیخ حسین بن امام محمد مشکان بغدادی بن امام علی بن سید حسین بن علی الخارصی بن امام محمد دیباج بن امام المومنین حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب اور والدہ محترمہ سے نسب آپ کا سید النسائی بنت حضرت رسالت مآب محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملتا ہے۔

آپ کے جد امجد مخدوم علی قسور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ گردیز ملتانی کو تمام مدارج روحانی طے کرائے آپ کی والدہ محترمہ نے بھی

اپنے فیضان نظر سے انہیں نوازا۔ ان بزرگوں سے روحانی فیض حاصل کرنے کے بعد آپ سیر و سیاحت کے لئے نکلے۔ آپ نے ایران توران اور روم و شام کا سفر کیا اس دوران میں عازمان حق اور سالکان جادہ مستقیم سے ملاقاتیں کیں اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیں اس طرح آپ صاحب تصرفات ظاہری و باطنی حامل محاسن صوری و معنوی اور وحید العصر بن گئے۔

والد محترم کی وفات کی خبر سن کر سیر و سیاحت ترک کر کے اپنے جد امجد کی خدمت میں رہنے لگے اکثر اوقات گوشہ نشینی میں گزارتے اور خلوت میں عبادت و اطاعت الٰہی میں ایک گونہ مسرت و راحت محسوس کرتے تھے لیکن جب خلوت سے جلوت میں آئے تو آپ سے کرامات ظہور پذیر ہوتیں ان کرامات کو دیکھ کر آپ کے دادا آپ کو پند و نصاح کے ذریعے ایسی باتوں کے اظہار سے منع کرتے تھے لیکن آپ نے صغر سنی میں جو ریاضتیں اور مجاہدے کئے تھے ان کے باعث غیر ارادی طور پر کرامتوں کا ظہور ہو جاتا تھا۔

اسی ضمن میں ایک روایت ہے کہ آپ کے دادا حضرت شاہ علی قسور کے چند ارادات کیش ایک بیمار و علیل بچہ کی صحت یابی کے لئے دعا کرانے حاضر ہوئے آپ نے دعا کرنے سے گریز کیا اور اس کے ورثاء کو مشیت ایزدی پر شاکر و صابر رہنے کا مشورہ دیا چنانچہ وہ لڑکا قضائے الٰہی سے انتقال کر گیا اس کے مرنے سے ورثاء پر قیامت صغریٰ گزر گئی وہ رونے لگے ان کی یہ گریہ زاری حضرت شاہ یوسف گردیز کو متاثر کئے بغیر نہ رہ سکی آپ نے بارگاہ کبریا میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بچہ زندہ ہو گیا۔ اس واقعہ کو سن کر آپ کے دادا جان نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اپنے یہاں سے حضرت شاہ گردیز کو رخصت کر دیا چنانچہ آپ سیر و سیاحت کرتے وارد ملتان

ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار فرمائی بہت سے دیگر بزرگان کرام اور صلحاء امت کی طرح آپ شیر پر سواری کرتے اور ایک سانپ بطور کوڑے کے استعمال فرماتے گویا یہ آپ کی ادنیٰ کرامت تھی مندرجہ ذیل شعر اس بات کی تائید کرتا ہے۔

دانی سوار شیر کہ در دست مار کرد

مخدوم شاہ یوسف ایں جاقرار کرد

حضرت شاہ گردیز کی ملتان میں آمد تقریباً ۴۸۱ھ میں ہوئی ان دنوں ملتان اندرونی و بیرونی آفات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ دریائے راوی اس وقت جہاں اب حضرت کا مزار ہے بہتا تھا۔ آپ کی برکت سے دریا نے رخ تبدیل کرلیا اور ملتان شہر پھر سے تیسری بار آپ کے حجرہ عبادت کے اردگرد آباد ہوا موجودہ ملتان آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔

جمال یوسف میں ہے کہ آپ کا ایک مرید تاجر پیشہ تھا ایک مرتبہ وہ بہت سا روپیہ آپ کی نذر کے لئے لایا مگر آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ تاجر بہت غمگین ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ میں تو اس قدر مال لایا ہوں مگر آپ نے توجہ نہیں فرمائی کاش میں یہ لاتا ہی نا۔ حضرت بغور ولایت اس کے خیال سے آگاہ ہو گئے اور ایک خادم کو اشارہ فرمایا کہ آفتابہ لے آؤ جب آپ نے وضو کرنا شروع کیا تو جو قطرہ پانی کا نیچے گرتا تھا وہ دانہ مروارید بن جاتا تاجر یہ دیکھ کر بہت شرمندہ ہوا اور معافی مانگی۔

ایک دن آپ اپنے احباب میں بیٹھے تھے ایک شخص نے پوچھا مجھے تعجب ہے کہ دنیا ظالموں اور فاسقوں کے ہاتھ میں ہے اور آپ کے پاس نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو سمجھتا ہوگا کہ ہم مانگتے ہیں اور ہم کو ملتی نہیں ہاتھ بڑھا کر چند سنگریزے اٹھا کر واپس زمین پر گرادیئے جو زمین پر گرتے ہی سونا بن گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں چاہتا تو تمام جہاں کے پہاڑوں کو حکم الٰہی خالص سونے کا بنادوں لیکن یہ میری خواہش نہیں۔

ایک دن آپ کنوئیں پر جو آپ کے حجرہ مبارک کے قریب تھا پہنچے اس روز اتفاقاً اس کنوئیں کے بیل مر گئے تھے اور کنواں بند پڑا تھا آپ نے فرمایا کہ جو خدا بیلوں سے کنوئیں کو جاری کرتا ہے وہ قادر ہے کہ بغیر بیل کے بھی اس کو جاری رکھے آپ کے اتنا کہتے ہی کنواں خود بخود جاری ہو گیا اور مدت دراز تک بغیر بیل کے چلتا رہا۔

شیخ عبدالصمد جو آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بغرض زیارت حضرت مخدوم قدس سرہ حجرہ اقدس پر گیا تو دروازہ اندر سے بند پایا میں کچھ دیر رک گیا کہ دروازہ کھلے تو اندر جاؤں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جماعت حجرہ میں سے نکلی جو تمام سفید لباس پہنے ہوئے حجرہ سے نکلتے ہی وہ زمین پر میں گئے اس وقعہ کو دیکھ کر میں گھبرا گیا میرے رونگٹے کھڑے ہوئے دروازہ کھلا اور زائرین و مریدین حجرہ میں داخل ہوئے میں بھی حیران و پریشان اندر داخل ہوا اور سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا کچھ دیر بعد میں نے آپ سے دریافت کیا حضرت یہ کون لوگ تھے جو ابھی حجرہ مبارک سے باہر آئے ہیں اور غائب ہوئے آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا یہ تمہارے پیر بھائی تھے اور قوم جنات سے تعلق رکھتے تھے میں نے دریافت کیا کہ جن بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں جن بھی آتے ہیں جو علوم دینیہ و معارف یقینیہ مجھ سے سیکھتے ہیں جیسے تم لوگ علوم دینیہ سیکھتے ہو۔ منقول ہے کہ ایک روز ایک درویش صاحب جمال حضرت شاہ گردیز کے عشق و محبت میں سرشار بیعت کرنے کی خاطر ملتان آیا یہاں آ کر معلوم ہوا کہ حضرت شاہ گردیز وصال فرما چکے ہیں مزار پر پہنچا اور رو رو کر عرض کی حضور میں تو بیعت کی خاطر حاضر ہوا تھا مگر آپ کی زیارت نصیب میں نہ تھی آپ وصال فرما چکے ہیں یکا یک قبر سے آواز آئی مایوس نہ ہو آؤ بیعت کر لیں اس آواز کے ساتھ ہی آپ کا ہاتھ مبارک

قبر سے باہر نکلا اس درویش نے مصافحہ کر کے مریدی اختیار کی اس بات کا چرچا
سارے شہر میں ہو گیا لوگ جوق در جوق مزار اقدس پر جمع ہونا شروع ہو گئے اور حضرت
کی دست بوسی سے مشرف ہوتے رہے۔ چالیس سال تک اس خرق عادت کا ظہور
جاری رہا اس عرصہ میں جو شخص زیارت کی خاطر حاضر ہوتا حضرت کا ہاتھ مزار سے باہر
نکل آتا اب تک وہ سوراخ مزار شریف میں موجود ہے یہ زمانہ جب آپ کا ہاتھ مزار
سے باہر آتا تھا حضرت شیخ الاسلام صدرالدین عارف کا تھا آپ چونکہ مشترع اور پابند
احکام شرعیہ تھے یہ نہیں چاہتے تھے کہ عالم برزخ کے حالات لوگوں پر ظاہر ہوں اس
لئے آپ حضرت شاہ گردیز کے مزار پر آئے اور فرمایا شاہ یوسف شریعت حقہ کی خلاف
ورزی نہ کرو اور اپنا ہاتھ قبر میں کر لو کیونکہ یہ سراسر دراز دستی ہے حضرت شیخ الاسلام کے
کہنے پر آپ نے ایسا کرنا بند کر دیا۔

آپ ایک مدت تک اہل ملتان اور دیگر خطوں کے لوگوں کو اپنی روحانی فیوض
و برکات سے نوازتے رہے آخر ۸۱ سال کی عمر میں اس دار فانی سے آپ دارالبقا کو
سدھارے آپ کو اسی حجرہ مبارک میں دفن کیا گیا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے
آپ کا مزار بوہڑ گیٹ کے اندر محلّہ شاہ گردیز میں واقع ہے جو اپنے حسن و جمال وفن
تعمیر کا بہترین نمونہ ہے آپ کے مقبرہ کے باہر شمالی طرف ایک چبوترہ ہے جس میں
ایک پختہ خشت پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قدم مبارک ثبت ہے اکثر سیاح روضہ پر
حاضر ہو کر قدم مبارک کے نشان کی زیارت بھی کرتے ہیں۔

حضرت پیر جیون سلطان

(واقع موضع ریڑ تحصیل لودھراں)

آپ قوم مہار سے ہیں اور حضرت پیر شیر شاہ مخدوم سید علی محمد صاحب شیر شاہی کے خلیفہ میں سے ہیں کہروڑ سے جانب لودھراں کے فاصلے پر آپ کا مزار پرانوار ہے جہاں ہر سال ماہ اپریل میں بہت بڑا میلہ لگتا ہے دور دور سے لوگ آتے ہیں آپ کو اپنے پیر کی عنایت سے سلطان کا لقب عطاء ہوا۔ آپ صاحب کرامت تھے شاہ جہاں بادشاہ آپ کا بے حد معتقد تھا آپ کے نام پر بادشاہ نے نالہ سلطان واہ کھدوایا اور بہت سی زمین بھی جاگیر میں دی۔

حضرت سلطان ایوب قتالؒ

آپ کا مزار مبارک دنیاپور میں سرکاری جنگل کے نزدیک واقع ہے۔ آپ حضرت مخدوم رشید حقانی کے پوتے تھے اپنے دادا صاحب کے حکم سے دریا کے کنارے مویشی چرایا کرتے تھے وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور کشف روحانی حاصل ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بددعا سے ایک گاؤں جس کا نام منوری تھا غرق ہوا آپ منوری سے یہاں تشریف لے آئے اور یہیں ۶۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ ۲۲ چیت کو ہر سال میلہ لگتا ہے اور سات آٹھ روز تک جاری رہتا ہے پانی کی یہاں بہت قلت تھی اب نہر کی وجہ سے آرام ہو گیا ہے پہلے عرس کے موقع پر پانی دنیاپور سے جایا کرتا تھا عرس کے موقع پر زائرین کی کثیر تعداد مختلف قصبوں سے جمع ہوتی ہے۔

حضرت حافظ محمد جمال ملتانیؒ

ملتان اسلامی ہند کی ابتداء سے سہروردیہ سلسلہ کا مرکز رہا ہے حضرت شیخ

بہاؤالدین زکریا ملتانی نے یہاں سہروردیہ سلسلہ کی ایک عظیم الشان خانقاہ قائم کی تھی کہ ملتان و منصورہ کا سارا علاقہ ان کا حلقہ بگوش ہوگیا تھا۔ صدیوں تک اس خطہ میں سہروردیہ سلسلہ کے علاوہ کسی دوسرے سلسلے کو اقتدار حاصل نہیں ہوا۔ اٹھارہویں صدی میں وہاں جس شخص نے چشتیہ سلسلے کا کام شروع کیا وہ حضرت نور محمد مہاروی کے ایک عظیم المرتبت خلیفہ حافظ محمد جمال تھے آپ علم و عمل کے بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے اگر ایک طرف روحانی اور علمی اعتبار سے ان کا پایہ بلند تھا تو دوسری طرف شجاعت و تہور مجاہدانہ جذبات اور سرفروشی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاوری نے ان کو ملتان میں چشتیہ سلسلہ کی ترویج و تبلیغ کی غرض سے حضرت شاہ فخر صاحب کے اشارہ پر متعین کیا تھا لکھا ہے۔

ایک دن شاہ فخر صاحب کی مجلس میں حضرت مہاوری بیٹھے ہوئے تھے حافظ صاحب بھی وہاں موجود تھے اس بات کا ذکر چھڑا کہ ملتان میں شیخ بہاؤالدین ملتانی کی عظمت کے سامنے کسی ولی کا تصرف کام نہیں کرتا اور کوئی شیخ وہاں نہیں جاتا اور کسی کو بیعت نہیں کرتا مولانا صاحب نے فرمایا میاں نور محمد اب تک ملتان بہاؤالحق کی ولایت تھی لہٰذا وہاں کسی دوسرے ولی کا تصرف کام نہیں کرتا تھا لیکن اب ملتان ہمارے حوالے کردیا گیا ہے لازم ہے کہ تم وہاں اپنا کوئی مرید بھیجو اور کہو کہ خانقاہ شیخ بہاؤالدین زکریا میں خلق کو مرید کرے اور اپنا تصرف کرے۔ قبلہ عالم نے دہلی سے واپسی پر حافظ صاحب کو ملتان بھیج دیا انہوں نے مولوی خدا بخش خیر پوری کو خانقاہ بہاؤالدین میں بیٹھ کر مرید کیا۔

حضرت حافظ جمال تقریباً ۱۱۶۰ھ میں ملتان میں تولد ہوئے آپ کے والد محترم اور دادا صاحب دونوں قرآن شریف کے حافظ تھے آپ کے والد گرامی کا نام

حافظ محمد یوسف اور جد امجد کا اسم گرامی حافظ عبدالرشید تھا آپ قوم کے اعوان ہیں
تواریخ میں ان بزرگوں کی زندگی کے بارے بہت کم حالات ملتے ہیں۔ حافظ صاحب
کو ابتدائی زمانہ میں پیر صاحب کا بہت شوق تھا اسی تلاش اور فکر میں حضرت شیخ رکن
الدین ملتانی کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے
ہر شب ایک کلام پاک ختم کرتے تھے اور پیر کامل کے لئے دعا مانگ کر سو جاتے ایک
رات خواب میں اشارہ پایا کہ حضرت شیخ نور محمد مہاوری کی خدمت میں حاضر ہوں
چنانچہ فوراً مہار شریف کو روانہ ہو گئے اور قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید کرنے
کی درخواست کی قبلہ عالم نے پوچھا تم نے کچھ ظاہری علم بھی حاصل کیا ہے۔

آپ نے کسر نفسی سے عرض کیا کہ قرآن پاک اور نماز روزہ سے متعلق کچھ
مسائل پڑھے ہیں قبلہ عالم کا یہ اصول تھا کہ علماء کو اپنے ساتھ ساتھ کھانا کھلاتے تھے
کھانے کے وقت جب مولوی محمد حسین نے جو قبلہ عالم کے عزیز مرید اور محرم راز تھے
حافظ صاحب کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے معانقہ کیا اور حالات دریافت کئے قبلہ عالم نے
فوراً یہ دیکھا تو دریافت کیا تم ان کو جانتے ہو مولوی محمد حسین نے عرض کی ہم دونوں نے
ایک ہی استاد سے تعلیم حاصل کی ہے یہ بڑے جید عالم ہیں ہم لوگ ان کے ساتھ
پڑھتے تھے ان کو طالب علمی کے زمانہ میں علامہ العصر کہا کرتے تھے یہ سن کر قبلہ عالم
حافظ صاحب کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا آپ نے اپنا علم ہم سے کیوں چھپایا تھا
عرض کیا۔

قبلہ من میں نے سنا ہے کہ فقراء علماء سے نفرت رکھتے ہیں لہٰذا میں نے اپنے
علم کو پوشیدہ رکھا۔

قبلہ عالم نے جواب دیا

حافظ صاحب ہم تو علماء کو چاہنے والے ہیں ہمیں علماء ہی سمجھ سکتے ہیں جاہل بے چارہ کیا سمجھے گا ہم فرقہ علماء سے بہت خوش ہیں۔

اسی دن سے حافظ صاحب قبلہ عالم کی خدمت میں حاضر رہنے لگے پیر سے تعلق رفتہ رفتہ عشق تک پہنچ گیا اور حافظ صاحب سفر وحضر میں اپنے شیخ کے ساتھ رہنے لگے عرصہ تک انہوں نے آفتابہ برداری اور وضو کرانے کی خدمت انجام دی قبلہ عالم کی خانقاہ کا لنگر کا اہتمام بھی آپ کے سپرد تھا۔

حافظ صاحب کے علمی تجر کا اندازہ ملفوظات سے ہوتا ہے وہ قرآن پاک کی آیات واحادیث کے فقرات پڑھتے تھے مریدوں سے معنی پوچھتے تھے اور خود سمجھاتے تھے ان کے علم وفضل کا یہ حال تھا کہ باریک سے باریک اور دقیق سے دقیق مسائل ان سے پوچھے جاتے تھے اور وہ نہایت شافی اور مکمل ترین جواب دیتے تھے مسئلہ وحدت الوجود سے خاص دلچسپی تھی امام اکبر اور مولانا جامی کی تصانیف پر پورا عبور تھا جس وقت اس کے غوامض ورموز سمجھاتے تو ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ایک سمندر موجیں مار رہا ہے حافظ صاحب نے ملتان میں ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا یہ مدرسہ علم وفضل کا اعلیٰ مرکز تھا خواجہ گل محمد احمد پوری نے ۲ سال تک اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اور حافظ صاحب کے سامنے زانوئے تلمند طے کیا تھا حافظ صاحب نہایت بااخلاق بزرگ تھے مناقب فخریہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

وحافظ محمد جمال ملتانی..................کمال باطن وتہذیب اخلاق وکمالات

آراستہ غریبوں کی دلجوئی کو وہ اپنا فرض سمجھتے تھے غریب اور امیر سب کے ہاں دعوتوں پر جاتے لیکن آپ غریب کے ہاں اس طرح جاتے کہ خوشی کا اثر چہرہ پر ظاہر ہونے لگتا ہے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ کوئی ایسی حرکت کرتا بھی تو

اس کو ملامت کرتے تھے ان کا دستور تھا کہ جب تک سب مریدین و متعلقین کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے تھے کبھی کھانا تناول نہ فرماتے تھے بچوں سے بڑی خوشی سے باتیں کرتے اگر کوئی بات ناگوار ہوتی تو صراحتاً منع نہیں کرتے تھے بلکہ تعریف و تمثیل سے سمجھاتے تھے اپنے پیر بھائیوں سے بڑی محبت کرتے تھے ہر دکھ درد میں ان کی امداد کے لئے تیار رہتے تھے قاضی محمد عاقل صاحب جب قید میں تھے تو انہوں نے پریشان ہو کر حافظ صاحب کو خط لکھا تھا جس میں یہ شعر اور مصرعہ لکھا تھا

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس از آنکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد
بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

یہ خط پڑھتے ہی حافظ صاحب ننگے پاؤں کھڑے ہو گئے اور قاضی صاحب سے جا کر ملے جس زمانہ میں حافظ صاحب ملتان میں جلوہ فرما تھے۔ پنجاب پر سکھوں کا تسلط تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا حافظ صاحب کے قیام کے زمانہ میں سکھوں نے کئی بار ملتان پر حملہ کیا لیکن حافظ صاحب کی زندگی میں وہ ملتان پر قابض نہ ہو سکے حافظ صاحب اگر ایک طرف عبادت اور درس و تدریس میں مصروف رہتے تھے تو دوسری طرف وہ عملی جہاں سے بھی خوب واقف تھے ان کی شجاعت ہمت اور استقلال نے مسلمانوں کے مضمحل اعضاء میں نئی روح پھونک دی تھی سکھوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ انہوں نے انتہائی مردانگی اور عالی ہمت سے کیا جب حالات بہت خراب ہو گئے تو خود میدان جنگ میں اتر آئے سکھوں کے حملہ کی اطلاع ملی تو حافظ صاحب قلعہ میں تیر و کمان لئے موجود تھے جنگ کے وقت حافظ صاحب نے قلعہ ملتان کے ایک برج سے کافروں پر تیر برسائے۔

۱۲۲۶ھ میں ایک مرتبہ پھر سکھوں نے ملتان پر حملہ کیا حافظ صاحب اس وقت ملتان میں موجود نہ تھے جب اطلاع ملی تو جلد دریا عبور کر کے معرکہ میں اپنے ملتان میں پہنچ گئے ایک مرتبہ سکھوں نے انتہائی تیاری ساز و سامان اور قوت کے ساتھ ملتان پر حملہ کیا لوگوں نے گھبرا کر ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا۔

''آواز جنگ بکفار عام است واکنوں جنگ بایشاں فرض عین کردلیس الحال بیروں نمی رویم کہ مارا دو درجہ است یکے درجہ غزا دوم درجہ شہادت''

یہ فرمانے کے بعد آپ نے مقابلے میں خود سبقت فرمائی خوف و ہراس سے وہ بالکل نا آشنا تھے اللہ پر ان کا کامل اعتماد تھا اور اسی تقویت پر وہ میدان جنگ میں کود پڑتے تھے حافظ صاحب تیراندازی میں کافی مہارت رکھتے تھے اور اس فن کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

حافظ صاحب غیر شرعی رسوم کو ناپسند فرماتے تھے ایک مرتبہ زاہد شاہ سے پوچھا کہ تم کہیں شادی کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! مگر وہ لوگ سادات سے نہیں اور ہماری برادری کے لوگ کہتے ہیں کہ شادی سادات میں کرنی چاہئے آپ نے فرمایا سادات کا نکاح غیر سادات سے شرع میں جائز ہے تو جاہلوں کے کہنے پر کیوں اعتبار کرتا ہے۔

شریعت کا خاص احترام کرتے تھے فرمایا کرتے تھے معرفت حق کا بہترین طریقہ وہ ہے جو مشائخ شریعت کا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر ذریعہ سے پہنچا ہے اور وہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھنے کا ہے اور اس پر قائم رہنے کا اور باطن کو خراب عادتوں سے صاف کرنے کا۔

حافظ صاحب اچھا لباس پہنتے تھے تہ بند کم باندھتے تھے اکثر پاجامہ پہنتے تھے

قلاہ قادری اوڑھتے تھے کرتے کا گریبان چاک رہتا تھا آپ کی ایک انگوٹھی تھی جس پر اللہ جمیل یحب الجمال کندہ تھا انگوٹھی کو ہاتھ میں نہ پہنتے تھے بلکہ ایک بٹوہ میں رکھا کرتے تھے جسے خطوط وغیرہ پر بطور مہر کے لگاتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب فارسی عربی اور سرائیکی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے چرخہ نامہ ان کی مشہور سرائیکی سی حرفی ہے اس کے علاوہ معلوم ہوا ہے کہ حضرت علامہ طالوت کے پاس حافظ صاحب کا قلمی دیوان موجود تھا جس میں حافظ صاحب کا عربی فارسی اور سرائیکی کلام تھا مگر افسوس علامہ طالوت کی ذاتی لائبریری ان کی وفات کے بعد ناقدر لوگوں میں تقسیم ہوگئی اور اس قلمی نسخے کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

حافظ صاحب کے ملفوظات بہت کثرت سے مرتب کئے گئے۔ مندرجہ ذیل ملفوظات خاص طور پر مشہور ہیں۔

فضائل رضویہ .... از مولوی عبدالعزیز

انوار جمالیہ ....

اسرار الکمالیہ .... از زاہد شاہ

حافظ صاحب کا وصال صفاوی تپ کے عارضے میں ۵ جمادی الثانی ۱۲۲۶ھ تقریباً ٦٦ سال کی عمر میں ہوا آپ کی تاریخ وفات آپ کے شاگرد اور مرید خاص منشی غلام حسن شہید نے قرآن مجید کے ان الفاظ سے نکالی۔

ان المتقین فی جنت ۱۲۲۶ھ

اور فارسی میں آپ کی تاریخ وصال اس طرح

نکالی خرد ز سال وصالش چو جست جوئے کہ

ندائے داد سروشم کہ یافت خوب وصال ۱۲۲۶ھ

آپ کا عرس مبارک ۵ جمادی الثانی کو ہوتا ہے آپ کا مزار دولت گیٹ سے کچھ دور محلہ حافظ جمال میں ہے۔

حافظ صاحب نے ۲ شادیاں کی تھیں لیکن کوئی اولاد نہیں چھوڑی حافظ صاحب چار سلسلوں میں مرید کرتے تھے لیکن طریقہ خاص ایشاں چشتیہ بود ان کے مریدوں کی تعداد بہت تھی لکھا ہے مریداں ایشاں نیز جماعت کثیر اند بعض خلفاء کے نام یہ ہیں: مولانا خدا بخش ملتانی زاہد ملتانی غلام حسن شہید قاضی عیسے خانپوری مولوی عبیداللہ ملتانی مولوی حامد صاحبزادہ غلام فرید۔

حضرت بابا ہرن شاہؒ

آپ بڑی شان و مرتبہ کے بزرگ بیان ہوتے ہیں آپ ہروقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے جنگلوں اور ویرانوں میں گھومتے رہتے کھانے پینے کا مطلق خیال نہ ہوتا کئی کئی دن فاقوں میں گزر جاتے۔

ایک دن بھوک نے سخت غلبہ کیا تو پریشان ہو گئے مگر اس شدید پریشانی میں بھی زبردست صبر کا ثبوت دیا چنانچہ انوار باطنی سے آپ کا دل روشن ہوتا گیا آپ اگرچہ خوارق و کرامات سے متصف تھے مگر ان کے اظہار سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے اور کبھی خوش نہ ہوتے تھے جذب و استغراق شوق و ذوق میں حد درجہ کمال حاصل تھا آپ کی نگاہوں میں بڑی تاثیر تھی زبان سے جو کچھ فرماتے اسی وقت ظہور میں آجاتا گمنام زندگی بسر کرنے کی عادی تھے اپنا حال لوگوں سے ہمیشہ مخفی رکھتے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ کی آزمائش و امتحان کی غرض سے آئے پیشتر اس کے کہ وہ کچھ کہتے آپ نے خود ہی ان کے دلی خیالات ان کے سامنے بیان کر دیئے اور

فرمایا اس گروہ کا حال مختلف ہے ان کی آزمائش کیلئے نہیں آنا چاہئے تاکہ خیالات کی وجہ سے ان کی برکات سے محروم نہ ہو بلکہ جب ان کے پاس آئیں خالصتاً آئیں تاکہ کچھ فیض حاصل ہو سکے۔

آپ کا مزار جنرل ہسپتال ملتان چھاؤنی کے بالمقابل ہے۔

حضرت پیر فتح شاہ قریشی ملتانیؒ

مظفر خانی دور میں ملتان کے شیریں بیاں عالم تھے آپ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے کمالات صوری و معنوی سے آراستہ تھے آپ نماز اشراق پڑھ کر سو جاتے اور نماز عشاء سے فارغ ہو کر مراقبہ فرماتے اور تمام رات جاگ کر گزارتے تھے۔ ۲۵ محرم ۱۳۰۵ھ میں ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۷ء کو انتقال ہوا آپ کا مزار مسجد قریشیہ (کوٹلہ تغلق خان) کے چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت محمد نظام بخش ملتانیؒ

مولانا محمد نظام بخش ملتانی بن خدا بخش بن محمد موسیٰ فقر و ولایت میں یکتائے روزگار تھے ذکر و فکر مراقبہ و محاسبہ اور عبادت و ریاضت میں زیادہ وقت صرف کرتے دنیاوی آلائش سے پاک وصاف رہتے تھے قرآن وسنت اور فقہ کا درس بھی دیتے تھے آپ کی ذات سے بہت سے بندگان خدا کو فیض پہنچا تھا۔

۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ میں انتقال فرمایا قطعہ تاریخ یہ ہے۔

زترحیلش شدہ ملتان بے نور

بسال وصلش ہاتف گفت مغفور ۱۳۲۶ھ

حضرت بابا غلام شبیرؒ

آپ ریاضت عبادت فقر اور ترک وتجرید میں بے مثل تھے شہرت پسند نہ فرماتے آپ کو استغراق بہت تھا آپ تحمل بردباری قناعت توکل تقویٰ عشق وذوق وشوق کا مجسمہ تھے سماع کا بہت شوق تھا آپ کا مزار ریلوے روڈ چوک سدوحسام کے قریب واقع ہے۔

حضرت بابا شاہ بہرامؒ

آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے سماع کا از حد شوق تھا جو کچھ زبان سے نکلتا وہ ہوجاتا سنت رسول ﷺ کے پابند تھے۔ دوران سماع اکثر آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی اور آپ رقص کرنے لگتے آپ عبادت ومجاہدہ کرتے کرتے مشاہدہ کے درجے تک پہنچے آپ کامل درویش صابر شاکر وبردبار تھے جو کچھ آتا وہ راہ حق میں تقسیم کردیتے آپ کا مزار ریلوے اسٹیشن ملتان چھاؤنی کے بالمقابل واقع ہے جہاں ہر وقت عقیدت مندوں کا رش ہے خاص کر جمعرات کو آپ کے دربار پر لوگوں کا بہت جمگھٹا ہوتا ہے۔

حضرت عنایت اللہ شاہ بخاریؒ

آپ جامع علمی ظاہری وباطنی تھے دنیا سے کنارہ کش ہوکر عزلت میں دن گزارتے کسی دنیادار کے گھر نہ جاتے تھے نعمت حاصل ہونے پر شکر اور تکلیف پہنچنے پر صبر کرتے نصف شب بیدار ہوکر عبادت میں مشغول ہوتے لباس ہمیشہ سادہ زیب تن فرماتے

آپ صاحب کرامت بزرگ بیان ہوتے ہیں آپ کا مزار سٹی اسٹیشن روڈ پر واقع ہے۔

حضرت شوہ دابلیلؒ

آپ شوہ دابلیل کے لقب سے مشہور ہیں آپ کا اصل نام معلوم نہیں ہوسکا۔ بیان ہوتا ہے کہ آپ پرہیزگاری اور ریاضت کے دلدادہ تھے عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وقت آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر نالہ رہتا تھا زمانہ پرست لوگوں سے کنارہ کش رہتے اور تمام زندگی اسی طرح بسر کی حضرت غوث بہاؤالدین زکریا کے مزار اقدس پر روزانہ حاضر ہوتے باقی تمام دن شہر میں گھومتے رہتے اور شام کو شہر سے باہر چلے جاتے آپ کا مزار گلی جنڈی والی اندرون بوہڑ گیٹ میں ہے۔

حضرت پیر مکی شاہؒ

آپ پیر مکی شاہ کے نام سے مشہور ہیں اصل نام معلوم نہیں ہوسکا آپ صاحب جذب وشوق بیان ہوتے ہیں لباس آپ کا سادہ ہوتا تھا نہایت مخیرّ تھے مساکین کا روزانہ مقرر کر رکھا تھا آپ صاحب کرامت بزرگ تھے سماع کا بہت شوق تھا اگر کوئی یہ کہتا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی ہے تو اس کے سامنے باادب بیٹھ کر سب کچھ سنتے اور اس کی آستین اپنی آنکھوں سے لگاتے اور اسکے قدم چومتے آپ کا مزار سٹی ریلوے روڈ پر ہے۔

مزار شہیداںؒ

سبزی منڈی موڑ نزد چوک لکڑ منڈی ایک کونے پر دو مزار ہیں صاحب مزار

کے نام وحالات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں یہی بیان ہوتا ہے کہ آپ دونوں بھائی تھے اور صاحب کمال بزرگ تھے جو محمد بن قاسم کے ہمراہ ملتان آئے اور کفر الحاد کے خلاف لڑتے ہوئے اسی جگہ شہید ہوئے۔

حضرت دادن شاہ بخاریؒ

آپ زاہد وعبادت وریاضت میں حد درجہ مشغول رہتے تمام عمر ترک تجرید میں گزار دی کبھی لذیذ طعام یا میوہ جات تناول نہ فرمائے سوائے سوکھی روٹی کے جو پانی میں بھگور کھتے آپ کی خوراک تھی۔ یادالٰہی سے غافل نہ رہتے مال ودنیا سے سخت نفرت تھی آپ صاحب کرامت بزرگ بیان ہوتے ہیں۔ آپ کا مزار نزد چوک شہیداں محلہ بھیڈی پوترہ واقع ہے۔

حضرت پیر بخاریؒ

آپ صاحب شریعت وطریقت تھے عبادت وریاضت کا از حد شوق رکھتے تھے استغراق و بے خودی آپ پر بہت غالب رہتی دن ہو یا رات عبادت وریاضت میں لگے رہتے متقی وپرہیز گار ایسے کہ اکثر اوقات فاقہ سے گزار دیتے دولت ظاہری سے نفرت کرتے آپ کی خدمت میں لوگ کثیر تعداد میں بغرض دعا حاضر رہتے آپ کی دعا ان کی حاجت روائی کے لئے اکسیر اعظم تھی۔

آپ کا مزار خونی برج سے ٹی بی ہسپتال جاتے ہوئے جنڈالہ فیکٹری کے قریب گلی میں ہے آپ صاحب کرامت بزرگ بیان ہوتے ہیں۔

حضرت بری شاہؒ

عشق ومحبت الٰہی میں شان عالی رکھتے تھے صاحب کرامت وخوارق بزرگ بیان ہوتے ہیں دوران سماع وجد طاری ہوجاتا نماز کے سختی سے پابند تھے اور تبلیغ دین کی خاطر گاؤں گاؤں پھرا کرتے ساری عمر دنیا سے بے نیاز گزری شریعت کی تکمیل وتعمیل میں یکتائے زمانہ تھے۔

آپ کا مزار وڈا کھوہ نزد خونی برج میں ہے۔

حضرت پیر اسحاقؒ

آپ نہایت کشف وکرامت بزرگ بیان ہوتے ہیں بے شمار خلق خدا نے آپ سے فیوض روحانی حاصل کئے فقر و درویشی میں اعلیٰ مقام کے حامل تھے اور عبادت وسخاوت میں اپنی نظیر آپ تھے آپ کی طبیعت میں انکسار ونیستی بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ کا مزار ملتان چھاؤنی میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت شاہ دانا شہید رحمتہ اللہ علیہ

یہ خانقاہ شہر ملتان اندرون دہلی گیٹ واقع ہے یہ عمارت کسی شہزادہ نے بنوائی تھی آپ کا نام شاہ دانا شہید ہے اور شاہ شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے آپ کا باطن حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے رنگ سے رنگا ہوا تھا اور ظاہر میں حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر کے انوار سے تابناک تھے۔

آپ حضرت بہاؤالدین زکریا کے جاں نثار خدام میں سے تھے ایک روایت مشہور ہے کہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا حضرت شیر شاہ سید جلال بخاری حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت بابا فرید گنج شکر یہ چار یار ملک یمن بغرض سیاحت گئے اور اپنی خوراک کا ہر ایک صاحب نے ایک کام اپنے ذمہ لگایا حضرت غوث بہاؤالدین نے آٹا پیسنا اپنے ذمے لگایا ایک گھر سے چکی مانگ کر آٹا پیس رہے تھے کہ اس گھر کی مالکہ نے آپ کی ذات مبارک پر وہی بہتان لگایا جو زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام پر لگایا تھا چنانچہ مقدمہ حاکم وقت کے پاس گیا حاکم نے عورت سے ثبوت مانگا اس نے جھوٹی قسم پیش کردی تینوں یاروں نے چاہا کہ اپنے یار کو اس مواخذہ سے نکالیں سید جلال بخاری شیر کی صورت بن کر آئے جتی لعل شہباز قلندر باز بن کر اڑنے لگے اور حضرت فرید شکر گنج ہرن کی صورت بن کر حاضر ہوئے کہ آپ کو سوار کر کے لے جائیں مگر حضرت زکریا نے فرمایا معاملہ شرع کا ہے کسی طرح صفائی ہونی چاہئے حاکم نے آپ سے پوچھا کہ آپ صفائی پیش کریں آپ نے فرمایا میرا کوئی گواہ نہیں ہے مگر ایک بچہ اس پنگھوڑے میں لیٹا تھا اگر اس سے پوچھا جائے تو گواہی دے سکتا ہے حاکم وقت نے اسی وقت اس بچہ کو منگوایا اس وقت دس ماہ کا تھا مگر بقدرت خدا اس نے کہا کہ میری ماں جھوٹی ہے فقیر صاحب سچے ہیں عورت نے غصہ میں آکر لڑکے کو زمین پر دے مارا لڑکا اسی وقت مر گیا آپ نے اس لڑکے کو اٹھایا اور قم باذن اللہ کہا لڑکا بحکم خدا تعالیٰ زندہ ہوگیا اور آپ اسے ہمراہ لائے اور حضرت زکریا کے وصال کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے ملتان میں وفات پائی آپ سے ایک مثل مشہور ہے اندر غوث بہاؤالدین باہر قطب فرید جیسے توں بہت اوتادلی سگ شاہش شہید!

حضرت مولانا وجیہہ الدینؒ

آپ کے حالات ملا نادر ملتانی نے تذکرہ الانساب سے اخذ کر کے اس طرح بیان کیے ہیں کہ آپ بے نظیر صاحب درس تھے آپ کا اصل وطن عراق تھا جب ملتان آئے تو جہاں قاضی قطب الدین کا درس تھا وہیں اقامت گزین ہوئے اور قریش خاندان کی ایک لڑکی سے آپ کا نکاح ہوا شادی کے کچھ عرصہ بعد آپ ملتان سے چلے گئے آپ کی اولاد میں دو لڑکے عبدالکریم ،عبدالرحیم سے آگے نسل چلی آپ پیرانہ سالی میں دوبارہ ملتان آئے جہاں ۹۷۱ھ میں انتقال ہوا آپ کا مزار قطب الدین کاشانی کے مشرقی پہلو میں ہے آپ مولانا خواجہ محمد موسیٰ صدیقی کے اجداد میں سے ہیں۔

حضرت شاہ دین بیراگیؒ

اپنے وقت کے زاہد و عابد بیان ہوتے ہیں تمام رات عبادت الہٰی میں بسر کرتے کھانا بہت کم کھاتے آپ کا ارشاد تھا کہ انسان فرشتہ ہے بھوک اور پیٹ کی آتش جب بڑھ جاتی ہے تو یہ شیطان بن جاتا ہے آپ سماع سے ہمیشہ پرہیز کرتے اور کبھی ایسی محفلوں میں تشریف نہ لے جاتے آپ کا فرمان تھا کہ احوال تابع شریعت ہیں نہ کہ شریعت تابع احوال آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں آپ کا مزار دولت گیٹ سے قلعہ کو جاتے ہوئے علمدار کالج کے قریب واقع ہے۔

حضرت محمد معصوم المعروف پیر کرٹیاؒ

آپ صاحب وجد و صاحب جلال بزرگ بیان ہوتے ہیں شریعت

وطریقت کی پابندی آپ کا شیوہ تھا ریاضت ومجاہدہ میں آپ بلند مقام رکھتے تھے آپ بلند پایہ عالم باعمل اور حق گوئی و بے باکی میں اپنی مثال آپ تھے تمام عمر ذوق الٰہی اور ہدایت خلق میں گزاری آپ کا مزار نواں شہر سے پل موج دریا جاتے جانب مغرب ایک گلی میں واقع ہے۔

حضرت معصوم شاہ بخاریؒ

آپ نہایت بلند اخلاق بزرگ بیان ہوئے ہیں توکل تواضع اور انکسار آپ کی نمایاں صفات تھیں غرباء اور مساکین سے بہت محبت کرتے فیاضی اور سیر چشمی میں مشہور تھے شریعت وطریقت کے پابند ہمیشہ صاف اور سادہ لباس زیب تن فرماتے آپ ایک سچے اور کامل درویش تھے اور آپ کے تمام اخلاق وعادات سنت نبوی کے مطابق تھے۔

آپ کا مزار بیرون دولت گیٹ سلور کے کارخانے کے نزدیک ہے وہ سڑک آپ کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت بابا برنے والےؒ

آپ اسی نام سے مشہور ہیں صاحب عبادت وریاضت زہد وتقوئی اور جامع علوم ظاہری وباطنی بیان ہوتے ہیں کوئی خادم اپنے پاس نہ رکھتے تھے اور نہ ہی کبھی کسی سے کچھ طلب کرتے رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔ سوائے ایک بوریا کے جو زمین پر بچھا رہتا کچھ پاس نہ رکھتے ایک ہی وضو میں کئی کئی ہفتے گزار دیتے۔ صاحب صمدیت ان پر ایسی غالب تھی کہ کھانا پینا اور سونا بالکل موقوف ہو گیا تھا آپ کے فیض سے ہزاروں بندگان خدا کو فائدہ پہنچا آپ کا مزار تھانہ حرم گیٹ کے ساتھ

والی گلی میں ایک اونچے چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت شاہ رسالؒ

آپ صاحب حال وقال اور شریعت وطریقت میں مشہور ہیں شام سے صبح تک عبادت وریاضت میں مصروف رہتے رات کو نیند نہ کرتے عبادت کا یہ حال تھا کہ تمام رات کبھی سجود اور کبھی رکوع میں گزر جاتی سماع بہت ذوق وشوق سے سنتے اکثر اوقات وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی انتہائی سادہ لباس وخوراک پسند کرتے آپ کا مزار بیرون حرم گیٹ واقع ہے۔

حضرت مخدوم زادہ محمد رضا شاہ گیلانیؒ

آپ ملتان کے مشہور گیلانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں اور چولے والے سائیں کے نام سے زیادہ مشہور ہیں آپ صاحب علم وعمل جامع شریعت وطریقت تھے آپ کی ذات بابرکات مظہر انوار ربانی مطلع تجلیات سبحانی اور کاشت رموز حقیقت تھی آپ جو زبان سے فرما دیتے اسی طرح ظہور میں آجاتا ہزارہا خوارق وکرامات بے اختیار ان سے ظاہر ہوتیں۔ آپ کو حضرت غوث الاعظم سے نسبت خاص تھی آپ کی خدمت میں جو بھی سوالی آتا کبھی خالی نہ لوٹاتے مساکین وغرباء سے حد درجہ محبت فرماتے آپ کا مزار اندرون شہر پاک گیٹ اپنے جد امجد کے قریب واقع ہے۔

حضرت سید حسین شاہ بخاریؒ

آپ علوم ظاہری وباطنی میں کامل واکمل تھے عبادت وریاضت زہد وتقویٰ

میں ممتاز الوقت بیان ہوتے ہیں سکر و جذب عشق و محبت قناعت و صبر و توکل میں اپنی مثال آپ تھے۔ تمام عمر عبادت الٰہی و ہدایت خلق میں بسر کی اور ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے ظاہری و باطنی علوم سے اکتساب فیض کیا آپ کا مزار آوے والے ڈنگل کے مقابل ایک مقبرہ میں شرقی جانب ہے۔

حضرت سید حامد شاہ بخاریؒ

اپنے وقت کے مشائخ میں درجہ بلند رکھتے تھے صاحب فضل و کمال تھے۔ علم و فضل زہد و تقویٰ ریاضت و عبادت میں لاثانی صائم الاہر اور قائم اللیل تھے تمام تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہتے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے ایک خلق کثیر نے آپ کی ذات گرامی سے اخذ فیض کیا۔

آپ کا مزار بھی آوے والے ڈنگل کے سامنے حضرت سید حسین شاہ بخاری کے غربی طرف واقع ہے۔

حضرت اللہ بخشؒ

آپ متحمل مزاج مستغنی الطبع اور قناعت پسند بزرگ بیان ہوتے ہیں اخلاق حسنہ کے پیکر تھے آپ کی ذات علوم ظاہری و باطنی کا سرچشمہ تھی جو کوئی بھی آپ سے ملتا آپ کے علم و خلق سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا جامع علوم و فنون اور صاحب شریعت و طریقت تھے ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے۔

آپ کا مزار اندرون حسین آگاہی میں واقع ہے۔

حضرت سید ابراہیم شاہؒ

آپ اپنے زمانے کے کامل درویش بیان ہوتے ہیں عشق الٰہی عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ میں مشہور تھے ساری زندگی توکل وقناعت میں بسر کردی کبھی کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلایا آپ کا مزار گلی مچھلی ہٹ محلّہ گوشہ نشیناں میں ایک مسجد کے اندر شمالی جانب چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت مولانا نظام الدینؒ

آپ جٹ سمرہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور جھنگ کے رہنے والے تھے جھنگ سے ملتان تشریف لائے اور مولانا قاضی محمد یار خان پوری کے مرید ہوئے اور مولانا خیر پوری کی شاگردی اختیار کی استاد اور مرشد دونوں زمانہ کے بے بدل عالم اور ولی کامل تھے آپ ان کے فیض سے کندن بن کر چمکے۔

۲۸ شعبان ۱۳۱۹ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے آپ کا مزار خانیوال روڈ کے قریب واقع ہے۔

حضرت صلاح الدینؒ

بن فضل دین بن مشرف الدین غازی

آپ زہد وورع اور عبادت وریاضت میں یکتائے روزگار تھے دنیا اور اہل دنیا سے بے نیاز اور اپنے عہد کے ممتاز بزرگ بیان ہوتے ہیں تمام عمر ہدایت خلق میں مصروف رہے آپ کمالات ظاہری وباطنی سے آراستہ اور صاحب شریعت تھے آپ کا

مزار بیرون بوہڑ گیٹ نزد سٹار ہوٹل واقع ہے۔

حضرت بھاون شاہؒ

آپ علم ظاہری اور باطنی میں یکتا اور کامل درویش بیان ہوتے ہیں زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بلند مقام رکھتے تھے آپ پر عالم تفکر اور سکوت کا غلبہ رہتا تھا صاحب کشف وکرامت تھے تمام عمر عبادت الٰہی اور ہدایت خلق میں گزاری آپ کی ذات بابرکات سے ایک خلق کثیر نے فیض پایا آپ کا مزار کڑی داؤد خان میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ محمد حسین بخش چشتیؒ

حضرت خواجہ محمد حسین بخش رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ملتان میں ۱۲۹۹ھ میں ہوئی آپ نے علوم ظاہری وباطنی اور خرقہ خلافت اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد نظام بخش رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیا آپ سرزمین ملتان میں سب سے زیادہ عبادت گزار گونا گوں صفات کے حامل اور صاحب کرامات صوفی بزرگ گزرے ہیں اپنے زمانہ کے تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام میں ایک ممتاز حیثیت کے حامل تھے آپ کی ہر رات قیام میں بسر ہوتی اور دن روزہ میں گزرتا ہر تیسرے روز قرآن شریف کا ختم فرماتے حضرت خواجہ حافظ محمد ولدار بخش صاحب جو رات دن آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر آپ کو عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

رات دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے غذا بہت کم کھاتے تھے

یہاں تک کہ آخر عمر میں صرف چند لقمے آپ کی غذا تھی آپ کا ہمیشہ سے یہی طریقہ مبارک تھا کہ اذان کے دوران جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم پاک آتا تو آپ ادب سے کھڑے ہو جاتے تھے ایک دفعہ اوچشریف میں عرس مبارک کے موقع پر آپ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اذان شروع ہوئی اور جب مؤذن نے "اشھد ان محمد رسول اللہ" کہا آپ حسب معمول کھڑے ہو گئے اور آپ کی تقلید میں سارا مجمع کھڑا ہو گیا اور حاضرین پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو گئی ہر طرف سے سبحان اللہ کی آوازیں آ رہی تھیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ نوافل پڑھتے پڑھتے میرے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ بن جاتا ہے اور وہ جو کچھ مجھ سے مانگے میں اسے دیتا ہوں آپ کی زندگی اس حدیث پاک کا عملی نمونہ تھی آپ رات دن نوافل میں مشغول رہتے دور دراز سے عوام وخواص آپ کی زیارت کے لئے آتے اور فیضیاب ہو جاتے حاجت مندوں کی ہر طرح سے مالی اور روحانی امداد فرماتے اور سائل کو کبھی انکار نہ کرتے آپ کا چہرہ مبارک بارعب اور نورانی تھا اور مزاج میں بہت انکساری اور سادگی بھی تھی آپ جب دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں تشریف لے گئے تو حضرت حسن نظامی نے اپنے رسالہ میں دہلی میں فرشتوں کا نزول کے عنوان سے آپ کے متعلق مضمون شائع کیا حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شوق ملاقات میں تشریف لائے اور آپ کے پاس دو رات قیام فرمایا ایک دفعہ چشتیاں شریف میں حضرت قبلہ عالم نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر دربار شریف کے سجادہ نشین کے ہاں ایک مجلس منعقد تھی جس میں حضرت خواجہ محمد نظام الدین تونسوی رحمۃ

اللہ علیہ بھی تشریف فرماتھے دوران مجلس آپ کے متعلق باتیں ہونے لگیں چنانچہ خواجہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ یوں تو عرس مبارک پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ حاضری دیتے ہیں مگر صحیح معنوں میں حاضری صرف ایک آدمی دیتا ہے ان کا اشارہ آپ کی ذات بابرکات کی طرف تھا۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ نصیرالدین صاحب مہاروی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے آپ نے صاحبزادہ محمد حبیب احمد صاحب کے ذمہ لگایا کہ ان کے لئے رہائش کی جگہ بنائی جائے۔ مگر انہوں نے آپ کو اطلاع دی کہ مہمان خانہ میں آدمی سوئے ہوئے ہیں اور وہاں جگہ نہیں ہے۔ چنانچہ مجلس خانے میں ان کے لئے جگہ بنانی پڑی۔ مگر وہاں بجلی کا پنکھا نہیں تھا دوپہر کا وقت تھا اور سخت گرمی تھی آپ نے دو رکعت نماز نفل ادا کئے اور دعا مانگی اسی وقت آسمان پر بادل چھا گئے بارش ہوئی اور موسم خوشگوار ہو گیا چشتیہ دواخانہ ساہیوال کے صوفی حکیم محمد صدیق چشتی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک سفید ریش شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ۶۰ برس ہو چکے ہیں۔ مسلسل وظیفے پڑھ رہا ہوں مگر تا حال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم ہوں۔ آپ کوئی وظیفہ بتائیں تا کہ میں اپنے مقصد کو پاؤں۔ آپ نے فرمایا وظیفہ پڑھ کر کیا کرو گے یہ کیوں نہیں کہتے کہ مجھے زیارت کروادو۔ اس نے عرض کیا کہ اصل مقصد تو میرا یہی ہے چنانچہ آپ نے اس کا سر اپنی بغل میں لے کر مراقبہ کیا اور وہ شخص زیارت سے مشرف ہو کر شاداں وفرحاں رخصت ہوا۔

زندگی کے آخری ایام میں آپ نے اپنے فرزند حضرت خواجہ حافظ محمد دلدار بخش کو اپنے مصلے پر مامور کر دیا اور خود ان کے پیچھے نمازیں ادا فرماتے رہے۔ اس طرح آپ نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق ان کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا۔ آپ کا

وصال مطابق ہفتہ ۴محرم الحرام ۱۳۷۹ھ بمطابق ۱۱ جولائی ۱۹۵۹ء کو مسجد شریف کے اندر ہوا آپ نے آخری وقت دو رکعت نفل ادا کئے سب کے لئے دعا مانگی اور پھر اللہ جل شانہ کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کی آپ کا مزار پاک اندرون حسین آگاہی محلہ کمنگراں دربار عالیہ چشتیہ نظامیہ ملتان میں واقع ہے آپ کا عرس مبارک ۳۔۴محرم الحرام ۱۲۔۱۳ نومبر کو منایا جاتا ہے۔

حضرت سید حامد بخش قدس سرہ العزیزؒ

آپ برگزیدہ عالم اوتادالاعظم تھے کنیت ابوالفیض نام سید حامد لقب گنج بخش تھا آپ کی والدہ ماجدہ حسینی سیدہ تھیں ان کا نام نامی سیدہ النساء امتہ القوی صحت خاتون تھا آپ عابد زاہد عارف کامل صاحب مقامات جلیہ واوصاف جمیلہ تھے آپ کی نیکی اور پارسائی یادخدا وعبادت کا شہرہ دور دور تک تھا۔ مریدوں کی تعداد کثیر تھی سخاوت اور جود وعطا میں شہرہ آفاق تھے باوجود اس کے کہ آمدنی جاگیروں کی اور نذرو نیاز بے حد فزوں ہوتی تھی لیکن بوجہ کریم النفس ہونے کے سب کچھ فی سبیل اللہ خرچ کردیتے تھے حتیٰ کہ بحرالسرائیر میں لکھا ہے کہ آپ بوجہ کثرت جودوسخا کبھی مالک نصاب نہیں ہوتے تھے جو کچھ حاصل ہوتا سب کا سب علماء، طلباء اور غریبوں ومساکین میں خرچ فرمادیا کرتے بعض اوقات علماء اور طلباء کو اس قدر نوازتے کہ ان کے چند پشتوں کے لئے وہ عطیہ کافی ہوجاتا۔

معرفت الٰہی میں وہ کمال حاصل تھا کہ زمانہ میں آپ ہی اپنا ثانی تھے تعلیم اور تفہیم میں یگانہ روزگار تھے جس مرید پر توجہ ہوتی فرماتے جا تجھے گنج معرفت نصیب ہوگا پھر بمجرد اس فرمان کے اس کی ایسی ترقی ہوتی اور برکات وکرامات کا ایسا فیضان

ہوتا کہ وہ کامل اکمل ہو جاتا لقب گنج بخش کی وجہ تسمیہ بھی یہاں بیان کی گئی ہے الغرض دینی دنیوی سخاوت شجاعت اور ولایت میں اپنے مورث سے پوری وراثت کے وارث ہوئے آپ کے خوارق عادت بے شمار ہیں استقامت علی الحق آپ کا اصل مقصد تھا قل اللہ ثمہ ذر آپ کا معمول تھا آپ کی ولادت ۱۵۵۳ء اور وفات ۱۶۰۸ھ میں ہوئی۔

آپ کا مزار پرانوار بلا فصل مرقد امجد والد ماجد خود بطرف شرق روضہ مقدسہ میں ہے آپ کے چار فرزند تھے سید فتح علی موسیٰ، سید جان علی، سید یار علی، سید دولت علی نمبر۲ و نمبر۳ خوردسالی میں فوت ہوئے سید جان علی قدس سرہ کی مزار پرانوار بھی متصل بمزار فیض آثار جد بزرگوار غربی طرف واقع ہے پھر اس کے متصل غربی طرف سید یار علی مدفون ہیں۔

حضرت منشی غلام حسن شہید رحمتہ اللہ علیہ

منشی غلام حسن صاحب ۱۳۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹ محرم ۱۳۲۵ھ ۱۸۴۹ء میں انگریزوں کی تاخت ملتان کے دوران شہید ہوئے آپ کا مزار منشی صاحب کی خانقاہ کے نام سے موسوم ہے اور اس مقام کے قریب ہے جہاں سکندر اعظم حملہ ملتان کے وقت زخمی ہوا آپ کے والد کا نام منشی جان محمد تھا راجپوت قوم سے تھے منشی غلام حسن طبیب حاذق اور شاعر کامل تھے۔

حضرت خواجہ محمد جمال ملتانی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے مرشد سے عقیدت و ارادت اس قدر بڑھ گئی کہ شب و روز انہی کی خدمت میں گزرنے لگے حضرت خواجہ محمد جمال بھی آپ پر از حد مہربان تھے آپ نے اپنی نظر عنایت اور فیضان

خاص سے انہیں راہ سلوک کے تمام مراتب طے کرادیئے اور اپنا خلیفہ اعظم بنایا آپ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے لوگ نزدیک دور سے تبرکاً کتابیں لکھوانے کے لئے حاضر ہوتے دیوان ساون مل اور اس کے لڑکے دیوان مولراج کے میر منشی عربی اور فارسی پر عالمانہ عبور تھا آپ نے فارسی عربی اور سرائیکی زبانوں میں دواوین چھوڑے ہیں مجموعہ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب مظفر خان والی ملتان سے مراسم تھے نواب نے جب ملتان اور نواح میں مختلف تعمیرات کرائیں تو ان کے قطعات تاریخ آپ نے لکھے اسی طرح مظفر خان کے بعد جب سکھوں کی عملداری آئی تو ان کے آخری گورنر دیوان مولراج نے اپنے وقت میں عبادت گاہ جوگ مایہ تعمیر کی تو منشی غلام حسین نے تاریخ کہی۔

آپ سنی المذہب تھے جوان کی نعتیہ مسدس میں سے عیاں ہے سنی عقائد پر کتابیں لکھیں مثلاً فضائل حنفیہ شمائل حنفیہ خصائل حنفیہ نثر میں اور مثنوی نور الہدایت نظم میں ہیں ان کے علاوہ انوار جمالیہ انشاء معانی اور کلمات انصاف بھی آپ کی تصانیف بیان ہوتی ہیں کہتے ہیں حضرت منشی غلام حسن نہایت حسین وجمیل تھے اس ظاہری حسن وجمال کے ساتھ حسن سیرت میں بھی یگانہ تھے آپ کے ظاہری حسن و جمال کو دیکھ کر لوگوں کی زبان پر سبحان اللہ آجاتا تھا صاحب نظر لوگ ان میں احسن تقویم کا عکس دیکھ کر حسن یوسف کو یاد کیا کرتے تھے ایک دن آپ کا خادم آپ کو وضو کرا رہا تھا تو آپ سے پوچھنے لگا۔

سرکار! لوگ کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام حسن و جمال میں ہمسر نہ تھے کیا وہ آپ سے بھی زیادہ احسن واجمل تھے خادم کے ان الفاظ نے آپ پر جذب و کیفیت کی حالت طاری کردی افاقہ کے بعد فرمایا میاں اگر تجھے حسن و جمال کا مشاہدہ

مقصود ہے تو جمال اللہ کے حسن کو دیکھو پھر مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

چشم خدا بین باز کشا
نقش جمال اللہ ببیں
تاچوں حسن در صورت انسان
ذات مقدس رانگری

اگر شروع میں منشی گیری کی تو آخر میں تصوف میں شغف پیدا کر لیا شباب دنیاوی مشاغل میں صرف ہوا تو بڑھاپا روحانی تصورات میں کٹا وحدت الوجود کے قائل تھے اور نصوف کے راستہ پر گامزن، روایت ہے کہ جب انگریزوں کا حملہ ملتان پر شروع ہوا تو آپ نے اپنا پیالہ الٹ دیا اور حملہ خطا گیا دوسرے روز بھی ایسا ہوا اور حملہ ناکام رہا تیسرے روز بھی ایسا کرنے لگے تو ندا آئی اللہ تعالیٰ کا حکم ہو چکا ہے معرض مناسب نہیں اس پر آپ نے پیالہ سیدھا رہنے دیا معاً ایک انگریز نے بندوق چلا کر آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت مسکین رکن الدینؒ

بیرون دولت گیٹ محلّہ خلاصی لائن میں آپ کا مزار ہے آپ کا انتقال ۱۳۷۰ھ میں ہوا۔ دیگر حالات مستور ہیں۔

حضرت پیر جندے شاہؒ

بیرون دولت گیٹ بطرف حافظ جمال روڈ آپ کا مزار ہے ایک محلّہ آپ کے نام سے مشہور ہے واقعات وحالات مخفی ہیں۔

حضرت مولوی محمد شفیعؒ

آپکا مزار احاطہ مسجد عام خاص باغ بیرون دولت گیٹ واقع ہے حالات مخفی ہیں۔

حضرت روچی شاہ وسید احمد شاہؒ

آپ کا مزار محلّہ کچی سرائے نزد عام خاص باغ بیرون دولت گیٹ واقع ہے۔حالات معلوم نہیں ہوسکے۔

حضرت داؤد جہانیاںؒ

عالم فاضل اور درویش کامل ہیں آپ عبادت وریاضت کے دلدادہ تھے اور سماع کا بہت شوق رکھتے تھے دوران سماع آپ میں محویت و بے خودی کی حالت ہوجاتی شریعت وطریقت کو مدنظر رکھتے مزاج میں حد درجہ سادگی تھی تمام عمر رشد وہدایت میں بسر ہوئی آپ کا مزار محلہ سادات بیرون دہلی گیٹ واقع ہے۔

حضرت بابا ہارون شاہؒ

آپ درویش کامل تھے صاحب دل اور فقر وفاقہ زہد وعبادت صبر وقناعت اور توکل وایثار میں کمال رکھتے تھے آپ نے فقر وفاقہ میں نہایت ہمت واستقلال سے وقت بسر کیا کبھی کسی سے کچھ طلب نہ کیا آپ بڑے کریم النفس بااخلاق ستودہ صفات تھے سماع کا شوق تھا دوران سماع آپ پر بے خودی اور گریہ کی حالت طاری ہوتی تھی آپ صاحب کرامت بزرگ بیان ہوتے ہیں آپ کا مزار بیرون حرم گیٹ شاہ رسال

روڈ پر واقع ہے۔

حضرت سید فتح علیؒ

المعروف نواب موسیٰ پاک دین قدس سرہ العزیز

آپ کا نام نامی سید فتح علی کنیت ابوالعنایت لقب سیدالاتقیاء شیخ الاسلام موسیٰ پاک دین ہے آپ کی لیاقت صداقت تقویٰ اور ریاضت پر توجہ فرماتے ہوئے آپ کے والد ماجد سید حامد گنج بخش قدس سرہ نے اپنی موجودگی میں خلافت وسجادگی ان کے سپرد کردیا تھا اشغال باطن واوصاف ظاہر سب کچھ تعلیم و تفہیم فرما کر خلوت اختیار کرلی تھی آپ کی والدہ ماجدہ بھی سادات حسینی سے ہیں انُ کا اسم گرامی امتہ الرزاق فاطمہ ہے۔

حضرت ممدوح سے پیدا ہوتے ہی عجیب حالات رونما ہونے شروع ہوئے مفتی الانام مولانا محمد بقا فاروقی ملتانی جن کے مستورات کی اس خاندان شرافت میں آمدورفت تھی وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ممدوح کو جب والدہ پنگوڑے میں لٹا کر نماز میں مشغول ہوتیں تو جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتیں گہوارہ خود بخود ہلا کرتا آپ کی والدہ خود بھی اور دیگر حاضرین بھی تعجب کرتے جوانی کے وقت یہ عقدہ کھلا کہ ایک مجذوبہ وقت بہران نام کو یہ کام سپرد ہوا تھا کہ بوقت نماز والدہ یہ گہوارہ ہلایا کرے چنانچہ وہ مجذوبہ لاہور رہ کر اس کام کو سرانجام دیتی۔ روایت ہے کہ جس زمانہ میں حضرت ممدوح کی لیاقت علمی وصداقت عملی کا چرچا ہوا تو آپ والئی ملک کی طرف سے صوبہ دار دیوانی لاہور مقرر ہوئے مولانا مولوی محمد بقاء فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور ممدوح سوار ہوئے میں بھی اور دیگر معززین بھی آپ کے ہمراہ تھے ایک مجذوبہ عورت

نے آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ مجھے پہچانتے ہو کہ میں آپ کی بوقت طفولیت خدمت گار تھی جب آپ کی والدہ بوجہ ادائے نماز آپ کو گہوارے میں سلاتیں تو میں ہی اس گہوارہ کو ہلانے پر مامور تھی اور یہیں سے خبر دار ہو کر آپ کا گہوارہ ہلایا کرتی اس وقت ایک خاصہ مجمع جمع ہو گیا تھا حضور نے فرمایا کہ میرا خود خیال تھا کہ میں تیرے اس کام کا دوستوں اور عزیزوں سے تذکرہ کروں لیکن اچھا ہوا کہ تو نے خود یہ بیان کر دیا الله الحمد آپ شکل و شباہت میں ہم مثل حضرت غوث صمدانی جداعالی قدس سرہ تھے نقل ہے کہ زمانہ صوبہ داری میں بعض معاندین نے اس نونہال جیلان کو مٹانا چاہا اور موذی ادویہ کی ایک معجون ایسی بنا کر دی کہ جس کے کھاتے ہی بول بند ہو جائے اور جس بول کی وجہ سے زندگی ختم ہو جائے لیکن خدا کی شان کہ آپ کو برعکس اس کے ایسا جریان بول ہوا کہ تعجب تھا اشرار کی مراد پوری نہ ہوئی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ جمال با کمال حضرت غوث صمدانی وعلی اللہ مقالہ سے شرف یاب ہوئے تو اس وقت حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کو یہ فرماتے سنا کہ چونکہ فرزند حضرت موسیٰ پاک دین میرے مشابہ ہے جو شخص ان کا ادب وعزت ملحوظ رکھے گا اس پر خوشنود رہوں گا اسی طرح شیخ عبدالقادر پان سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضرت غوث صمدانی کی زیارت سے مشرف ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ پاک دین بھی حضور کے پاس ہیں اور حضرت غوث صمدانی حضرت موسیٰ پاک دین کے منہ کے ساتھ منہ لا کے فرماتے ہیں کہ یہ تو بعین ہی میرے رخ اور صورت کے مشابہ ہے لکھا ہے کہ جس طرح صورت میں ہم مثل تھے اسی طرح کمالات میں بھی پورا اتباع تھا۔ بحر السرائر میں لکھا ہے کہ مولانا محمد بقاء ملتانی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت کی محفل فیض میں باریاب تھا کہ حضرت ممدوح نے فرمایا کہ جب اندازہ

یہی ہے تو پھر اسی طرح ہونا تھا۔

آپ کی صولت و مہابت سے کسی کو یہ طاقت نہ ہوئی کہ دریافت کرے کہ یہ کیا کلمات تھے میں نے یہ جرات اور گستاخی کی کہ حضرت ان کلمات کا کیا مطلب ہے ہمارے فہم میں تو کچھ نہیں آتا مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ دارا شکوہ جو والد کی طرف سے بلند اقبال تھا خدا تعالیٰ کی طرف سے بلند اوبار ہو گیا اور نگ زیب سے شکست کھا گیا اور عالم گیر سلطنت کا مالک ہو گیا۔

پندرہ دن بعد معلوم ہوا کہ اسی تاریخ کو عالمگیر فتح یاب ہو کر تخت نشین ہوا ابھی لوگ شک میں تھے کہ سکہ تو مراد بخشی کا جاری ہے سلطنت کیسے چلے گی کچھ دن بعد مراد بخش کے قید ہونے کی خبر آئی اور شاہ جہاں محاصرہ میں آ گیا شیخ علامہ محمد بقا ملتانی سے منقول ہے کہ ایک دن نصارا کا بڑا راہب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ بتا سکتے ہیں کہ میں کیوں حاضر ہوا حضرت ممدوح نے فرمایا کہ ہاں میں جانتا ہوں تم حضرت عیسیٰ روح اللہ سے مامور ہو کر حاضر ہوئے ہو راہب تعظیم بجالایا اور فرمایا مجھے عرصہ سے مسلمان ہونے کا شوق تھا لیکن یہ تمنا تھی کہ حق پرست کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں رات حضرت عیسیٰ کی خواب میں زیارت ہوئی انہوں نے فرمایا کہ موسیٰ پاک دین سے کون افضل ہوگا وہ راہب آپ کے دست پر اسلام لایا اور سلسلہ مریدی میں منسلک ہوا اور جتنی کتابیں نصرانیت کی پاس تھیں وہ سب دریا میں بہادیں۔

ایک مرتبہ بادشاہ کے مقربین میں سے کسی امیر نے آپ کی دعوت کی جب آپ وہاں گئے تو دستر خواں طرح طرح کے کھانوں سے سجا ہوا تھا جب آپ کو کھانا کھانے کی دعوت دی تو آپ نے طعام کو مشکوک سمجھ کر اپنے شکاری کتوں کے آگے

تھوڑا سا نکال کر ڈال دیا باوجود بھوکے ہونے کے کتوں نے بھی کھانا نہ کھایا آپ نے فرمایا اس مشتبہ طعام کو میرے کتے بھی کھانا پسند نہیں کرتے میں بزرگوں کی اولاد ہو کر کس طرح کھا سکتا ہوں امیر یہ سن کر شرمندہ ہوا۔

آپ کے خوارق عادات و کرامات بکثرت ہیں جو ان خدمات میں نہیں لائے جا سکتے باوجود خلق عظیم آپ کا جلال و عظمت ایسی تھی کہ کوئی بھی کسی قسم کی جرأت حضور میں نہیں کر سکتا تھا جو لوگ خدمت میں حاضر ہوتے ان پر الطاف و سلوک ظاہر ہوتے ہر ایک کے ساتھ بقدر فہم وادراک تلطف فرماتے۔ ۱۰۷۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی جب نماز جنازہ شروع ہوئی تو سناٹا چھا گیا اور حضرت ممدوح کے سینے سے ہو ہو کی آواز سنائی دیتی تھی جسم مردہ اور قلب زندہ تھا تمام حاضرین حیران تھے کہ یہ عجیب کرامت ہے۔

سید فتح علی المعروف سید موسیٰ دین کے تین صاحبزادے تھے شیخ عبدالقادر سید حامد معروف عبدالوہات اور سید حسین پہلے دو صاحبزادگان حقیقی بھائی تھے ان کی والدہ زبدۃ المخدرات خیر النساء امتہ الاول سیدہ گیلانیہ رزاقیہ ہے سید حسین کی والدہ راجپوت قوم سے تھیں سید حسین نہایت خوبصورت اور نازک اندام تھے آپ کا ایک فرزند جو صورت و سیرت میں آپ کے مشابہ تھے اپنی یادگار چھوڑ کر فردوس نشین ہوئے سید خضر علی بھی بہ تقدیر ایزدی ۱۰۶۶ھ میں لاولد اس جہان فنا کو خیر باد کہتے ہوئے رخصت ہوئے سید حامد قدس سرہ نہایت خدایاد تھے سخاوت و شجاعت میں ضرب المثل اذکار و افکار فقر و طریقت میں اپنے بھائی حضرت سید عبدالقادر ثالث کے تربیت یافتہ تھے خلیفہ وقت کی طرف سے بعہدہ منصب صدو پنجاہ بھی ممتاز تھے مگر دل پھر بھی یاد خدا میں مصروف رہتا جب پیمانہ عمر لبریز ہوا تو اس وقت حضرت سید عبدالقادر ان کے

سرہانے تشریف فرما تھے اور سید محمد یوسف رابع گردیزی واسطی بھی موجود تھے سید عبدالقادر ثالث نے اپنے بھائی سید حامد سے کہا کیوں بھائی محبت فقرا کام آئی ہے سید حامد نے جواب دیا کہ حضور کے وجود مسعود کی برکت سے بندہ کو عشاق شہداء کی صف میں منسلک کر دیا گیا ہے اس اثناء میں سید محمد یوسف رابع گردیزی نے پوچھا مزاج کیسے ہیں فرمایا خوش حالت ہے اس کے بعد بذکر ہو مشغول ہو گئے اور روح پرواز ہونے تک یہی حالت رہی ۱۶۷۰ء میں آپ کی وفات ہوئی مزار پر انوار جد امجد کے روضہ میں ہے اس کے بعد سات صاحبزادگان تھے ان سب میں سے سید عبدالرزاق المعروف چراغ لاہوری مشہور ہوئے جو علوم ظاہری اور باطنی میں ماہر تھے شرافت نجابت سیادت وشجاعت میں بے بدل تھے والد ماجد سے خلافت ملی اور اپنے جد امجد کی موجودگی میں متولد ہوئے جد امجد نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے خاندان میں چراغ پیدا کیا ہے جس سے تمام خاندان منور ہوگا اس وجہ سے چراغ شاہ خطاب مشہور ہوا شاہ جہاں بادشاہ آپ کا حد درجہ معتقد تھا بادشاہ نے ایک مرتبہ درخواست پیش کی کہ اگر اپنے فرزندوں میں سے ایک کے لئے میری دختر کا نکاح منظور ہو تو زہے نصیب لیکن منظور نہ ہوئی۔

آپ کی وفات ۲۲ ذیقعد ۱۰۸۷ھ میں ہوئی مزار لاہور میں ہے شاہ جہاں نے آپ کے مزار پرانوار پر روضہ تعمیر کرایا آپ کے فرزند سید مصطفےٰ شاہ صاحب کی کرامات مشہور ہیں۔

حضرت عبدالرشید زکریاؒ

آپ کا مزار اندرون دہلی گیٹ بازار چوڑی سرائے میں محمد بن قاسم کی مسجد

کے نزدیک واقع ہے آپ حضرت پیر عمر کے بیان بھائی ہوتے ہیں۔

حضرت پیر مصاب شاہؒ بیرون لوہاری گیٹ

آپ حضرت لحکم الدین سیرانی کے مرید ہیں دیگر حالات مخفی ہیں اور آپ صوفیائے کرام میں سے ہیں۔

حضرت خواجہ پیر علی مردان اویسی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت قدیم شہر ملتان کے بارونق بازار کتب فروشاں اندرون بوہڑ گیٹ میں ہوئی آپ حضرت مولانا حافظ علی مدد صاحب کے نور نظر تھے جب آپ نے گیارہویں صدی ہجری کے آخر ۱۱۸۸ء میں اس دنیا میں قدم رکھا تو ہندوستان کی مختلف ریاستیں اور بالخصوص مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف مصروف پیکار تھیں ابھی انگریز ہندوستان میں مکمل حکومت اور قبضہ نہیں کر سکے تھے ملک کو غلامی سے بچانے کے لئے مسلمان اپنے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ رہے تھے یہ تھے ملک کے وہ سیاسی حالات جن میں حضرت مخدوم پیر علی مردان اویسی کی پیدائش ہوئی اس زندگی اور موت کی جنگ میں اہل ملتان بھی کسی طرح سے پیچھے نہ تھے خاص طور پر مولانا حافظ علی مدد صاحب درس وتدریس اور خطابت سے انگریزوں کی غلامی سے مسلمان کو بچا رہے تھے اس کے ساتھ ہی اپنے لخت جگر کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کی ابتداء قرآن پاک کی تعلیم سے شروع کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے قابل خطاط اور علماء کی صحبت نے حضرت مخدوم علی مردان اویسی کو انسانیت کی اعلیٰ ترین بلندی پر پہنچادیا آپ نے علوم دینیہ پر دسترس حاصل کرنے کے بعد اپنے والد محترم کے مشن کو

جاری رکھتے ہوئے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے حلقہ شاگردی میں ملتان کے مذہبی اور پیشوا خاندان گیلانی قریشی اور پٹھان کے علاوہ گردیزی خاندان کے اکابرین شامل ہوئے اور علوم اسلامیہ سے ہمکنار ہوئے آپ کا سلسلہ خاندان کئی پشتوں بعد حضرت حافظ عبدالقادر فقیر عراقی سے ملتا ہے حضرت مخدوم پیر علی مردان اویسی نے بیعت حضرت محکم الدین سیرانی اویسی صاحب السیر سے کی جن کا مزار اقدس سمہ سٹہ میں واقع ہے اور ان کے مقبول خلیفہ بھی رہے ہیں یہاں یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کا اصل نام حضرت مقبول الرحمان تھا لیکن آپ کے مرشد حضرت محکم الدین نے علی مردان کا لقب عطاء کیا جو مشہور عام ہے آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ مساجد کی خدمات میں بھرپور حصہ لیا۔

ایک روایت کے مطابق تمام رات ملتان شہر کی مساجد میں وضو کے لئے پانی کا ذخیرہ کرتے تھے تاکہ صبح کی نماز کے وقت نمازیوں کو پانی میسر آسکے خاندان علی مردان کی بڑی عورتوں کا کہنا ہے کہ کبھی کبھی رات کو آرام کے لئے کمرہ میں جاتے اور اتفاقاً کسی کے کمرہ سے گزر ہوتا تو کیا دیکھتے کہ ان کے جسم کا ایک عضو علیحدہ ہو کر اللہ ہو کہہ رہا ہوتا تھا کچھ عرصہ کے لئے آپ بہاولپور تشریف لے گئے بہاولپور کی جامع مسجد میں درس تدریس کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے زہد وتقویٰ کا شہرہ عام ہوا تو نواب آف بہاولپور سلام نیاز کے لئے مسجد میں حاضر ہوئے تو آپ کے مریدین اور معتقدین کا کہنا ہے کہ حضرت مخدوم پیر علی مردان اویسی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور قرآن پاک کی تلاوت کررہے تھے جوں ہی نواب موصوف نے مسجد میں قدم رکھا تو آپ کو گم پایا نواب صاحب کافی دیر رہنے کے بعد مایوس ہو کر واپس تشریف لے گئے تو آپ دوبارہ اسی مقام پر موجد تھے دریافت کیا کہ آپ نواب صاحب کے آنے پر

کیوں گم ہو گئے تھے آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

میں اس وقت کائنات کے خالق بارگاہ رب العزت کے حضور حاضری دے رہا تھا تو یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ میں دنیا کی ایک ریاست کے حکمران کو ملتا نواب موصوف اللہ جل شانہ کے ملنے میں رکاوٹ کا باعث تھا آپ نہایت سادگی سے زندگی گزارتے تھے۔

کئی کئی پہر بھوکے رہتے تھے لیکن آپ کے دسترخواں پر کئی کئی علماء حفاظ اور غرباء مساکین ہوتے تھے آپ کے پاس اگر کوئی سوال کرنے والا آتا تو اسے پورا کرنے کے لئے انتہائی بے چین ہو جاتے تھے جب تک سوال پورا نہ کر لیتے سکون و آرام میں نہ آتے تھے بہاولپور سے واپس آ کر آپ نے مستقل ملتان میں قیام کیا اور درس و تدریس کے علاوہ زور خطابت سے انگریزوں کے خلاف صف آرا ہو گئے آپ کے سامنے انگریز کا نام لینا گناہ تھا آپ کے شاگردوں میں قابل ذکر ہستی حضرت خواجہ مولانا عبیداللہ جن کا مزار اقدس کیڑی افغاناں میں واقع ہے خواجہ مولانا خدابخش جن کا مزار خیر پور ٹامیوالی میں اور سرائیکی کے عظیم شاعر اور بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید نے آپ کے دربار سے روحانی فیض حاصل کیا اور چلہ کشی کی اور آپ کی تمام تر زندگی اللہ کے دین کی بلندی اور پروردگار حقیقی کی محبت میں گزری آپ کا وصال ۲۵ رجب المرجب ۱۲۸۲ھ میں ہوا آپ کا مدفن یعنی مزار مبارک چوک شہیداں اور حرم گیٹ کے درمیان والی سڑک یعنی اکبر روڈ پر حضرت مولانا مخدوم قادر بخش اویسی المعروف حضرت مولانا مخدوم جندوڈا اویسی نے ایک وسیع احاطہ میں تعمیر کیا اس خانقاہ کی خصوصیت یہ ہے دربار یعنی مزارت والی جگہ کے آگے ایک وسیع ہال یعنی مجلس خانہ بنا ہوا ہے مزار کے جنوبی حصے میں ملحقہ زنانہ و مردانہ قبرستان ہے مزار کے شمالی جانب

حجرے بنوائے گئے جو سجادہ نشین صاحبان کے لئے مخصوص تھے جواب برآمدے کی شکل میں موجود ہیں مجلس خانہ کی جنوبی حصہ پر ایک عالی شان جامع مسجد تعمیر ہے اور یہ مسجد اب بھی رشد و ہدایت کا مینارہ ہے۔

آپ نے وصال کے بعد دو بیٹے چھوڑے حضرت مولانا پیر غوث بخش اویسی اور حضرت مولانا مخدوم قادر بخش اویسی عرف مخدوم اویسی چونکہ دربار کی تعمیر اور درس تدریس کا تمام تر سلسلہ حضرت مخدوم جندوڈا صاحب نے قائم کیا آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا پیر غوث بخش اویسی بارضا و خوشی اپنے چھوٹے بھائی کے حق میں دست بردار ہو گئے تا کہ اس سلسلہ کی رہنمائی اور قیادت مخدوم جندوڈا اویسی کریں حضرت مخدوم موصوف نے اپنے والد محترم قدوۃ السالکین عمدۃ الکاملین مخدوم علی مردان اویسی کی طرح اپنے زمانے میں ایک خاص مقام پیدا کیا درس تدریس کے سلسلے کو ملتان سے دور دور تک پھیلایا حتیٰ کہ سکھر سے سیالکوٹ تک کے حفاظ اور فاضل یہیں دربار کے مکتب سے روحانی تعلیم لیا کرتے تھے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مخدوم جندوڈا اویسی انسانوں کے علاوہ جنات کو بھی تعلیم دیتے تھے آپ کے وصال کے بعد آپ کے پسر اکبر مخدوم پیر قاضی احمد الدین سجادہ نشین اور مخدوم ہوئے آپ نے درس تدریس اور پیری مریدی کے لئے پورے ہندوستان کو اپنے حلقہ میں شامل کر لیا آپ کے وعظ یعنی تقاریر کو پورے ہندوستان میں ایک منفرد مقام حاصل ہوا تھا آپ کے ہزاروں مریدین پورے ملک خاص طور پر کوئٹہ اور کراچی تک پھیلے ہوئے ہیں ملتان چھاؤنی اور مضافات میں بھی ہزاروں مریدین ہیں۔

آپ کے دست حق پرست پر کئی غیر مسلم حق اور ایمان کی دولت سے منور

ہوئے آپ نے جس طرح دین اور دنیا میں رہنمائی کی اس طرح خانقاہ اور مسجد کی تعمیر میں بھی خاص کوشش کی آپ کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت مولانا مخدوم غلام نبی اویسی بھی معاون بنے آپ پورے ملتان کے قاضی تھے اور آپ کے پاس پیر جماعت علی شاہ پیر گولڑہ شریف اور خواجہ امام بخش اویسی اور ان کے والد و دیگر سجادہ نشین صاحبان اکثر اوقات مہمان ہوتے تھے آپ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مخدوم محمد بخش اویسی اس خانقاہ کے مخدوم ہوئے آپ نے بھی علوم دینیہ میں کمال پیدا کیا اور سلسلہ بیعت بڑھایا آپ نے جموں کشمیر میں سلسلہ پیری مریدی کو وسعت دی آپ نے بھی خانقاہ کی توسیع میں ایک منفرد کردار ادا کیا۔

آپ کے برادر اصغر حضرت پیر مخدوم دوست محمد اویسی آپ کے معاون تھے حضرت خواجہ مخدوم محمد بخش اویسی کے بعد اب موجودہ سجادہ نشین دربار پیر علی مردان مخدوم محمد مراد اویسی ہیں ان کے چھوٹے بھائی مخدوم پیر محمد قاسم اویسی کا خانقاہ میں قیام ہے حضرت علی مردان نے طویل عمر پائی ۸۶ سال کی عمر میں ۱۲۸۲ھ میں وصال پایا آپ کا مقبرہ ملتان میں بیرون حرم گیٹ نزد چوک شہیداں واقع ہے مقبرہ کا شرقی دروازہ الا آن اولیاء لاخوف علیم ولاھم یحزنون کے مقدس الفاظ سے مزین ہے ان ہی الفاظ سے آپ کی تاریخ وفات ۱۲۸۲ھ برآمد ہوتی ہے بیرونی دیوار پر مندرجہ ذیل اشعار مرقوم ہیں جو آپ کے ہمہ گیر اوصاف مظہر ہیں۔

بود مرد خدا علی مرداں — کہ براہ خدا قدم فرسود
گرچہ عمرش گذشت از ہشتاد — لیک در ذکر و فکر درس فزود
از مریدان شیخ محکم الدین — واز محمد مراد فیض ربود
ہادی راہ حق چناں آمد — کہ بہر یک طریق سہیل نمود

وعدہ عمر چوں شدش آخر لاجرم فرقت جہاں فرمود
سحر شنبہ لیلتہالا سراء کہدہ روحسن ماوج عرش صعود
گشت تاریخ از سرالہام چہ اجل مظہر اویسی بود

حضرت پیر مولانا عبید اللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

ارض ہندو پاکستان میں جن اولیاء نے کفر وشرک کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور ترویج دین کے لئے اپنی زندگی کے قیمتی لمحات صرف کئے ان میں حضرت خواجہ عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی ایک خصوصی اہمیت کی حامل تھی جنہوں نے پوری زندگی فقر وفاقہ اور محنت شاقہ کے ساتھ گزاردی بزرگان چشت میں آپ ممتاز اور اہم مقام رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ یوسف گردیز حضرت بہاؤالحق، حضرت شاہ شمس، حضرت شاہ رکن عالم، حضرت حافظ جمال اللہ اور حضرت مولانا محمد عبید اللہ جیسے بزرگان دین کی صحبتوں کا فیض ہے کہ کل کا کفر گڑھ اور آج اسلام کا گہوارہ ملتان اپنی قدامت اور روحانی فیض کی گہرائیوں کی وجہ سے براعظم ہی نہیں بلکہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔

پاکستان میں آج بھی تمام طبقہ فکر کے لوگوں کے لئے دینی علوم حاصل کرنے کی سب سے بڑی درس گاہیں ملتان میں واقع ہیں اور یہ بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے کہ آج بھی اس شہر میں رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے پاکستان کے کونے کونے سے بزرگان دین کے سالانہ عرس کی تقریبات میں شرکت کے لئے لوگ مزاروں پر روحانی تسکین کے لئے حاضری دیتے اور دلی سکون حاصل کرتے رہتے ہیں۔

انسان کو جب ہر طرف سے مایوسی اور ناکامی ہوتی ہے تو بزرگان دین کے مزارات کی حاضری سے انسان کو سکون حاصل ہوتا ہے۔

اولیاء کرام اور بزرگان دین کا فیض ہے کہ آج ہندوستان پاکستان میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان ہیں اور ہندوستان کے تمام بادشاہوں نے ماسوائے چند ایک کے ہمیشہ اپنے آپ کو سیکولر ریاست کا بادشاہ نہ صرف سمجھا بلکہ اس پر عمل کیا۔

ارض ہندوستان میں اسلام صرف اور صرف بزرگان دین نے ہی پھیلایا سپرنگ فیلڈ کا قبرستان جہاں امریکہ کے عظیم قائد ابراہم لنکن کا مزار ہے سپرنگ فیلڈ امریکہ کی ریاست کا صوبائی دارالخلافہ ہے خوبصورت چھوٹا سا شہر ہے ابراہم لنکن کا مزار اعلیٰ اور قیمتی پتھر سے تعمیر شدہ ہے مزار کے ساتھ مسافر خانہ لائبریری اور دفتر اطلاعات ہے سارا دن زائرین کا ہجوم رہتا ہے مزار کے ارد گرد میلوں پھیلا ہوا خوبصورت سرسبز صاف ستھرا قبرستان ہے قبرستان میں ہزاروں چبوترے پختہ پگڈنڈیاں، برقی روشنیوں اور خوبصورت پھولوں سے سجا ہوا ہزاروں قبروں کا قبرستان جہاں روزانہ سینکڑوں انسان بچھڑے ہوئے ساتھیوں کے لئے دعائے خیر پڑھتے ہیں اگر امریکہ میں مزارات اور قبرستانوں کی دیکھ بھال ہو سکتی ہے تو پاکستان میں ایسا کیوں نہیں۔

بزرگان دین نے ہمیشہ سادہ زندگی بسر کی جو آیا راہ خدا میں خرچ کر دیا آنے والے کل کی فکر نہ کی اور آج دنیا میں جتنا فساد ہے آنے والے کل کا ہے فساد ختم کرنے کے لئے کبھی کیپٹلزم کبھی کمیونزم کبھی سوشلزم اور کبھی مساوات انسانیت کو اپنایا لیکن مسئلہ جوں کا توں ہے۔

حضرت خواجہ عبیداللہ نے تمام زندگی سادگی میں بسر کر دی جو چیز راہ خدا میں آئی خرچ کر دی آپ پر پوری زندگی زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی تقویٰ سادگی اور پرہیز گاری

اس حد تک تھی کہ لوگ آپ کو موحد پیر کہتے تھے شرک و بدعت سے حد درجہ متنفر تھے۔

شرک و بدعت سے نفرت

آپ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک رئیس کا اکلوتا بیٹا بیمار ہوا کسی نے کہا اگر اس لڑکے کو جنڈی کی پرستش کرائی جائے تو صحت یاب ہو جائے گا لیکن جنڈی کی پوجا کرانے کے باوجود لڑکا جانبر نہ ہو سکا لڑکے کا باپ بڑا رئیس تھا اور انتہائی حزن وملال میں تھا آپ اس کے پاس تشریف لے گئے فرمایا کہ میں تعزیت کے بجائے تنبیہہ کرنے آیا ہوں۔ ساتھ کے لوگ گھبرا گئے کہ کہیں حضرت کی ہتک نہ کر دے آپ نے فرمایا کہ کتنا سستا سودا ہے کہ جان چلی گئی لیکن ایمان بچ گیا۔

فرمایا کہ اگر یہ بچہ بچ جاتا تو لوگوں کا غلط عقیدہ راسخ ہو جاتا کہ جنڈی کی پوجا کرنے سے مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں شرک و بدعت سے آپ کو نفرت تھی یہ واقعہ حق گوئی کی بھی مثال ہے۔

نذرانہ اور بیٹے

توحید آپ کے دل میں انتہائی درجہ پختہ اور راسخ تھی ایک دفعہ بہت بڑا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رقم کی تھیلی پیش کرتے ہوئے کہا، کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا عطاء فرمائے آپ نے رقم واپس کرتے ہوئے کہا کہ میں نے خدا سے ٹھیکہ تو نہیں کیا کہ نذرانہ لوں اور بیٹے دلواؤں۔

اشاعت خدمت دین

آپ نے پوری زندگی اشاعت دین اور ترویج تدریس علم و دین میں صرف کردی

خصوصاً علم میراث میں آپ کو کمال کی حد تک دسترس حاصل تھی علم میراث میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا جس کا نام رسالہ علم میراث ہے جو کہ درس نظامی میں سند اول ہے۔

تصنیفات

آپ کی تصنیفات کی تعداد سو تک پہنچتی ہے اکثر غیر مطبوعہ ہیں مشہور کتب میں تحفہ زنان عیوب النفس سرحد جی المعرفت رسالہ ملائیہ رسالہ نحو وصیت نامہ رفیقیہ بشرح توفیقہ رسالہ فی قبول البلو ایا والنذر۔

تعمیر مساجد

آپ نے اپنی زندگی میں کئی مساجد تعمیر کرائیں جامع مسجد جھنگ صدر جھنگ جامع مسجد نزد خواجہ صاحب، جامع مسجد خیر پور شریف ٹامیوالی بہاولپور۔

خصوصیات زندگی

پوری زندگی دریا کا پانی پیا پوری زندگی عبادت میں گزاری پوری زندگی تخت پوش پر گزاری پوری زندگی صاف ستھرا پاکیزہ اور سادہ لباس پہنا پوری زندگی پنگھوڑے میں سفر کیا اس لئے خاصے والے پیر بھی کہلاتے تھے۔

آپ کے تلانذہ

آپ کے تلانذہ اور خلفاء کی فہرست طویل ہے یہ بات خاص کر قابل ذکر ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید نے بھی آپ سے علوم ظاہری کا استفادہ کیا۔

وفات

وفات کے وقت فرمایا کہ میں نے زندگی بھر مشتبہ مال میں سے اجتناب کیا ہے لہٰذا میرے چالیس روپے جو میں نے خالص حلال کی کمائی سے حاصل کئے تھے تجہیز و تکفین کرنا یہ تھی آپ کی پرہیزگاری۔

آپ کا عرس جمادی الاول کو ہوتا ہے جس میں ہزاروں عقیدت مند دور دراز سے علاقوں سے حاضری دیتے ہیں عرس کی تقریبات کو بے حد احترام اور شان وشوکت سے دربار کے سجادہ نشین پیر صاحبزادہ عبدالرحیم قادری کی سرپرستی میں منایا جاتا ہے دربار کے اردگرد کا علاقہ نہایت خراب ہے جس سے زائرین کو تکلیف ہوتی ہے۔

اس علاقے کی سڑکوں کو درست کرنا حکومت کا فرض ہے کیونکہ بزرگان دین کی خدمت عبادت کا درجہ ہے بزرگان دین پر رحمتوں کا نزول رہتا ہے ویسے بھی نام رفتگان ضائع ممکن۔

حضرت حافظ اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ

یوں تو ملتان میں ایک سے ایک بزرگ برتر خدارسیدہ ولی کامل اور شیدائی اسلام رونق افروز ہے لیکن آج ہم ایک ایسے خدارسیدہ بزرگ کے تذکرہ سے اپنے دل و دماغ کو منور اور ایمان کو تازہ کریں گے جن کی ذات کردار و گفتار کے اعتبار سے فنائی القرآن تھی صرف قرآن حکیم کے علوم کی اشاعت اور درس وتدریس کے لئے زندہ رہے اور اسی مشن میں ایک سو سال گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

یہ بزرگ ملتان اور دوسرے علاقوں مثلاً افغانستان ایران حجاز عراق اور شام وغیرہ میں قبلہ عالم ملتانی کے عرف سے شہرت رکھتے تھے ان کا پورا نام حضرت شیخ محمد اسماعیل تھا

والدین مکی الدنی تھے سلسلہ نسب حضرت مولائے کائنات علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپ بغداد شریف کے مشہور روزگار معلم قرآن اور روحانی پیشوا حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں مشہورترین بزرگ خواجہ کمال پاک کے مرید اور شاگرد تھے آپ سات سال کی مدت میں مکہ سے بغداد آئے اور ۱۸ سال کی مدت وہیں رہ کر علوم ظاہری اور باطنی کی تکمیل کی۔

حضرت خواجہ کمال پاک رحمتہ اللہ علیہ اپنے دور کے مسلمہ استاد قرأت جید عالم اور اجل ترین حفاظ میں شمار کئے جاتے تھے اس لئے حضرت شیخ محمد اسماعیل نے بھی شیخ طریقت کی تمام صفات کو من وعن اپنایا اور اسی طرح کے عالم باعمل اور عظیم رحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ علم وقرأت کے امام اور قرآن پاک کے معلم استاد تسلیم کئے گئے جن کے شاگرد اور مرید پورے برصغیر ہندوپاک کے علاوہ ایران افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے۔

حضرت حافظ ملتان میں

یہ ۹۳۶ھ کی بات ہے کہ آج سے سوسال قبل حافظ مخدوم محمد اسماعیل سجانی ملتان وارد ہوئے اس وقت آپ کا سن مبارک ۲۵ سال تھا ملتان آنے کے بعد آپ نے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے کوشش شروع کی اور ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی یہ مدرسہ ابتدائی طور پر حرم دروازے کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد میں قائم ہوا جس میں دن رات طالبان معارف قرآن کا ہجوم رہتا تھا۔

حضرت حافظ کا یہ ادنیٰ کمال اور معمولی سی کرامت ہے کہ غبی سے غبیکند سے کند دماغ رکھنے والے طلباء بھی چند دنوں میں قرآن پاک کو حفظ کر لیتے تھے اور پھر

انہیں ایسا شرح صدر اور ایسا منور دماغ ملتا کہ زندگی بھر قرآن نہیں بھولتا تھا اب بھی ان حضرات کی یہ ایک زندہ کرامت ہے کہ جو شخص آپ کی خانقاہ پر جا کر ایک ہفتہ قرآن پاک شوق وادب سے پڑھتا ہے اس کا سینہ علوم قرانیہ کے لئے کھل جاتا ہے۔

حضرت حافظ صاحب اور عوام

جیسا کہ ہر اللہ والے کا دستور ہے کہ وہ اللہ کی مخلوق سے بے پناہ محبت والفت رکھتے ہیں آپ بھی خلق خدا کے سچے بہی خواہ تھے آپ نے اپنے خرچ پر غریب الدیار اور بے وطن طلباء کے لئے ایک عظیم درسگاہ بنوائی اور خود ہی درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیئے پھر ان پردیسی اور بے وطن طلباء اور دیگر مسافروں کے لئے بہت بڑا لنگر خانہ قائم کیا جس میں پانچ سو آدمی ایک وقت میں کھانا کھاتے تھے۔

آپ کا اصل کمال یہ ہے کہ انہوں نے مصنوعی پیروں کی طرح خلق خدا کو لوٹنے اور فریب دینے کے لئے خدا رسول کے نام کو استعمال نہ کیا اور نہ ہی دین اور مذہب کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا بلکہ اس کے برعکس خود ذاتی طور پر محنت کی اور اپنی محنت اور کمائی سے دین و دنیا کی خدمت کی آپ اعلیٰ درجہ کے طبیب تھے چنانچہ آپ نے طب کے ذریعے بھی عوام کی خدمت کی اور اسی خدمت کو اپنے لئے باعث افتخار سمجھا اس وقت کے سلاطین اور امراء اکثر قدم بوسی کو اور علاج معالجہ کی غرض سے حاضر آستانہ عالیہ ہوتے لیکن آپ کبھی کسی طرف ایسے انداز میں ملتفت نہ ہوتے جس سے امیروں کی عزت یا غرباء کی دل شکنی کا پہلو نکلتا ہو آپ ہمیشہ رسول کریم کی اس حدیث کا حوالہ دیا کرتے تھے کہ اسلام عوام میں پیدا ہوا ہے عوام میں ترقی پذیر ہوا ہے اور عوام کی طرف لوٹ آئے گا باوجود اس کے سلاطین و امراء اکثر و بیشتر تحائف اور

نذرانے گزارا کرتے تھے لیکن آپ ان نذرانوں کو اپنے لئے سم قاتل سمجھتے اور وہ سب کے سب فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے بلکہ طبابت کے پیشے سے اگر کوئی آمدنی ہوتی تھی تو وہ غرباء ومساکین میں صرف کر دیتے تھے اتنی بڑی شوکت وعظمت کے مالک ہونے پر بھر آپ نے کبھی سیاست میں دخل نہ دیا تھا۔

یعنی کسی محلاتی سازش میں شریک نہ ہوتے تھے اس کے برعکس آپ نے نہایت پرسکون زندگی گزاری آپ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت میں بھی خاص دلچسپی لیتے تھے چنانچہ آپ نے خاندان کی ہر بچی کے لئے قرآن پاک کا حفظ کرنا اور بچے کے لئے قرآن کا علم حاصل کرنا فرض قرار دیا تھا اور اس کے ساتھ دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے علم طب بھی اپنے بچوں کو سکھاتے تھے چنانچہ ان کے خاندان میں یہ روایت آج سو سال گزرنے کے بعد بھی قائم ودائم ہے۔

وفات ومقبرہ

آپ نے ملتان میں تقریباً پون صدی یعنی ۷۵ سال قرآن پاک کا درس دیا اور مسند رشد وہدایات پر رونق افروز ہو کر علم وعرفان کی شمع کو روشن رکھا آخر کار سو سال کی عمر میں ایک ہزار گیارہ ہجری میں شب برات کو دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت گزیں ہوئے۔

آپ کا مقبرہ ملتان شہر کے ریلوے اسٹیشن سے جنوب کی جانب چند قدم کے فاصلے پر واقع ہے یہ مقبرہ ملتان کی تاریخی مسجد طوطلاں کے عقب میں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے حکم دیا تھا کہ ان کا مزار اور مقبرہ وغیرہ کچا رکھا جائے اس پر کسی قسم کی تزئین نہ کی جائے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق یہ ابتداء میں روضہ

کچا تھا جسے بعد میں ملتان کے نیک دل حاکم نواب مظفر نے پختہ بنادیا۔

آپ نے چند کتابیں بھی تصانیف فرمائیں جن میں سے بیاض قلب فارسی اور رسالہ مراۃ الحق تصوف میں اب بھی موجود ہے ان کے خلفاء میں سے حضرت خواجہ امام بخش حضرت خواجہ احمد یار اور دیگر مشہور بزرگ ہیں۔

حضرت پیر مٹاں والاؒ

حسین آگاہی محلّہ سعد میں آپ کا مزار ہے آپ کا اصل نام فتح اللہ شاہ تھا اور آپ حضرت محبوب سبحانی کی اولاد بیان ہوتے ہیں۔

حضرت قاضی مٹھوؒ

بیرون دولت گیٹ حافظ جمال روڈ پر درختوں کے بیچ آپ کا مزار ہے آپ صوفیاء میں سے تھے دیگر حالات مخفی ہیں۔

حضرت پیر دوست محمد حسین آگاہیؒ

آپ کا مزار گلی دال والی بطرف مشرق ہے مزار کے گرد کٹہرہ ہے کہتے ہیں آپ متشرع بزرگ تھے۔

خواجہ محمد موسیٰ پاکؒ

ایک روز حضرت خواجہ خواجگان محمد جمال اللہ ملتانی نور اللہ مرقدہ اپنے حلقہ مریدین میں چودھویں کے چاند کی طرح جلوہ افروز تھے زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ ہماری مجلس میں شاہباز جہاں تشریف لا رہے ہیں۔ سب کی نگاہیں اس ہستی کے دیار کی منتظر ہو گئیں تھوڑی دیر بعد وہ شاہباز جہاں جنہیں لوگ کلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

نام سے جانتے تھے تشریف لے آئے حضرت حافظ صاحب غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی تکریم کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اور حلقہ ارادات میں منسلک فرمایا۔

یہ ہستی جس کو شیخ مکرم کی طرف سے شاہباز جہاں کا لقب عطاء ہوا۔ ۱۱۹۶ھ کی گیارہ رجب المرجب کو دنیا میں تشریف لائے۔ اسم گرامی محمد موسیٰ پاک رکھا گیا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے آپ کے جدامجد شیخ فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ عطیہ خراسان سے ملتان تشریف لائے اور ان کا مزار دمشق میں حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت موسیٰ پاک نے ملتان میں ایک مسجد تعمیر کرائی اور تبلیغ دین کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا آپ کے مدرسہ میں ۸۰۷ طلباء ہر وقت موجود رہتے تھے تمام طالب علموں کو ایک وقت کا کھانا لنگر سے ملتا تھا آپ بعد نماز فجر ڈیڑھ گھنٹہ تک ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے پھر طالبان دین کو درس دیا کرتے تھے آپ کی زبان مبارک میں لکنت تھی اس لئے بعض اوقات تقریر کے دوران آپ خاموش ہو جاتے تھے مگر سبحان اللہ جو فقرہ نکلتا گوہر نایاب ہوتا آپ کو از بر تھیں آپ کا ایک شاگرد کتاب غایۃ التحقیق پڑھتا تھا اس کتاب کے کچھ درمیانی اوراق گم ہو گئے تھے طالب علم بہت پریشان ہوا آپ نے اس کی پریشانی محسوس فرمائی اور گمشدہ اوراق کی عبارت تحریر فرما کر اسے عطاء کر دی طالب علم مطمئن ہو گیا اور کتاب کی تلاش جاری رکھی کچھ دنوں بعد اسے غایۃ التحقیق کا دوسرا نسخہ دستیاب ہو گیا گمشدہ اوراق سے استاد مکرم کی تحریر کا مقابلہ کیا ایک لفظ کی غلطی تو کجا کسی لفظ کا تقدم تاخر بھی نہ پایا قدموں میں گر پڑا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

حضرت موسیٰ پاک کے تجر علمی کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ بادشاہ خراسان

نے ایک مشکل مسئلہ کے شافی جواب کے لئے اپنے خاص معتمد علیہ کو ہندستان بھیجا وہ قاصد سارا ملک پھرا کہیں سے جواب نہ مل سکا ناامید ہو کر واپس جا رہا تھا راستے میں وہ حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

انہی دنوں کوٹ مٹھن شریف کے قاضی القضاہ حضرت خواجہ عاقل محمد صاحب بھی تونسہ شریف آئے ہوئے تھے قاصد نے اپنا مسئلہ بارگاہ سلیمانی میں پیش کیا دونوں حضرات نے اس قاصد کو ملتان میں حضرت موسیٰ پاک کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا وہ واپس ملتان آیا اور حضرت کی خدمت میں اپنا عریضہ پیش کیا حضرت نے آن واحد میں اس مسئلہ کا جواب تحریر فرما کر اسے تھما دیا قاصد مذکور نے شکرانہ کے طور پر نذرانہ پیش کیا جسے آپ نے طلبہ میں تقسیم کر دیا۔

حضرت موسیٰ پاک سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عملی نمونہ تھے سادگی کو پسند فرماتے تھے ہر کام کو اپنے ہاتھ سے کرتے مسجد شریف میں لوگوں کے لئے وضو کا پانی خود بھر کر رکھتے اگر کوئی شاگرد عرض کرتا کہ یا حضرت یہ کام میں کرتا ہوں تو آپ فرماتے کہ تمہارا وقت قیمتی ہے تم علم حاصل کرو کام میں خود کروں گا محلے میں بیوگان مساکین اور کمزور لوگوں کا بہت خیال رکھتے دروازے پر پہنچ کر دستک دیتے کہ کوئی کام ہو تو کر دوں گرمی کے موسم میں پانی کے گھڑے بھر کر ان کے گھر پہنچاتے۔

آپ دوپہر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق قیلولہ فرماتے اور نماز ظہر کے بعد ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تلاوت قرآن کریم دلائل شریف ختم خواجگان اور وظائف ماثورہ آپ کے معمولات میں شامل تھے مغرب کی نماز سے عشاء کی نماز تک آپ نوافل کے ذریعے قرب الٰہی میں رہتے۔

عشاء کی نماز آدھی رات کے بعد ادا فرماتے اور گھر تشریف لے جاتے

تھوڑی دیر کے لئے آرام فرماتے تہجد کے وقت دوبارہ مسجد میں آجاتے اور نماز تہجد ادا فرما کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

نواب مظفر خان صاحب مرحوم کو حضرت کلیم اللہ کے شاگرد رشید ہونے کا فخر حاصل تھا باقاعدہ آپ کی خدمت میں تحائف و نذرانے پیش کرتا رہتا تھا آپ سارے نذرانے طالب علموں میں تقسیم فرما دیتے نواب کی یہ حسرت کبھی پوری نہ ہوئی کہ اس کے تحائف ونذرانے حضرت کے مصرف میں آئیں ملک بھر سے خواص و عام کی ایک بڑی تعداد شہد کی مکھیوں کی طرح خدمت میں حاضر ہوتی وظائف سے فارغ رہنے کے بعد نہایت اطمینان سے ہر ایک کی درخواست سنتے طالبان دین ودنیا سب کو مستفید فرماتے اور ہر ایک کو دعا دیتے اور شریعت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلنے کی تاکید فرماتے خلاف شرح امور کی استدعا پر توجہ نہ فرماتے دل آزاری خواہ ظاہری ہو یا باطنی سے منع فرماتے اور ایسے لوگوں کی اصلاح فرماتے۔

حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لئے دور دور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ انہیں بیعت نہ فرماتے کہ بھائی میں اس بوجھ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر جن لوگوں کو آپ کی ذات منبع البرکات سے بڑی عقیدت ہوئی اور آپ ان کا ذوق وشوق دیکھتے تو کچھ عرصہ ان کے اشتیاق کا امتحان لے کر حلقہ ارادت میں داخل فرما لیتے۔ حضرت موسیٰ پاک کو بفضل تعالیٰ شب قدر کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس کے بعد جس کے لئے دعا خیر کی قبول ہوئی۔

ایک دفعہ ملتان میں سخت قحط پڑا حضرت منشی غلام حسن صاحب شہید بہت سے لوگوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور دعا کے لئے عرض کی آپ نے فرمایا کہ دودھ چاول پکا کر بچوں کو ہمراہ لے کر عیدگاہ میں پہنچو اور دودھ چاول بچوں کو کھلاؤ

بچے جب پانی مانگیں تو کہو کہ بارش کے لئے دعا کرو ایسا کیا گیا اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گیا۔

ایک دفعہ ملتان میں شدید سیلاب آیا کہ ملتان شہر کے اندر حسین آ گاہی تک پانی بھر آیا سب لوگ پریشان ہوئے ملتان کے حکمران دیوان ساون مل نے ایک آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا آپ نے نیا وضو کیا پانی کے قریب مصلٰی بچھایا اور دو رکعت نفل ادا کیئے پانی نے ایک دم بڑھ کر آپ کی قدم بوسی کی اور اس تیزی سے واپس ہوا جیسے کبھی سیلاب کا پانی آیا ہی نہ تھا آپ ۶۵ سال کی عمر میں ۱۱ رجب المرجب جمعرات کے دن اس دار فانی کو چھوڑ کر مالک حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا دربار شریف حسین آ گاہی کے اندر محلہ کمانگراں میں واقع ہے۔

حضرت سید عبدالقادرؒ ثالث پان قدس سرہ

آپ کا نام عبدالقادر اور لقب مخدوم ثالث و پان کنیت ابوالخیر ہے کریم الطرفین نجیب الدین بھی کہتے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا لقب خیر النساء نام امتہ الاول تھا آپ خاندان سادات گیلان کی رزاقی سیدہ تھیں ان کی صلاحیت اور خدا ترسی کا شہرہ تھا عابدہ صالحہ تھیں ریاضت و زہد میں یکتا زمانہ مانی جاتی تھیں کشف قلوب اور معارف کا پورا حصہ لیا ہوا تھا ان کے خوارق عادات بکثرت منقول ہیں ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ مراقبہ سے فراغت حاصل کر کے فرمانے لگیں کہ میرے بھائی ہدایت اللہ انتقال کر گئے ہیں اس لئے تعزیت کی رسم ادا ہونی چاہئے ایک ماہ بعد جہاں آباد سے وفات کا خط آیا تو وہی تاریخ لکھی تھی جس کی آپ نے خبر دی تھی یہ بھی منقول ہے کہ ہر شب جمعہ کو بجمال حضرت بنت الرسول جناب سیدہ ام الحسنین فاطمۃ الزہرا اشرف یاب

ہوتیں حضرت ممدوح کی ولادت باسعادت ۱۲ ذیقعد ۱۰۲۶ء میں ہوئی۔

جناب کی والدہ سے منقول ہے کہ جب مولود میرے شکم میں تھے بعد نفخ روح یہ حالت تھی کہ میں وضو کر کے حسب معمول تلاوت قرآن مجید کرتی تو حسب عادت مالوفہ میرے شکم میں جنبش پیدا ہوتی اگر پڑھتی ہوئی رک جاتی تو جنبش بھی رک جاتی جب متولد ہوئے تو گیارہ دن دودھ نہ پیا غیب سے سیری ہوتی آپکے والد ماجد سے منقول ہے کہ ایک شب حضرت غوث صمدانی قدس سرہ کی زیارت سے شرفیاب ہوئی تو جناب عالی نے اس مولود مسعود کو مجھے دکھا کر فرمایا کہ میری رضا جوئی مطلوب ہے تو اس کی تربیت کا خیال رکھنا کیونکہ یہ اپنے وقت کا قطب ہوگا لکھا ہے کہ اس اثناء میں حضرت ممدوح والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر ہمارے اسلاف سے کسی نے بھی اپنے فرزند کے ہاتھ پر بیعت کی ہوتی تو میں دریغ نہ کرتا تجھے وہ مرتبہ عطا ہوا ہے کہ جس کا تقاضا مشیت ایزدی تختص مش تشاء۔

شیخ محمد لقا سے منقول ہے کہ میں حضرت سید موسیٰ پاک دین کے زمانہ میں بکھر میں تھا آپ سلطان العارفین سید شاہ محمود جو وقت کے غوث تھے آپ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے اتفاقاً سید محمود شاہ اس وقت مجنونانہ حالت میں رقص کناں تھے سید موسیٰ پاک دین کو خیال آیا کہ اگر شاہ محمود اس حالت میں میری طرف متوجہ ہوتے اور دعا فرماتے تو بہتر تھا بجر واس خطور کے شاہ محمود لب کشائی کی کہ اے موسیٰ جس مرتبہ پر تو نے ترقی کی ہے وہ تو تجھ پر ظاہر ہے لیکن تیرے گھر ایک فرزند پیدا ہوگا جس کا مرتبہ عظیم ہوگا عمدۃ الفضلا مولانا محمد بن تاج المدرسین شیخ ابوالفتح ملتانی سے منقول ہے کہ حضرت ممدوح کو میرے والد آم کے درخت کے نیچے پڑھاتے تھے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے کہ اثنا سبق بارش شروع ہوگئی میں نے دیکھا مخدوم ثالث نے

سبق پڑھتے ہوئے ہاتھ بلند کر کے اشارہ کیا کہ بس بارش رک گئی۔

منقول ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق کی اولاد سے ایک شخص نے ملازمہ کے ہاتھ کہلوا بھیجا کہ فلاں خادم برائے حصول ملازمت حاضر ہے آپ نے بھیجا کہ کھانا کھا کر چلا جائے اس نے واپسی کہلوا بھیجا کہ گھر میں بھی آپکی دولت کے تصدق کھایا کرتا ہوں آپ نے پھر دوبارہ فرمان بھیجا کہ اسے کہو بیٹھ جائے اور کھانا کھالے اس نے پھر عذر کیا آپ نے تیسری بار بھی یہی کہلوایا کہ کھانا کھا کر جائے اس نے پھر معذرت کیساتھ رخصت کی عرض بھی کی تو حضرت ممدوح نے فرمایا کہ اس کا اختیار ہے آخر کار وہ اٹھ کر واپس چلا گیا حضرت ممدوح نے فرمایا اس کا رزق بند ہو چکا ہے ہم نے چاہا تھا کہ وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہے لیکن اس نے خود نہ چاہا وہ شخص گھر جاتے ہی انتقال کر گیا۔

منقول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ کے ہم عصر ایک باکمال سید شاہ نظام تھے ان کو خواب میں حضرات پنجتن کی زیارت ہوئی اور حضرت مخدوم ثالث کا تخت پوش دکھا کر فرمایا کہ اس پر سونا چاہئے شاہ نظام نے عرض کی کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے صبح کو حضرت مخدوم ثالث نے وہ تخت بھجوادیا کہ یہ آپ لے لیں شاہ نظام نے وہ تخت پوش واپس کرتے ہوئے کہا کہ اس میں شک نہیں جو میں نے خواب میں دیکھا ہے آپ نے بیداری میں حاصل کیا لیکن میں نے اس وقت بھی معذرت کی تھی اور اب بھی معافی کا خواستگار ہوں۔

عبدالرحیم صباح ملتانی سے روایت ہے کہ یہ بندہ ایک شب کمال سرور عالم مشرف ہوا حضرت مخدوم ثالث آپ کی بغل میں تھے اور سرور عالم ان کی پیشانی کو چومتے تھے میں صبح بعد فراغت ضروریات حضرت مخدوم قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا چاہتا تھا کہ رات کا خواب بیان کروں لیکن میرے کہنے سے پہلے آپ کی

زبان فیض تر جمان سے یہ در آبدار ظاہر ہوئے کہ سچ ہے نا اہل کو محرم اسرار نہ کرنا چاہیئے میں سمجھ گیا کہ مطلب عدم اظہار ہے پس میں قدم بوس ہو کر واپس لوٹ آیا اور دل میں کہا کہ بھلا میں کیوں اسرار کے اظہار کے در پے ہوں آپ ؒ نے با آواز بلند فرمایا شاباش اس راہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے المختصر آپ بڑے عابد زاہد اور عارف ربانی تھے آپ کی وفات ۱۶۷۲ء میں ہوئی آپ کے فرزندگان آپ کی زندگی میں ہی فردوس بریں سدھارے اسلئے آپ کا پوتا شیخ محمد غوث ثانی آپ کے وارث جانشین ہوئے۔

حضرت مخدوم سید محمد غوثؒ ثانی قدس سرہ

حضرت مخدوم سید محمد غوث یکتا اہل زماں اور صاحب عرفان تھے علم و عمل میں لاثانی مظہر انوار صفات رب المشرقین مسند نشین جادہ غوث الثقلین اورنگ جلیس وسارہ قطب الکونین محبّ المساکین اور خصائل شمائل میں برگزیدہ زماں تھے نام سید محمد غوث کنیت ابوالحسن اور لقب جمال الدین تھا متاخرین سادات گیلانی سے اعلیٰ درجہ پر ممتاز تھے آپ کی والدہ ماجدہ حسینی سادات سے تھیں نام نامی آپ کا سیدہ بی بی بیگم خاتون دختر میر علی اکبر بن میر اسماعیل ہروی تھا۔

حضرت ممدوح کا سن ولادت باسعادت ۲۹ جمادی الاول ۱۰۷۸ ہے بحر السرائر میں ان الفاظ سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ماہتاب جمال الٰہی آفتاب جلال نامتناہی مخزن اذکار ربانی گنجینہ اسرار سبحانی آئینہ تجلیات ذات مظہر انوار صفات حضرت ممدوح کے بعض اوصاف ہیں ۱۷۲۵ء میں خلد آشیاں ہوئے ان کا مزار پرانوار روضہ کے اندر ہے۔

محمد شاہ رنگیلا و شاہ عالم شاہان مغل دونوں حضرت کے ساتھ خلوص و عقیدت

رکھتے تھے موخر الذکر جاگیرات کثیرہ ونقد وغیرہ کے علاوہ پچاس ہزار درہم سالانہ لنگر خانہ میں بھیجا کرتا تھا آپ لیاقت خداداد سے اپنے زمانہ کے روشن ضمیر اور باکمال تھے بوقت سجادہ نشین سید فتح محمد شاہ جن کا انتقال ہو چکا تھا کی اولاد نے کش مکش کی لیکن بوجہ اتقاء وروشن دماغی حضرت ممدوح کا انتخاب عمل میں آیا۔

بحرالسرائر آپ ہی کے عہد میں تالیف میں ہوئی آپ کے تین فرزند تھے سید فتح محمد شاہ سید دین محمد شاہ اور سید گل محمد شاہ اول الذکر صاحبزادہ صاحب کمال وصاحب جلال تھے سادات پیر جال والا انہی کی اولاد سے ہیں ڈیرہ غازیخان میں آپ کے اخلاف رشید موجود ہیں سید فتح محمد شاہ اپنے والد کی حیات میں ہی واصل باللہ ہو گئے ان کا مزار فیض آثار روضہ پاک شہید کے اندر ہے سید گل محمد شاہ بھی اپنے بھائی کی طرح نہایت پارسا متقی اور صاحب کمالات تھے ان کی اولاد بھی مختلف مقامات پر جلوہ فگن ہے سید ذوالفقار شاہ گیلانی انہی کی اولاد سے ہیں سید گل محمد شاہ کی مرقد منور روضہ پاک شہید کے بیرونی احاطہ میں ہے۔

حضرت مخدوم سید دین محمد شاہؒ ملقب شیخ

حامد گنج بخش ثالث

۱۶۹۶ء میں یہ آفتاب جہاں تاب طائع ہوا ان کے پرتو زہد وتوکل نے جہان کو منور کر دیا ان کے اوصاف حمیدہ نے لوگوں کو والہ وشیدا بنا دیا تھا ۲۹ سال کی عمر میں جلوہ آرا مسند ہوئے مریدین کا ہر وقت جمگھٹا رہتا تھا نواب شجاع خان والی ملتان آپ کا مخلص معتقد تھا جاگیرات میں چند دیہات پیش کئے اور اپنی دختر نیک اختر بھی اس خاندان کے ایک معزز فرد کے نکاح میں دی ہندو اور مسلمان دونوں آپ کو

بااقتدار بزرگ مانتے تھے حضرت ممدوح کے دو صاحبزادے تھے کمال الدین، جمال الدین، کمال الدین چونکہ بڑے تھے ایک دن سیر کرتے ہوئے دل میں خیال آیا کہ مخدومیت وسجادگی کی ایک دن میری طرف بازگشت ہوگی اتفاقاً ایک مجذوب فقیر جو آپ کے قریب سے گزر رہا تھا اس پر آپ کا یہ خیال منکشف ہوا وہ مستانہ وار یہ کہتا ہوا بھاگا کہ اندر جمال باہر جمال کبھی نہ دیکھا کمال ہر کما۔ لے راز وال اس واقعہ کے چند دن بعد حضرت کمال الدین کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد حضرت ممدوح کا بھی ۱۷۷۹ء میں انتقال ہوگیا پس ماندگان ومریدین کو جو غم والم ہوا اسکا اندازہ علیم وخبیر ہی جانتا ہے حضرت سید جمال الدین شاہ ہی اس وقت آپکی یادگار تھے اور سجادہ ہوئے۔

حضرت مخدوم جمال الدینؒ

شیخ عبدالقادر چہارم

آپ کا سن ولادت باسعادت ۱۷۵۸ء ہے آثار صداقت بچپن ہی سے ان کی جبیں سے ہویدا تھے تھوڑی ہی مدت میں علوم رسمیہ سے واقفیت حاصل کر لی علوم باطنیہ کی تعلیم موروثی اپنے والد سے حاصل کی اپنے زمانہ کے مقدس سر برآوردہ بزرگان کے انتخاب سمجھے جاتے تھے جماعات کثیرہ فیض یاب تھیں رشد وہدایات کا باب مفتوح تھا امراء اور روساء بھی فیض حاصل کرنے کے لئے بارگاہ میں حاضر ہوتے اور مطالب یابی سے بہرہ ور ہوتے نواب مظفر خان حاکم ملتان جن کی مزار خانقاہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی قدس سرہ کے بیرونی احاطہ میں ہے جو ۱۸۱۸ء میں ہنگامہ ملتان میں سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تہہ دل سے حضرت کے معتقد تھے آپکا زمانہ مخدومیت تقریباً تین سال تھا لیکن اس قلیل زمانہ میں ہدایت وارشاد کا ایسا دریا بہادیا تھا کہ زمانہ کی کثیر

جماعت کی قلبی کشف زار کو سیرات کر کے خدا بینی کے ثمرات سے لہلہادیا تھا آخر کار بحکم کل نفس ذائقۃ الموت ۱۸۱۳ء میں جان جان آفرین کے سپرد کر کے قفس قالب سے سبکدوشی حاصل کی اور طائر روح کنگورہ عرش پر آشیاں ساز ہوا۔

سید احمد شاہ شیر شاہ اور سید صدرالدین شاہ آپ کے فرزندان تھے سید شیر شاہ صغیر سنی میں فوت ہو گئے بوقت وصال صرف صدرالدین شاہ موجود تھے جو مالک ووارث ہوئے۔

حضرت مخدوم صدرالدین شاہؒ

الملقب شیخ محمد غوث ثالث

حضرت ممدوح کا سن ولادت ۱۷۸۳ء ہے آپ بڑے باکمال ذی استعداد صاحب خلق عظیم زندہ دل علم وعمل سے مجلّے تھے فیوضات باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کر کے عرفان کی معراج پر ترقی کی اپنے زمانے کے ذی اقتدار اور روحانی پیشوا مانے جاتے تھے۔

شاہ شجاع درانی بادشاہ کابل ذی اخلاص معتقدین سے تھا جب کبھی استفادہ یا التماس کی غرض سے خطوط نویسی ہوتی تو بلفظ عریضہ استعمال کرتا لنگر خانہ میں ہزار روپیہ سے کم نہ بھیجتا اور قبولیت کو باعث فخر وخیر وبرکت سمجھتا مہاراجہ رنجیت سنگھ باوجود غیر مسلم ہونے کے ان کا لوہا مانتا تھا اور معتقد تھا سابقہ جاگیرات جو اس خاندان میں چلی آتی تھیں ان کے علاوہ مبلغ ۲۵۰ روپے نقد اور ایک بیش قیمت مشکی گھوڑا نذرانہ پیش کیا جس کی سند محفوظ ہے مریدوں کی تعداد بکثرت ہے جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں حضرت ممدوح کے زمانے میں انگریزی حکومت کا آغاز ہوا اس سے پہلے سکھ حکومت اور چند سال سلطنت افغان بھی ملاحظہ فرمایا تھا حقوق الرعایا کا حفظان تحت

نظر رہتا زمانہ آخیر میں انگریزی سلطنت کا اقتدار قائم ہوا اور سکھا شاہی ختم ہوئی تو آپ نے نمایاں خدمات مناسبہ عمل میں لاکر سندات حاصل کیں جو توشہ خانہ میں اب تک محفوظ ہیں ملتان کی مختلف جنگوں میں ممدوح قدس سرہ نے سرداران سرحد کو جو معتقدین تھے ان کو ہدایت کی کہ گورنمنٹ انگریزی کے خلاف کارروائی کرنے سے فتنہ فساد برپا ہوگا اور سکھوں کے زمانہ کی رہی سہی عزت جاتی رہے گی مناسب وقت یہ ہے کہ یکسوئی کر کے امداد دو بہبودی اسی میں ہے اور خود بھی مناسب موقعوں پر نہایت قیمتی اوقات ملکی و جنگی خدمات انجام دیں جس پر برٹش حکام نے شکریہ ادا کیا اور سندات عطاء کیں اور جاگیرات کو بدستور قائم رکھا چونکہ حضرت ممدوح اس وقت کے منتظر تھے کہ جہاں واہل جہاں سے جو فنا اور مقام فنا ہے علیحدہ ہو کر جہاں آفرین کے ساتھ بقا کا شرف وافتخار حاصل ہوکر آخر میں اس وجہ سے گوشہ نشینی اختیار کر کے اور کمال حاصل کرلیا اچانک پیک اجل نے حاضر ہوکر بشارت دی اور ۱۸۵۳ء میں لبیک کہتے ہوئے باقی باللہ ہوئے اہلیان ملتان اس آفتاب کے چھپ جانے سے حد درجہ مغموم تھے ہر شخص بے چین تھا تمام شہر میں کاروبار بند کر دیا گیا اور تمام شہر آپکے جنازے میں شامل ہوا۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے پیر نور شاہ سید محمد غوث بخش اور سید محسن شاہ جو کہ برگزیدہ روزگار تھے اول الذکر ہر پہلو سے ثانی و ثالث سے سبقت رکھتے تھے اسی لئے باتفاق سجادہ نشین کے مستحق قرار پائے۔

حضرت مخدوم پیر نور شاہ ملقبؒ

شیخ حامد گنج بخش چہارم

آپ کی ولادت ۱۸۰۸ء میں واقع ہوئی زمانہ طفولیت میں آثار سعادت

اطوار حضرت مدوح کے ناصیہ میں ہویدا تھے تعلیم رسمیہ کے حاصل کرتے ہوئے یہ کیفیت نمودار ہوئی کہ دانش مندان قوم کو یہ اعتقاد ہوا کہ ہونہار مخلوقات کے مردہ دلوں کے کھیت کو فیض غوث صمدانی کے چشمہ سے سیراب کرے گا اور بہت معزز خوش نصیب ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ بھی اپنے بزرگوں کی طرح مشہور ولی مانے گئے آپ کا فیض عام تھا ہر فرقہ وملت کے افراد آپ کی روحانی بزرگی کے قائل تھے خرق عادات میں ید طولے رکھتے تھے تسخیر قلوب کا یہاں تک اثر تھا کہ مسلمان بجائے خود ہندو بھی جان فدائی کو فخر سمجھتے تھے آپ کی سواری بوجہ انبوہ خلائق زیارت کناں نہایت وقت سے شہر سے گزرتی تھی سرحدی سردار اور نواب بہاولپور و نوابان ڈیرہ جات جناب والا کے معتقدین میں تھے گورنمنٹ انگریزی میں بھی صاحب اعزاز اور ذی مرتبت سمجھے جاتے تھے فتوحات ملتان میں برٹش گورنمنٹ کی جنگی خدمات میں کافی حصہ لیا غدر ۵۷ء کے دبانے میں نہایت تدبیر سے کام لیا آخر عمر میں صبغتہ اللہ کے رنگ سے ایسے مصبوغ ہوئے کہ ماسوائے اللہ سے فارغ ہو کر با خدا ہونے کا تمغہ حاصل کیا اور کمال کے معراج کو طے کرتے ہوئے ۱۸۶۸ء میں قالب انسانی سے تجرد اختیار کر کے قرب الٰہی کے سمندر میں غوطہ زن ہوئے آپ کے تین صاحبزادے سید ولایت شاہ سید شادی شاہ اور سید پیر شاہ تھے۔

پیر مخدوم ولایت شاہؒ

المعروف عبدالقادر خامس

آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۳۸ء میں ہوئی آپ کی ولادت پر غیر معمولی خوشیاں منائی گئیں یہ مولود مسعود نرالی اداؤں سے اور انوکھے کرشمات سے سب کو بھاتا

تھا ان کی شکل وشباہت سے پتہ چلتا تھا کہ اس نے زمانہ کو اپنا گرویدہ و مطیع بنانا ہے۔

ایام میں طفولیت میں وہ جلوہ آرائی تھی کہ سبحان اللہ دنیا کی چھل پہل اپنی طرف کھینچنا چاہتی تھی مگر ایسے شہباز کب مقید ہوتے ہیں قلیل عرصہ میں علوم رسمیہ حاصل کر کے وہ ملکہ خطابت پیدا کر لی دلیری وشجاعت میں فرد کامل تھے مخلوقات عامہ کی بہی خواہی پر فخر تھا حاکم ومحکوم دونوں کی نگہداشت کا پورا پورا خیال تھا ۱۸۶۸ء میں مسند سجادگی پر جلوہ آرا ہوئے ذکاوت وذہانت فراست ولیاقت میں اپنی مثال تھے۔

۱۸۷۷ء میں جب گورنمنٹ نے مجسٹریٹ بنچ کا افتتاح کرنا چاہا تو اس عہدہ کے انتخاب کیلئے حضرت ممدوح ہی سمجھے گئے آپ یہ خدمت بخوبی انجام دیتے رہے آخیر عمر قطع علائق کر کے خلائق عالم کی درگاہ میں سربجود ہو گئے ۱۸۷۸ء میں آپ نے جان جان آفرین کے سپرد کی آپ کے مریدین کی تعداد بکثرت ہے جو مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ کا مزار روضہ حضرت موسیٰ پاک شہید میں ہے آپ کے تین صاحبزادے تھے محمد صدرالدین شاہ سید شیر شاہ سید راجن شاہ۔

حضرت سید شیر شاہؒ

آپ صاحب کمال و عالی وقار تہذیب ولیاقت کی مجسم تصویر تھے آپ کی ولادت باسعادت ۱۸۷۳ء میں ہوئی قرآن مجید اور معمولی کتاب رسمیہ کو تھوڑے عرصہ میں حاصل کر لیا قرآن مجید اور ضروری مسائل کی تعلیم کے بعد جناب ممدوح نے انٹرس پاس کیا اور پہلے پہل بعہدہ منصفی مقرر کیے گئے بعد ازاں افسر مال کے فرائض ادا کیے۔

یہ ہونہار نوجوان عبادت وریاضت کے دلدادہ تھے اور محکمہ وحکم کے حقوق کو

اپنے اپنے مرتبہ پر سمجھنا اوران پر پابند ہونا ملحوظ خاطر رکھتے تھے علماء دین کے اعزاز اور صلحاء کی پایہ شناسی سے خاص دلچسپی تھی اگر بلحاظ حکومت دیکھا جائے تو باوجود سادگی پسندی عجیب رعب ودبدبہ تھا جناب کی دادگستری انصاف پسندی کا وہ شہرہ تھا کہ نوشیرواں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی اگر بلحاظ تقدس وصلاحیت دیکھا جائے تو زہد وتقویٰ راستی حق پرستی صبروشکر سے موصوف شبلی وقت کہے جاتے تھے۔

پاکیزہ اخلاق ازروئے عقائد حضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار ومطیع صحبہ واہل بیت اطہار کے دلدادہ غوث پاک کے شیدائی اور محب الفقراء تھے آپ پاکیزہ نفیس لباس زیب تن فرماتے آپ کا مزار بھی احاطہ جدامجد میں ہے۔

حضرت سید راجن شاہؒ

آپ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے مناسب عمر میں درس قرآن میں داخل ہوئے قرآن مجید کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سکول میں بھی تعلیم حاصل کی بعد میں مولانا مولوی نظام الدین صاحب چمرنگی جواپنے وقت کے فاضل شیریں بیان واعظ تھے ان کی خدمت میں شاگردی اختیار کی تقریبا دوسال میں ہی اچھی خاصی لیاقت حاصل کرلی ذہانت وفطانت خداداد سے نوازے ہوئے تھے صوم وصلوٰۃ کے پابند اور وظائف معمولیہ کو باوقت ادا فرماتے تکلف وبناوٹ سے نفرت کرتے لباس ہمیشہ پاک صاف رکھتے۔

۱۹۰۴ء میں میونسپل کمشنر کا عہدہ ملا ۱۹۱۱ء میں صدر کے فرائض انجام دیئے آپ نے جس دلیری اور انصاف وخوش اسلوبی سے یہ منصب نبھایا آپ ہی کا حصہ تھا۔آپ کا مزار بھی جدامجد کے قریں ہے۔

حضرت مخدوم سید محمد صدر الدین شاہؒ

الملقب مخدوم محمد غوث رابع

حضرت ممدوح کی ولادت باسعادت ۱۸۶۸ء بلدہ ملتان میں ہوئی صغیر سن ہی میں آثار فلاح وصلاح پیشانی نورانی میں درخشاں تھے آپ جب سن شعور میں پہنچے تو خانگی درس گاہ میں قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم میں بٹھائے گئے دینی تعلیم کے بعد آپ کو سکول میں داخل کر دیا گیا ۱۸۷۸ء میں آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم سید ولایت شاہ کی وفات کا حادثہ جاں فرسا پیش آیا اور آپ بمنصب مخدومی وسجادگی متعین ہو کر بموجودگی اعزا واحباب واحکام وقت مسند آرا ہوئے۔

یہ خاندانی قدیم سے خلیشان اور عرصہ دراز سے اعاظم فضلا ومشائخ الکملاء ملتان مانا جاتا تھا آپ مشربا قادری اور مذہب اہل سنت تھے سید العالمین کے شیدائی خلفائے راشدین کے دلدادہ اہلبیت کے فدائی حضرت محبوب سبحانی جدا علے کے والہ وسودائی تھے آپ خوش شکل ہونے کے ساتھ ساتھ خوش سیرت بھی تھے حلم واستقلال وقار حیا صبر پرہیزگاری لطیف مزاجی اور خوش طبعی وسخاوت غرضیکہ ہر ایک صفت محمودہ سے بہرہ ور تھے۔

منکسر المزاج ایسے کہ اگر کوئی خادم درگاہ بیمار ہو جاتا تو اس کی تیمارداری میں خود بنفس نفیس حصہ لیتے ایک مرتبہ محرم کے عشرہ کے موقعہ پر یہ افواہیں بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھیں کہ اب کی دفعہ سخت فساد ہوگا سکان ملتان ان خبروں کو سن کر سخت پریشان تھے اور سرکار کے کان بھی ان افواہوں سے ناآشنا نہ رہے اس وقت کے ڈپٹی کمشنر ملتان نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ آپ اس مرتبہ ضرور تکلیف فرما کر اس

اٹھتے ہوئے طوفان کو مناسب طریقے سے روکنے کے لئے تعزیہ گمنگراں کے ساتھ بحیثیت نگران تشریف لائیں تو امید ہے کہ آپ کی شرکت کی برکت سے بدامنی کا اندیشہ نہ ہوگا آپ تشریف لے گئے رستہ میں بعض شریر طبع لوگوں نے شرانگیزی کا ارادہ کیا مگر آپ کی طرف دیکھ کر وہ کچھ نہ کر سکے اس طرح وہ دن نہایت امن وامان سے اختتام پذیر ہوا حضرت ممدوح کا اعزاز گورنمنٹ عالیہ میں جس قدر تھا وہ اگرچہ محتاج بیاں نہیں کہ آپ پراونشل درباری اور رئیس اعظم ملتان تھے لیکن قابل فخر بات وہ یہ سمجھتے تھے کہ اتباع شریعت میں ہر وقت سرشار رہیں اور اپنے آباؤاجداد جو بلحاظ ذات وصفات اماثل زمانہ رہے ہیں کے طریقہ کو قائم رکھیں یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات آپ ذکر وفکر میں رہتے خدا تعالیٰ کی حکمت متقاضی ہے کہ جب کوئی شخص خداوند سے محبت کرتا ہے تو زمانہ میں خبر ہو جاتی ہے کہ فلاں محب اللہ ہے۔

۱۹۱۲ء میں جب دربار شاہی دہلی میں قائم ہونا قرار پایا تو تاریخ مقررہ سے چندروز پہلے ضلع ملتان سے صرف حضرت ممدوح کے نام ایک سرکاری مراسلہ آیا کہ جناب بحیثیت پراونشل درباری تو مدعو ہیں لیکن تمام ضلع ملتان سے صرف آپ ہی کا انتخاب ہوا ہے کہ بحیثیت پارسائی ومخدومی یہ اعزاز آپ کو حاصل ہوگا کہ جناب جارج پنجم کو خاص ملاقات میں دعائے خیر فرمائیں۔

حضرت ممدوح قانون کے اندر رہ کر نہایت آزادانہ رائے سے سرکار ورعایا کے حقوق کے متعلق کوئی فروگذاشت کرنا پسند نہ فرماتے آپ رعایا اور عوام کی دلجوئی اور رفع تکالیف کے مہما امکسن مشیر تھے یہی وجہ ہے کہ آپ درباروں میں باریاب ہوتے۔

حضرت مخدوم والہ کے ازدواج میں دو مستورات نیک ذات تھیں ایک بیوی

اپنے خاندان سادات گیلان سے سید شادی شاہ کی دختر اور دوسری خاتون سید حامد شاہ گردیزی کی صاحبزادی تھیں۔

آپ کا انتقال ۱۹۴۵ء کو ہوا اور مزار جدامجد حضرت موسیٰ پاک شہید کے قریب ہے ۱۰ محرم الحرام کو آپ کا عرس نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوتا ہے۔

حضرت سید مجتبےٰ شاہ گیلانیؒ

المعروف مختار حسین شاہ

آپ حضرت مخدوم سید صدرالدین کے فرزند تھے ۱۸۹۱ء ملتان میں ہی آپ رونق وجود میں تشریف لائے آپ عابد وزاہد و متقی اور خلوت نشین مشتاق و مرتاض تھے ان میں خاندان قادریہ حضرت غوث بندگی و جناب غوث الاعظم کے انوار متجلی تھے۔

آپ کی والدہ سادات گردیزی کے باثروت خاندان سید حامد شاہ گردیزی کی دختر نیک اختر تھیں بچپن ہی میں آثار سعادت پیشانی میں متجلی تھے لہولب سے متنفر اپنے جداعلیٰ سمی کلیم اللہ حضرت موسیٰ پاک شہید کی زیارت کے شیدائی اور روحانی فیض کے شائق تھے۔

قرآن شریف اور ابتدائی تعلیم کے بعد سکول میں داخل ہوئے فہم وذکاء کا یہ عالم تھا کہ ۹ سال میں نویں جماعت پاس کرلی اور دسویں میں داخل ہو گئے ایک روز خیال آیا کہ اس کلاس کے بعد والد صاحب مناسب عہدہ تلاش کر کے ملازمت کے شکنجہ میں جکڑ دیں گے تو پھر وصول اے اللہ کی منزلیں طے کرنا محال ہو جائے گا اور یہی مطمع نظر ہے۔

قبل از امتحان یکسوئی حاصل کر کے عرفان الٰہی کے امتحان کی تیاری پر

کمر بستہ ہوئے علوم متعارفہ اور عربی فارسی میں خاصی دست گاہ حاصل کر چکے تھے صفائی قلب کا مصقلہ بھی شامل حال تھا قلیل عرصہ میں شوق وذوق ایزدی کا وہ انجذاب ہوا کہ تمام خلائق سے قطع کر کے تجرد کے مرتبہ پر فائز ہوئے والدین وقریبی رشتہ داروں سے باادب استدعا کی کہ مجھے جس معراج پر عروج کرنے کی خواہش وتمنا ہے وہ بجز مکمل تبتل کے نہ ہوگی امید ہے آپ سب مجھے معاف رکھیں گے میں جنگل میں نہیں جاتا پہاڑوں میں نہیں چھپتا اس لئے کہ آپ پر شاق ہو صرف ایک کوٹھڑی میں الگ رہوں گا ایک پارسا خوش اعتقاد انسان معین ہو جو شام کی شام آٹھ پہر میں ایک مرتبہ خبر گیری کیا کرے لیکن اسے یہ سمجھا دیا جائے کہ وہ کسی مقدار طعام کے لئے دق نہ کرے اور امین ہو راز فاش نہ کرے ورنہ یہ سلسلہ بھی بند کرنا پڑے گا سب نے معلوم کیا کہ جو بزرگان سلف کے ریاضات تھے یہ انہی کا دلدادہ ہے آثار سعادت درخشاں دیکھ کر اس لئے خدا حافظ کہہ کر خود مختار بنا دیا آپ نے ریاضت شاقہ ومجاہدات فوق العادہ شروع کئے چند دنوں بعد ملبوسات نفیسہ یکدم ترک کر کے صرف ایک تہمد اور چادر زیب تن کی اور صوم دہری کے خوگر ہوتے ہوئے آخر میں بوقت افطار صرف ایک گلاس بیہدانہ پر قناعت کر کے شب وروز یاد خدا میں مصروف رہتے۔

اپنے خادم مرید جو ہر طرح سے وفادار ثابت ہوا تھا بعض اوقات اسرار سے مطلع کرتے فتوح الغیب جو زیر مطالعہ تھی اس کے مشکل مقامات ورموز بھی اسے سمجھاتے کشف قلوب کے منازل طے ہو چکے اس کے بعد کرشمات بھی بیان فرماتے خادم ناصر خاں کا بیان ہے کہ ایک فقیر کی نسبت فرمایا کہ یہ چوتھے روز مر جائے گا اور ویسا ہی ہوا ایک دن کا ذکر ہے کہ چند طالب علم جو آپ کے ساتھ انٹر کے امتحان میں بیٹھ چکے تھے آپ کی خلوت پر آئے اور خادم خاص کی زبان کہلا بھیجا کہ بحق رفاقت

قدیم اگر ہمیں ملاقات کا اعزاز بخشا جائے تو ساتھ ہی دعا و کامیابی کی طلب کا موقعہ بھی ہاتھ آجائے گا۔

خادم نے واپس آکر کہا کہ آپ نے فرمایا ہے ملاقات سے معاف فرمائیں اور دعا بجناب رب الارباب کردی گئی ہے امید ہے مستجاب ہوگی عرصہ مقررہ کے بعد معلوم ہوا کہ جو طالب علم حاضر ہوئے تھے سب کامیاب ہوئے لیکن ایک رہ گیا تو دوڑتا ہوا آیا اور آپ کو پیغام بھجوایا کہ سب پاس ہوگئے ایک میں رہ گیا آپ نے کہلا بھیجا کہ تو بھی پاس تو ہے چند دن بعد اسکا نام بھی پاس ہونے والوں میں شامل ہوگیا۔

ایک دن خادم سے فرمایا کہ ہم اب قریب الارتحال ہیں خادم یہ سن کر ضبط نہ کر سکا اور جا کر حضرت مخدوم سے فرمایا کہ اگرچہ میں مجاز نہیں کہ صاحبزادہ کے اسرار فاش کروں مگر یہ خوف بھی ہے کہ معاملہ دگرگوں نہ ہو جائے اور میں عتاب میں آؤں صاحبزادہ کی حالت خطرناک معلوم ہوتی ہے ان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ الموت جسر یوصیل الحبیب اے الحبیب کی منزل طے کرنے والے ہیں۔

حضور مخدوم صاحب یہ خبر سنتے ہی گھبرا گئے اور اسی وقت صاحبزادہ کی ملاقات کو گئے تو حالت عجیب تھی ہاتھ لگایا تو حرارت محسوس ہوئی کھانسی بھی شدت سے تھی آبدیدہ ہوکر فرمایا اگر صلاح ہو تو سول سرجن سے ملاحظہ کرایا جائے آپ نے کہا بابا ایں درد را دوائے دگر است آپ جو چاہیں کریں لیکن بہتر یہی ہوگا کہ اللہ کے سپرد فرمادیں انگریزی ادویہ سے مجھے ویسے ہی نفرت ہے مخدوم صاحب نے پھر کہا دوا نہ سہی دکھانے میں کیا حرج ہے آپ یہ سن کر خاموش ہوگئے سول سرجن و طبیب بلائے گئے سب سے پہلا علاج یہ طے ہوا کہ تبدیلی مکان ضروری ہے یہ بہت تنگ جگہ ہے اس لئے مضر صحت ہے صاحبزادہ نے دبے منہ فرمایا کہ مکان تو یہی مرغوب ہے لیکن

تبدیل مکانی تو خود بخود درپیش ہے اچھا والد صاحب جو فرمائیں ان کا خوش کرنا بھی واجبات سے ہے اسی شب والدہ صاحبہ اور دیگر تمام رشتہ دار ملاقات کو آئے آخر کار مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ بوقت ۱۱ بجے شب والد ماجد کے ہمراہ فٹن پر سوار ہو کر آماجگاہ موت کی طرف آپ کا جلوس نکلا والدہ پہلے ہی اس جگہ موجود تھیں آپ کی سواری نئے شہر کے قریب بنگلہ امیر بخش بھٹہ پر پہنچی اور صاحبزادہ صاحب وہاں ڈیرہ ڈال کر منتظر پیک الٰہی ہوئے۔

وصول الی اللہ کا شوق اور وعدہ وصل بھی تقریباً معلوم ہو چکا تھا نہایت ہشاش بشاش تمام ہمراہیوں کو آرام کرنے کو فرمایا کہ صبح دیکھا جائے یہ کسے معلوم تھا کہ جان جان آفرین سپرد ہونے والی ہے سب نے ان کی سرور یابی اور راحت اسی میں متصور کی اور آرام کرنے چلے گئے والدہ صاحبہ کو بھی یہی عرض کی کہ آپ بھی آرام فرمائیں تو وہ بھی الگ مکان میں چلی گئیں خادم دیرینہ کو بھی سونے کو فرمایا اور اس فکر میں ہوئے کہ ان کا معاملہ فاش ہو گیا ہے اس سے خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں عشق دیرینہ میں خلل واقع نہ ہوا اور یہ مناجات شروع کی اے داوع المہات والبلیات چونکہ یہ عاجز صرف تیرے ہی جمال کا مشتاق ہے اور تیرے ہی وصال کا دلدادہ ہے اور تیرے ہی لئے مخلوقات سے یکسوئی اختیار کی سب کچھ چھوڑ کر تجرد اختیار کیا اے فیاض تیرے تجلیات اور افاضات نے مجھے تیرا ایسا شیدائی کیا ہے کہ دنیا و مافیہا میری نظروں میں نہیں جچتی اے

میرا کمال محبت تیرا کمال جلال
دمی مباد کہ نقصان پذیرائی دو کمال

اے ذوالجلال میرے والدین اس فکر میں ہیں کہ یہ بیمار ہے اچھا ہو ڈاکٹر بلاتے ہیں طبیب بیٹھے ہیں مگر میرے رگ و ریشہ سے یہ ندا منبعث ہوتی ہے۔

ازسر بالیں من برخیز اے ناداں طبیب

دود مندے عشق رادارو بجیر نیست

بعض مجھے دیوانہ کہتے ہیں کہ تمام آرام وآسائش محلات ولباس جاخرہ اور طعام لذیذ کو چھوڑ کر ایک تنگ حجرے اور ایک بھگوے لباس پر بے خواب وخور رہتا ہے بھلا یہ کیا عقلمندی ہے مگر اے خالق عالم وہ اس سے بے جنر ہیں کہ

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی

دیوانہ تو ہر دو جہاں راچہ کند

اے مجیب الدعوات اب اس وقت کہ تجر وتام حاصل ہے سب کچھ حتیٰ کہ حجرہ بھی جدا ہو گیا ہے اب قفس بدن سے بھی رہا کر کے مرغاب عرش باد ے تا کہ جو تجلیات وانوارات خاصہ ہیں مشکوف مشہور ہوں

حجاب چہرہ جاں مے شود غبار تنم

خوشامی کہ ایں چہرہ پردہ برفگنم

اس تمنا کا اظہار تھا کہ یکا یک پیک اجل نے مژدہ جاں فنا آ کر سنایا یار تو پہلے ہی تیار تھے چشم من میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کرتے ۲۴ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ خالق حقیقی سے جا ملے۔

مخدوم صاحب صاحبزادہ سے رخصت ہو کر بستر پر لیٹے تھے کہ خادم درگاہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا یار بیارے رسید حضرت مخدوم والا کبار نے اس صدمہ جانکاہ کو سن کر حسد اظہر صاحبزادہ کو با چشم گریاں مکاں پر لائے اور بعد نماز عصر آپ کی نماز جنازہ پڑھی نماز جنازہ میں اس قدر رش تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی تمام حاضرین گریاں ونالاں کلمہ شریف کا ورد کر رہے تھے لوگوں کا تانتا بندھا ہوا تھا خانقاہ کا میدان

تنگ رہا اس وجہ سے بہت سے لوگ نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے اور دل میں افسوس کرتے ہائے ہمیں نماز جنازہ میں شمولیت کا اعزاز نصیب نہ ہوا آپ کو اپنے اجداد عالیہ کے قریب ہی دفن کیا گیا۔ قطعہ تاریخ یہ ہے

سعید والا غلام مجتبےٰ
واصل حق گشت دینارا بہشت
عیسے از چارم فلک آواز داد
بے سر انکار در باہشت

حضرت پیر محمد شاہؒ

(بیرون لوہاری گیٹ)

آپ بھی حضرت محکم الدین سیرانی کے مرید بیان ہوتے ہیں مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

حضرت حافظ بولاؒ

محلّہ ساگ ویڑھا میں آپ کا مزار ہے اور حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

حضرت عنایت اللہ اویسی قادریؒ

آپ صاحب مرتبہ اور صوفی بزرگ تھے آپ کے مورث اعلیٰ فقیر عبدالقادر عراق سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔

آپ ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے آپ اپنے جدامجد کی طرح واقف طریقت

چشمہ اسرار الٰہی اور منبع فیوض لا متناہی تھے صاحب ریاضت وعبادت کے علاوہ توحید وتحقیق میں کامل تھے اکثر بزرگان دین سے آپ کو صحبت حاصل تھی تمام عمر توکل میں بسر کی آپ کا مزار حضرت پیر برہان الدین اندرون بوہڑ گیٹ کے ساتھ ہے۔

حضرت حافظ علی مدد اویسیؒ

آپ حافظ عنایت اللہ اویسی کے فرزند رشید تھے عقلی ونقلی علوم اور ظاہری وباطنی تصرفات کمال درجہ حاصل تھے اکثر وقت عبادت وریاضت میں گزارتے آپ تنہائی کو زیادہ پسند فرماتے شریعت وطریقت کے ہر پہلو کو مدنظر رکھتے آپ کے ذریعہ سے بکثرت لوگ مدارج قرب الٰہی تک پہنچے آپ کی ذات کشف وکرامات کا مخزن تھی آپ کی اولاد میں حافظ علی مردان کامل بزرگ ہوئے ہیں آپ کا مزار اندرون بوہڑ گیٹ احاطہ پیر برہان الدین میں اپنے والد ماجد کے ساتھ ہے۔

حضرت مخدوم شاہ علی محمدؒ

شاہ علی محمد بن حسین شاہ سی موسیٰ بن حضرت امام تقی کی اولاد سے تھے اور قادریہ سلسلہ کے بزرگ تھے شیر شاہ آپ کا لقب تھا آپ ۹۵۰ھ میں مشہد مقدس سے یہاں تشریف لائے حضرت مخدوم سید محمد غوث بندگی گیلانی اچوی کے ہاتھ پر بیعت کی مرشد کی اجازت سے موضع شیر شاہ کے قریب ایک چاہ پر جسے چاہ چلے والا کہتے ہیں بارہ سال متواتر ریاضت وعبادت کی آپ سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں چنانچہ آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔

روایت ہے کہ آپ کی عادت ہر روز بعد مغرب چالیس فقراء کے پاؤں دبایا

کرتے ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ کل ۹ ۳ فقیر ملے اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے ایک کتے کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے اور فارغ ہونے کے بعد اپنی جائے قیام پر واپس تشریف لے آئے اس شب کو ایک مرد غیب سے نمودار ہوا اس کے ہاتھ میں چاولوں کی پلیٹ اور دوسرے ہاتھ میں پانی کی صراحی تھی دونوں چیزیں پیش کر کے اس نے کہا کہ آپ کا چلہ بارگاہ ایزدی میں مقبول و منظور ہو چکا ہے اور یہ طعام بہشت سے بھیجا گیا ہے آپ تناول فرمائیں آپ نے چند لقمے کھا کر دوگانہ شکرانہ ادا کیا پھر اس مرد خدا نے مٹھی بھر روپے پیش کر کے کہا کہ اس میں سے جس قدر آپ کا دل چاہے اٹھالیں آپ نے فرمایا مجھے مال و دنیا سے غرض نہیں بااصرار تمام آپ نے پندراں روپے اٹھا لئے اس شخص نے کہا کہ جب تک آپ کی نسل قائم رہے گی یہ روزینہ ان کو ملتا رہے گا پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔

روحانی و دینی دولت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا آپ کے ۶ فرزند حاجی محمد شریف شاہ، محمد شیر شاہ سلطان شاہ محمود شاہ عبدالرسول میں سے صرف شاہ محمد صاحب اولاد ہوئے آپ کا مقبرہ دریائے چناب کے کنارے اکبر بادشاہ کے زمانے میں پختہ تعمیر تھا جو دریا میں طوفان آنے کے باعث منہدم ہو گیا پھر حضرت کا تابوت مبارک چاہ شریفاں والا نزد شیر شاہ دوبارہ دفن کیا گیا دوبارہ تدفین کے وقت بیشتر لوگوں نے آپ کی زیارت کی ماہ چیت میں یہاں بہت بڑا میلہ لگتا ہے اور کشتیاں ہوتی ہیں۔

حضرت پیر سوہن شہیدؒ

آپ کا مزار قلعہ کہنہ قاسم باغ جاتے ہوئے راستے میں ہے چھوٹا سا مقبرہ

ہے جو ١٦ فٹ طویل اور ١٣ فٹ عریض ہے چھت لکڑی اور منقش ہے دیواریں بیل بوٹوں سے آراستہ ہیں۔

حضرت خالد بن ولیدؒ

واقع موضع خطی چور تحصیل کبیر والا

آپ قریشی النسل ہیں اندازہ کیا جاتا ہے کہ آپ ١٥١٠ء میں بزمانہ محمود غزنوی یہاں تشریف لائے موجودہ روضہ اب بالکل شکستہ ہو چکا ہے اس عمارت کے متعلق خیال کیا جاتا ہے چودھویں صدی عیسوی میں تیار ہوئی اور رنگ زیب بادشاہ نے اس کی مرمت کرائی اور ایک سرائے بھی بنوائی اس زمانے میں ملتان لاہور کی سڑک پر یہ مقام ایک بارونق پڑاؤ تھا آپ کے حالات زندگی تحقیق نہیں ہو سکے مقامی روایت ہے کہ ایک مرتبہ شتربانوں نے آپ سے کچھ گستاخی کی آپ کی بددعا سے علاقہ کی سب اونٹنیوں کے دودھ میں سے مکھن نکلنا بند ہو گیا مزار شریف کے گنبد میں ایک سفید پتھر ہو گیا یہ بھی مشہور ہے کہ اس میں وقتاً فوقتاً مکھن کا قطرہ ٹپکتا ہے اور جس روز آخری قطرہ گرے گا اس روز قیامت آجائے گی گو عمارت بالکل شکستہ ہے لیکن اب تک یہاں آپ کی شان جلالی قائم ہے اور زائرین پر خاص قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔

حضرت عبدالرشید حقانیؒ

حضرت مخدوم رشید حقانی رحمتہ اللہ علیہ قادری سلسلہ کے زبردست بزرگ ہیں آپ حضرت بہاؤالدین زکریا کے عم زاد بھائی ہیں تاریخ پیدائش تصدیق نہیں ہو سکی البتہ وصال کی تاریخ ٦٦٩ھ معلوم ہوتی ہے آپ میراں سید علی کے خلیفہ ہیں تین

سال تک ان کی خدمت میں رہے انہی کے حکم سے ملتان سے جانب شرق آکر قیام کیا اور اس مقام کا نام آپ کے نام سے مشہور ہے آپ نے چار شادیاں کیں اول ہمشیرہ حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی سے دوسری شاہ تغلق کی لڑکی سے اس کے متعلق روایت یہ ہے کہ بادشاہ کو کھانے میں کرم نظر آتے تھے آپ کی دعا سے یہ عارضہ دور ہو گیا بادشاہ نے ازراہ عقیدت اپنی لڑکی عقد میں دی تیسری شادی رائے لونا کی دختر سے ہوئی چوتھی شادی قوم مڑل میں ہوئی آپ کے چار بیٹے صاحب ولایت ہوئے مخدوم ابوبکر مخدوم محمد حسن مخدوم ایوب شاہ صدر قتال حضرت ایوب قتال کی خانقاہ دنیاپور سے جانب مشرق کچھ دور واقع وہاں بہت بڑا میلہ لگتا ہے مخدوم حسن کی خانقاہ کہروڑ میں ہے۔

حضرت مخدوم رشید نے ایک چاہ لگوایا تھا اس کے متعلق آپ کی دعا یہ ہے کہ جو شخص اس کا پانی پئے گا وہ شفایاب ہوگا چنانچہ یہ کنواں سال بھر بند رہتا ہے ایام عرس میں جاری کیا جاتا ہے ہزاروں لوگ اس پر آکر نہاتے ہیں اور شفا پاتے ہیں۔

حضرت فریدالدین شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور بھائی عبدالرشید قلعہ ہانس میں بیٹھے تھے عبداللہ قوال نے یہ بیت پڑھا۔

آنکس کہ بمعبود سراسر نزدیک ست

از جان عدم گشت زموئے باریک ست

یہ شعر سن کر بھائی عبدالرشید کا حال متغیر ہو گیا اور بے خودی کی حالت میں رقص کرنے لگے رقص کرتے کرتے اچانک آسمان کی طرف اڑے میں نے دامن پکڑ کر روک لیا دوبارہ اڑے تو بھی میں نے روک لیا تیسری مرتبہ بھی اسی طرح ہوا تو میں نے انہیں پکڑ لیا اور کھینچ کر حجرہ میں لایا اور عبداللہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا وہ خاموش ہو گیا

تجلی شوق کا شعلہ سر سے نکلا رات کی تاریکی میں حجرہ کے اندر روز روشن کا جلوہ نظر آیا۔

حضرت فریدالدین فرماتے ہیں کہ یہ فقیر اور شیخ عبدالرشید ایک جگہ اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے میں نے مجاہدے کا حال پوچھا فرمایا کہ میں نے ساتویں دن ایک گھونٹ پانی سے روزہ افطار کیا ہے اس حساب سے میں نے تین سال میں پانی کا ایک ایک کاسہ پیا ہے اور ۲ سیر ستو اس مدت میں کھایا ہے اور ہمیشہ کھڑے ہو کر حضور حق میں مشغول و متوجہ رہا ہوں اور کسی قسم کی تشویش نہیں ہوئی اور نہ ضعف کے باعث کمزور ہوا ہوں۔

ایک مرتبہ تغلق بادشاہ کا ایلچی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت چالیس آدمیوں کی ایک جماعت کے ساتھ زمین میں ہل چلا رہے تھے ایلچی نے اس حالت میں السلام علیکم عرض کیا اور شیخ نے جواب نہ دیا اور بدستور ہل چلاتے رہے اور تیسرے پھیرے پر جب ایلچی کے نزدیک آئے وعلیکم السلام کہا ایلچی نے عرض کیا۔

یا حضرت آپ تو احکام شرعی سے بخوبی واقف ہیں میں حیران ہوں کہ آپ نے سلام کا جواب پہلی مرتبہ کیوں نہیں دیا آپ نے فرمایا میں یہاں موجود نہ تھا دہلی گیا ہوا تھا کیونکہ بادشاہ کے گھر آگ لگ گئی تھی میں اس کی حفاظت کے لئے گیا تھا اب لڑکی کو آگ سے نکال کر واپس آیا ہوں جواب میں تاخیر ہونے کا سبب یہی ہے ایلچی نے وقت اور تاریخ لکھ لی اور تمام کیفیت مفصل لکھ کر قاصد کے ہاتھ دہلی روانہ کی پندرہ دن بعد قاصد دہلی سے واپس آیا اور بتایا کہ بے شک اس تاریخ حرم سرا میں آگ لگ گئی تھی اور ایک فقیر پشمینہ پوش نے بادشاہ کی لڑکی کو آگ سے بچایا تھا روایت ہے کہ سلطان تغلق کی ملکہ نے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنی لڑکی کے شوہر کو دیکھنا چاہتی ہوں چنانچہ انہوں نے ایک روزن سے شیخ عبدالرشید حقانی کو دیکھا آپ بہت ضعیف تھے

اور بادشاہ کی لڑکی خوردسالہ تھی بیگم بہت غمگین ہوئی اور غصہ میں آ کر آگ بھری ہوئی انگیٹھی آپ پر الٹ دی وہ انگارے شیخ کے وجود سے مس کرتے کچھ جواہرات بن کر زمین پر گرے اور کچھ دینار سرخ یہ صورت دیکھ کر جواہرات چننے کیلئے لوگ ٹوٹ پڑے اور سب اٹھا کر لے گئے ملکہ یہ دیکھ کر سخت پشیمان ہوئی دو ماہ بعد شیخ معہ اپنی مستورہ دہلی سے رخصت ہوئے اور ملتان تشریف لائے۔

ایک دن کا ذکر ہے مخدوم عبدالرشید عبادت میں مشغول تھے ایک شخص نے حجرہ کے دروازہ پر آ کر سلطان ایوب سے کہا کہ شیخ عبدالرشید کی خدمت میں یہ پھول پہنچادو انہوں نے حسب ارشاد تعمیل کی آپ نے دوگانہ نماز ادا فرما کر پھول سونگھا سجدہ میں سر رکھا اور راہی ملک بقاء ہوئے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کو اسی حجرہ میں دفن کیا گیا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے آپ کی وفات ۶۶۹ھ میں ہوئی۔

حضرت حاجی بغدادیؒ

بیرون دولت گیٹ نزد مزار حضرت شاہ شمس آپ کا مزار ہے شاہ شمس سبزواری کے دور ملتان کے وقت ایک لڑکا ان کے ہمراہ تھا جس کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سلطان احمد نکودار یا احمد بن ہالکو کا لڑکا تھا اور حاجی بغدادی کے نام سے دفن ہے آپ صاحب کمال بزرگ تھے۔

حضرت پیر والاؒ

آپ جٹ قوم لاڑ کے درویش تھے حضرت مولانا خدا بخش خیر پوری کے شاگرد اور صوفی مشرب عالم تھے آپ جس مسجد میں درس دیتے آپ کے نام سے منسوب ہے آغا پورہ کے نزدیک محلہ ولا چوک آپ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت سید زین العابدینؒ

(واقع شکوٹ)

یہ خانقاہ ملتان سے لاڑ جاتے ہوئے موضع شکوٹ میں واقع ہے اصل میں لفظ سہ کوٹ ہے جو غلطی سے شکوٹ مشہور ہو گیا۔ آپ شیخ شجاع جو اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے کہ فرزند ہیں آپ کا اسم گرامی حضرت سید زین العابدین ہے۔ آپ حسینی سید ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید ہیں لیکن فیض روحانی پیران پیر سے ہوا اپنے پیر کے حکم سے اس جگہ آ کر آباد ہوئے آپ نے دو شادیاں کیں اول بی بی ایمنہ اور دوسری بی بی عائشہ سے آپ کے ہر بیوی سے تین تین فرزند ہوئے بی بی ایمنہ سے سلطان قیصر جن کا مزار بخارا میں ہے دوسرے سید محمود آپ کے روضہ میں جانب شمال مشرق میں مدفون ہیں تیسرے سید سہران کا مزار بھی بخارا میں ہے دوسری بیوی حضرت عائشہ سے سید احمد معروف سخی سرور سلطان عبدالغنی ان کی قبر اپنے والد کے ساتھ ہے اور تیسرے معروف خان جتی روضہ کی جانب شمال ان کی بیوی حضرت عائشہ کا مزار ہے تمام عمارت پختہ ہے خانقاہ کے گرد چار دیواری پختہ ہے اندر چار دیواری کے ساتھ مسجد ہے اور شمال کی طرف ایک بلند دروازہ ہے ایک کھتری درگاہ نامی سکنہ لاہور نے یہ روضہ ایک لاکھ روپے کی لاگت سے تعمیر کرایا تھا چھت میں صندل کے شہتیر لگے ہوئے ہیں مار ہاڑ میں میلہ لگتا ہے جو کئی روز تک رہتا ہے خانقاہ پر تیل اور چھوٹے چھوٹے تکیوں کا چڑھاوا چڑھتا ہے کئی من تیل جمع ہو جاتا ہے مزار پر حاضر ہونے سے خاص کیفیت اور لذت روحانی حاصل ہوتی ہے مزار شریف پر مجاورین موجود ہیں معلوم ہوتا ہے آپ کی اولاد میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔

مزار شریف کے نواح میں تین قدیم آبادیوں کا پتہ چلتا ہے غالباً انہی آبادیوں کو سہ کوٹ کہتے ہیں جو بعد میں تباہ ہوئے آپ کا شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

حضرت علی	حضرت امام حسین
حضرت زین العابدین	امام محمد باقر
امام جعفر	اسماعیل
عبداللطیف	عمر
شیخ شجاع	زین العابدین
زوجہ اول بی بی ایمنہ	زوجہ دوم بی بی عائشہ
سلطان قیصر	سید محمود
سید سہرا	سید احمد معروف سخی
سرور	عبدالغنی
معروف خاں جتی	

حضرت سلطان پیر احمد قتال رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت پیر جلال حسنی چوی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں آپ بمقام ادن ۹۴۹ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا اسم گرامی حضرت سید علم الدین شاہ تھا آپ مادرزاد ولی تھے ابتداء ہی سے صاحب کرامت تھے بچپن کے زمانے کا ذکر ہے کہ خادم خانقاہ نے تاد یا آپ کو تھپڑ مارا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا ہوش سنبھالنے کے بعد آپ گھر سے نکلے اور فقراء کی صحبت میں رہ رہ کر ریاضت ومجاہدہ کرتے رہے ۹۷۰ھ میں بمقام کہروڑ آپ نے حضرت پیر علی سردار کے ہاتھ پر بیعت کی اور خدمت مرشد

میں کچھ عرصہ حاضر رہے ایک دفعہ آپ کے پیر سو رہے تھے کہ چڑیوں نے جمع ہو کر شور مچانا شروع کر دیا آپ نے یہ سمجھ کر کہ چڑیوں کی چوں چوں آپ کے مرشد کے آرام میں مخل ہے حکم دیا کہ چڑیوں مر جاؤ۔

آپ کا اتنا کہنا تھا سب کی سب چڑیاں مر گئیں جب حضرت پیر صاحب بیدار ہوئے تو یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ تم قتال ہو اسی دن سے آپ کا لقب قتال مشہور ہو گیا آپ نے ہمراہی حضرت پیر علی سرور حج بیت اللہ بھی کیا اور بعد زیارت بغداد شریف کربلا معلی و بخارا شریف واپس ملتان تشریف لائے یہاں پہنچ کر حضرت شاہ رکن عالم کے مزار پر چلہ کشی کی پھر اطراف نیلی بار میں جا کر جنگلی اقوام لکھویرا اور سلویرا کو مسلمان کیا ۹۹۰ھ میں بمقام جلالپور اقامت پذیر ہوئے یہاں آپ کے زہد وتقویٰ کا شہرہ دور دور تک پہنچا اور لاکھوں آدمیوں نے آپکی بیعت اختیار کی آپ کی کرامتیں مشہور ہیں ایک دفعہ ایک بنیا مر گیا اس سے آپ کا کچھ حساب کتاب تھا جب لاش سامنے سے گزری تو متوسلین سے پوچھا یہ کون تھا انہوں نے فرمایا لالہ جی جن کے ہاں آپ کا حساب تھا آپ یہ سن کر لاش کے قریب گئے اور فرمایا لالہ ہمارا حساب تو کرتے جاؤ وہ بنیا فوراً زندہ ہو گیا اور حساب سمجھا کر پھر مر گیا ۱۰۴۱ میں آپ کا وصال ہوا مزار اقدس جلالپور پیروالا ضلع ملتان میں ہے ماہ چیت کے ہر جمعہ کو یہاں بہت بڑا میلہ لگتا ہے ہزارہا مریدین ومعتقدین جمع ہو جاتے ہیں۔

تاج العارفین حضرت شاہ ابوبکر وراقؒ

(موضع دہلو تحصیل میلسی)

آپ کا لقب تاج العارفین ہے اور آپ سلسلہ چشتیہ کے زبردست بزرگ

ہیں بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ سلسلہ میں سلطان الہند غریب نواز حضرت معین الدین کے پیر بھائی تھے اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے خلیفہ ہیں اول آپ کا قیام اجمیر شریف کے قریب تارا گڑھ کے قریب تھا وہاں ایک مرید کی امداد کے لئے ایک نیلے گھوڑے پر سوار ہو کر کفار کے مقابلے کے لئے جہاد کرنے نکلے لڑائی میں آپ شہید ہو گئے سر آپ کا وہیں رہا اور آپ میدان سے نکل کھڑے ہوئے موضع دہلو میں ایک شخص ضعیف العمر امام دین مہتمم رہتا تھا اس کے مکان کے سامنے گھوڑا آ کر کھڑا ہو گیا اور امام دین کا نام پکار کر آپ نے اسے باہر بلایا اس نے باہر آ کر دیکھا تو صرف دھڑ کو گھوڑے پر سوار دیکھ کر ڈر گیا آواز آئی ڈرو مت تم فلاں جگہ جا کر ہمارا سر اٹھالاؤ میدان میں ہر ایک سر پر چراغ جل رہا ہو گا لیکن جس سر پر چار چراغ جل رہے ہوں وہ ہمارا ہے اسے اٹھالاؤ تم بے اولاد ہو تمہارے گھر میں بے حد اولاد ہو گی چنانچہ امام دین تعمیل ارشاد میں روانہ ہوا اور حضور ہی کے تصرف سے بہت جلد سر مبارک لے کر واپس آ گیا اور اس جگہ آپ کو دفن کر دیا امام دین باوجود ضعیف العمری کے کثیر اولاد ہوا اس کی اولاد روضہ مبارک پر مجاوری کے فرائض ادا کرتی ہے۔

حضرت کے لقب وراق کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے پیر صحبت ہر روز ایک ورق آپ کو لکھ کر دیا کرتے تھے کہ اسے دریا میں ڈال آؤ اور جو ورق وہاں سے ملا کرے وہ لے آیا کرو چنانچہ آپ روز جاتے اور ورق ڈالتے دریا میں ایک ہاتھ نکلتا جو ورق لے کر اور دوسرا دے دیتا اس ورق کے پڑھنے کی آپ کو اجازت نہ تھی اور نہ آپ پڑھتے ابتداء میں جب آپ ریاضت کیا کرتے تھے تو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا بہت شوق تھا بعد میں اپنے پیر کی صحبت کی وجہ سے یہ خیال دور ہو گیا اور عالم محویت میں شوق نہ رہا کئی سال بعد اپنے حجرے میں عبادت کر رہے تھے کہ ایک سفید

پوش بزرگ آپ سے ملنے آئے انہوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کوئی ہوش ہے آپ نے فرمایا مجھے سوائے خدا کے اور کوئی ہوش نہیں پہلے شوق حضرت خضر سے ملنے کا تھا لیکن اب صرف اس کا صرف دھندلا سا خیال باقی ہے مرد سفید ریش نے فرمایا کہ خضر میں ہوں یہ تمہاری تمنا پوری کرنے آیا ہوں لیکن یاد رکھو اللہ بس باقی ہوس، اس روز سے آپ پورے طور پر عزلت گزیں ہو کر درجہ کمال پر پہنچے آپ کا مزار موضع دہلو تحصیل میلسی میں ہے جہاں شروع ماگھ سے ہر شنبہ کو میلہ لگتا ہے اور ماہ چیت کے آخری شنبہ کو عرس ہوتا ہے روضہ مبارک شہنشاہ عالمگیر نے ۱۱۰۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔

حضرت پیر سید محبت شاہؒ

اپنے زمانے کے شیخ بزرگ زاہد و عابد عالم و فاضل تھے تقویٰ میں کمال درجہ حاصل تھا آپ اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تمام رات عبادت و ریاضت میں تمام ہوتی آپ کی طبیعت میں بلا کی عاجزی و انکسار تھا سنت رسول کی ادنیٰ سی خلاف ورزی بھی برداشت نہ کرتے فقر و استغنا کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے کچھ قبول نہ فرماتے طالبان علم و ہدایت کی ایک کثیرہ جماعت نے آپ سے فیض حاصل کیا آپ کا مزار باغ لانگے خان کے متصل بطرف مغرب سڑک کے کنارے ایک چبوترے پر واقع ہے۔

حضرت دیوان چاولی مشائخؒ

(واقع موضع چاولی مشائخ تحصیل میلسی)

مقابر اہل اسلام میں سے یہ عمارت نہایت قدیم زمانے کی ہے ایک مسجد کہنہ

شکستہ جانب شمال میں ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ محمود غزنوی نے تعمیر کرائی تھی دوسری مسجد جانب مشرق ہے جو عہد جہانگیر میں بادشاہ کے حکم سے تعمیر ہوئی روضہ میں حضرت دیوان صاحب اوران کی ہمشیرہ کنگن برس کے مزار ہیں روضہ کے باہر بھی چند مقامات ہیں جو قابل ذکر ہیں یعنی روضہ سید شکور شاہ وزیر دیوان صاحب درخت جال جس پر دیوان صاحب نے شیر کی شکل میں ظاہر ہوکر پنجے مارے دھرم سالہ گرونانک جوان کی چلہ کشی کی یاد میں یہاں تعمیر ہوا چاہ بابا فرید شکر گنج جہاں آپ نے بارہ برس تک ریاضت وعبادت کی اور مزارات پسراں حضرت بابا صاحب۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ راجہ ہسپال کے سب سے چھوٹے لڑکے تھے آپ کا نام رائے چاولہ راجہ ہسپال کا مورث اعلیٰ رائے لکھن قوم راجپوت ڈ ہوڈھی کا سردار تھا اوراس نواح میں اس کی حکومت تھی چنانچہ موضع کنگن پور رائے چاولہ کی ہمشیرہ کے نام سے آباد ہوا رائے چاولہ کا ابتائے طفولیت ہی سے اسلام کی طرف رجحان تھا اور العالم باطن حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہوکر درجہ ولایت تک پہنچ چکے تھے چنانچہ آپ نے اسلام قبول کرلیا اور آپ کی ہمشیرہ بھی مسلمان ہوگئیں دیوان صاحب کے دوسرے بھائیوں کو یہ بات سخت ناگوار گزری انہوں نے موقع پاکرانہیں شہید کردیا لیکن بعد میں پشیمان ہوکر سب کے سب مسلمان ہوگئے آپ کی تاریخ وصال ۱۳۱ھ بتائی جاتی ہے روضہ مبارک محمود غزنوی نے تعمیر کرایااور چند گاؤں جاگیر میں بھی دیئے جہانگیر بادشاہ نے اپنے عہد میں روضہ کی مرمت کرائی پھر دیوان مولراج نے مبلغ ایک ہزار روپیہ دیااور مریدین نے باقی روپیہ جمع کر کے بائیس ہزار روپے کی لاگت سے موجودہ عمارت ازسرنو بنوائی آپ کے مرید میاں چھتہ نامی کی اولاد مجاورں کرتی ہے اواخر رمضان میں یہاں عرس ہوتا ہے۔

آپ کے مزار پرانوار پر بڑے بڑے صاحب کمال بزرگ یعنی حضرت بابا فرید شکر گنج حضرت شیر شاہ سید جلال بخاری حضرت بہاؤالدین زکریا اور حضرت شہباز قلندر حاضر ہو کر کسب فیضان کرتے رہے اور اب تک یہ مقام مرجع خاص و عام ہے اور منبع فیوض انام ہے۔

حضرت پیر برہانؒ (واقع کہروڑ)

یہ خانقاہ قصبہ کہروڑ سے نصف میل کے فاصلے پر جانب مشرق واقع ہے مغلیہ خاندان کے زمانے میں آپ کہروڑ کے حاکم تھے۔

دنیا میں کئی بادشاہ اور حاکم ایسے گزرے ہیں جنہوں نے بادشاہی میں فقیری کی ہے عراق وعجم میں حضرت ابراہیم ادہم کا نام نامی قابل ذکر ہے اور ہندوستان میں سلطان ناصر الدین محمود اورنگ زیب عالمگیر کے اسماء پیش کئے جانے کے قابل ہیں حضرت پیر برہان بھی باوجود ایک باعظمت حاکم کے فقیر دوست اور فقیر طبع تھے آپ کو مخلوق خدا سے از حد محبت تھی اور خزانے کی رقم غرباء فقراء اور فاعدہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرتے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے مرکزی حکومت کے خزانے کے لئے تھیلوں میں ٹھیکریاں بھروا کر روانہ کردیں اللہ تعالیٰ کو اپنے معزز و مکرم بندے کی تعظیم و تکریم مقصود تھی وہ ٹھیکریاں قدرت خدا تعالیٰ سے اشرفیاں بن گئیں اور دہلی دربار میں ایمانداری و حسن معاملہ کا چرچا ہوا جن لوگوں نے تھیلوں میں سنگریزے بھرے اور دہلی جا کر انہیں اشرفیوں میں تبدیل ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ فوراً آپ کے معتقد ہو گئے بہت سے لوگوں نے آپ سے سلسلہ روحانی قائم کیا اور فیضیاب ہوئے۔

حضرت سید علی سرورؒ (واقع کہروڑ)

آپ ۶۰۰ ھ میں دہلی سے کہروڑ تشریف لائے آپ سید ہیں لیکن خاندان افغانان میں شادی کی اس لئے سجادہ نشینی پٹھانوں کو ملی آپ نے چھ بار حج کی سعادت حاصل کی اور حضرت لعل فرید خلیفہ غوث الاعظم محبوب سبحانی کے ہاتھ پر بیعت کی آپ ولی کامل تھے ابتداء میں کچھ عرصہ ملتان تشریف فرمارہے بعد میں کہروڑ میں مستقل اقامت اختیار کی اور یہیں وصال ہوا روضہ بہت اونچا ہے اور دو تین میل سے نظر آتا ہے آپ نے تین نکاح کئے پہلی زوجہ سے جو اولاد ہوئی وہ موضع سکندر پور تحصیل لودھراں میں آباد ہے دوسری زوجہ سے اولاد کا سلسلہ آگے نہ چلا تیسری زوجہ قوم پٹھان سے تھی اس کی اولاد قصبہ کہروڑ میں آباد ہے۔

حضرت شاہ حبیبؒ واقع بغداد

(تحصیل خانیوال)

حضرت پیر شاہ حبیب گیلانی سید ہیں اور حضرت پیر عبدالخالق خلف الصدق حضرت پیران پیر غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد میں سے ہیں آپ کے والد ماجد سید فتح اللہ شاہ صاحب بغداد شریف میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے آپ کی پیدائش بھی بغداد میں ہوئی بارہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہو کر چلہ کشی میں مصروف مشغول ہوئے اس کے بعد حضرت پیران پیر سے ارشاد ہوا کہ تم پنجاب میں جا کر قیام کرو اور وہاں موضع بغداد آباد کرو آپ نے یہاں پہنچ کر پھر بارہ سال تک عبادت و چلہ کشی میں گزارے آپ کی بے انداز کرامتیں مشہور

ہیں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ شاہ جہاں کو چارپائی سمیت عالم خواب میں بلوا کر ایک غریب سوداگر کی دادرسی کرائی جس کا کچھ روپیہ بادشاہ پر واجب تھا اور افسر خزانہ کی شرارت سے ادا نہ ہوا تھا موضع بغداد دربار مغلیہ سے بطور جاگیر عطاء ہوا ماہ ساون میں یہاں بہت بڑا میلہ لگتا ہے جس میں زائرین کی خاصی تعداد ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ اویس کھگہؒ

آپ کا نام شیخ جلال الدین ہے آپ حضرت شیخ الاسلام رکن الدین عالم کے زمانہ میں عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور ملتان میں قیام فرمایا تمام عمر خدمت خلق اور استر ضاحق میں گزاری آخر ۷۰۰ھ کو ان کی روح جنت الفردوس کے نورانی جھولوں میں جھولنے لگی اور جسم اطہر خاک ملتان کا پیوند بنا بستی دائرہ ملتان کو آپ کے مدفن بننے کا شرف حاصل ہے مقبرہ کی اساس و بنیاد حضرت رکن الدین ابوالفتح نے اپنے ہاتھ سے رکھی کہتے ہیں آپ ہروقت یادالٰہی میں مشغول رہتے۔

حضرت ارجن شیر بخاریؒ

(واقع سرائے سدھو تحصیل کبیر والا)

بیان کیا جاتا ہے کہ عرصہ دراز اطراف بخارا سے چار بزرگ از قوم سادات حضرت ارجن شیر حضرت ازانی شیر حضرت شاہ صالح حضرت شاہ داد بطور سیاحت اس طرف تشریف لائے اور سرائے سدھو کے باشندگان کو بے حد تکلیف دیتا ہے اور ان کے بچوں کو اٹھالے جاتا ہے ایک دن ایک بیوہ کا لڑکا اسی طرح غائب ہو گیا اس عورت کی گریہ زاری سے متاثر ہو کر حضرت ارجن شیر صاحب بسواری شیر اور سانپ ہاتھ

میں بطور چابک کے روانہ ہوئے اور جا کر اس جن سے لڑنا شروع کیا۔

روایت ہے کہ ایک دن کشتی جاری رہی اور آپ کشتی کرتے ہوئے برج شہر میں داخل ہو گئے سخت لڑائی کے بعد آخر یہ نتیجہ نکلا کہ برج پھٹ گیا اور حضرت ارجن شیر معہ سواری و جنج اس میں غائب ہو گئے باشندگان شہر نے وہاں پختہ مزار بنوا دیا کوئی ۵۰۰ برس ہوئے سدھو کی درخواست پر بادشاہ نے اس کے قریب سرائے بنوادی کچھ عرصہ بعد مزار برج گرنے سے دب گیا عبداللہ جمعدار تحصیل سدھو کو بحالت خواب بشارت ہوئی کہ مزار کی مرمت کرا کر چراغ جلایا کرے، اور ہفتہ وار میلہ کرے جمعدار مذکور نے خانقاہ بنوائی اور نوکری چھوڑ کر مجاور بن گیا اب یہاں ہر سال ۲۷ جیٹھ کو میلہ لگتا ہے اور کافی لوگ جمع ہوتے ہیں۔

حضرت میاں عبدالحکیمؒ

(واقع عبدالحکیم تحصیل خانیوال)

آپ درزادہ ولی اور صاحب کرامت تھے آپ کے والد غلام علی کپڑے دھویا کرتے تھے اس زمانے میں حاجی رحمت اللہ صاحب اپنے زمانے کے ولی تھے انکے پارچات شیخ غلام علی دھویا کرتے تھے جب یہ کپڑے دھو کر لے جاتے حاجی صاحب اٹھ کر تعظیم دیتے لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے جواب دیا کہ اس شخص کی پشت سے ایک قطب پیدا ہوگا اس لئے تعلیم بجالاتا ہوں آپ کی ولادت کے وقت چند حاجی لوگ مکان پر آئے اور انہوں نے ایک لوٹا ایک جائے نماز اور ایک تسبیح پیش کی بموجب بشارت یہ چیزیں وہ آپ کے واسطے مکہ سے بطور تحفہ لائے تھے جب آپ نے ہوش سنبھالا تو عبادت وریاضت میں مصروف ہو گئے سوائے عبادت کے

کچھ کام نہ تھا لوگ غلام علی بیچارے کو تنگ کرتے کہ تم کپڑے وقت پر نہیں دیتے ایک دفعہ زیادہ تنگ ہونے پر انہوں نے لوگوں سے معذرت کی کہ کیا کروں مجبور ہوں اکیلا آدمی ہوں اور ضعیف ہوگیا ہوں ایک لڑکا ہے سو وہ بھی کسی کام کا نہیں تب آپ نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ کتنا کام باقی ہے باپ نے کہا پانچ سو کپڑے مختلف رنگوں کا رنگنا ہے آپ نے سب پارچات لے کر پانی میں ڈال دیئے اور جو جو کپڑا جس جس رنگ کا بھی رنگنا مقصود ہوتا رنگا رنگایا باہر نکال کر دیتے رہے پہلے آپ کی رہائش لب دریا تھی پھر موضع ملکا میں آ گئے وہاں سے اٹھ کر دریائے راوی کے کنارے آئے پھر چک سراجہ میں آباد ہوئے بعد میں اپنے نام سے موضع عبدالحکیم آباد کیا۔

آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے مزار مبارک پر اب تک درس قرآن قائم ہے آپ نے ۱۱۴۵ھ میں مخلوق خدا کی خدمت و ہدایت کا کام سرانجام دے کر وفات پائی اساڑھ کے ماہ میں عرس ہوتا ہے اور دور دور سے لوگ زیارت کیلئے آتے ہیں۔

حضرت عبدالعلیم شاہؒ

آپ کا مزار حسین آگاہی کے قریب گلی پونگراں میں واقع ہے حالات کا کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

حضرت صدرالدین محمد حاجیؒ

حضرت صدرالدین محمد حاجی رکن الدین ابوالفتحؒ کے بھائی کے نور نظر تھے حضرت شیخؒ نے اولاد نرینہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں اپنے ہی لخت جگر کی طرح پالا اور انہیں زیور تعلیم سے آراستہ اور اخلاق حسنہ سے پیراستہ کرنے کے لئے جید علماء و فضلاء

کو مامور کیا جن حضرت کے سپرد آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی ان میں سے حضرت حمید الدین حاکم کا نام سرفہرست ہے یہ ان کے نگران اعلیٰ تھے۔

حضرت صدرالدین محمد حاجی جوان ہو کر نہایت خدا ترس حلیم و متواضع اور عالم و فاضل نکلے شیخ رکن الدین ابوالفتح نے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے یہ وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میری مسند کا وارث صدرالدین محمد کو بنایا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کو مسند رکن الدین عالم پر بٹھا دیا گیا آپ نے مسند ارشاد پر جلوہ آرائی ہوتے ہی مدرسہ و خانقاہ کے انتظام و انصرام کی طرف توجہ خاص دی اور لنگر اسی انداز سے چلایا جس انداز سے آپ کے آباؤ اجداد کے زمانہ میں چلتا تھا۔

شیخ الاسلام کا عہدہ جلیلہ جو حضرت بہاؤالدین زکریا کے زمانے سے اس خاندان میں چلا آرہا تھا اس کا اختتام حضرت رکن الدین ابوالفتح پر ہو گیا حضرت صدرالدین محمد حاجی نے اس عہدہ کی طرف چنداں التفات نہ کی کیونکہ بادشاہ وقت اپنے متشددانہ رویہ سے رعایا میں بدنام ہو رہا تھا اور آپ ظالم و قاہر بادشاہ سے روابط استوار کرنا نہ چاہتے تھے۔

۷۲۵ھ میں سلطان محمد تغلق اس دار فانی سے رخصت ہو گیا امراء اعیان سلطنت نے متفقہ طور پر سلطان فیروز شاہ کو منتخب کر لیا فیروز شاہ ایک نیک سیرت و نیک نہاد نوجوان تھا جسے درویشوں سے خاصی انس و محبت تھی وہ تخت پر بیٹھتے ہی ملتان پہنچا اور حضرت بہاؤالدین زکریا اور حضرت شیخ محمد یوسف گردیزی کے مزارات پر حاضری دی اور ان کے وسیلہ جلیہ سے بارگاہ صمدی سے اپنی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا مانگی انہی ایام میں حضرت شیخ صدرالدین محمد حاجی کو معلوم ہوا کہ خواجہ جہاں وزیر اعظم دہلی نے ایک ایسے لڑکے کو سلطان محمد کا لڑکا ظاہر کر کے اورنگ نشین کر رکھا تھا جس کا شاہی

خاندان سے دور کا تعلق بھی نہیں اور ممکن ہے کہ وہ سلطان فیروز شاہ سے حصول سلطنت کے لئے مقابلہ کرے اس لئے حضرت حاجی محمد نے سلطان کو جنگی اخراجات پورے کرنے کے لئے اپنی جیب خاص سے ایک خطیر رقم بطور عطیہ پیش کی آپ کی بتاع کرتے ہوئے ملتان کے بہت سے امراء وتجارت پیشہ لوگوں نے بھی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلیاں سلطان کی نذر کیں اور دیکھتے ہی دیکھتے شاہی خزانہ میں لاکھوں روپے جمع ہو گئے سلطان نے شکریہ ادا کیا اور کہا

صاحبو! میں یہ رقم بطور قرض حسنہ اور وہ بھی مصلحتاً قبول کرتا ہوں صرف دہلی جانے کی دیر سے انشاء اللہ اسے واپس کر دوں گا روانگی کے وقت حضرت صدرالدین محمد حاجی سے نہایت عجز وانکسار سے عرض کی کہ آپ کے اجداد عظام رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے دہلی کو شرف بخشتے رہتے ہیں اور اپنے پند ونصاح سے نوازتے رہے ہیں آپ بھی ان کی سنت سمجھ کر دہلی تشریف لائیں حضرت شیخ کو سلطان کا یہ طرز تکلم جس میں عاجزی وانکساری کی جھلک تھی بہت پسند آیا اور دہلی آنے کا وعدہ فرمالیا چنانچہ شاہ بنگال کی مہمات پر قابو پانے کے بعد جشن استقلال کی تیاری میں تھا تو آپ دہلی تشریف لے گئے انہی دنوں سلطان سرسہ اور بانسی کے درمیان ایک مقام پر ایک نہایت عالیشان اور جدید طرز کے شہر کی تعمیر میں مصروف تھا اور حضرت کو ملتان سے آئے ہوئے کافی دن ہو چکے تھے آپ نے مراجعت کا اظہار فرمایا تو رخصت سے پہلے سلطان نے حضرت اقدس کی خدمت میں گراں بہا تحائف پیش کئے جو ایک بیش قیمت خلعت شمشیر مرصع اور طلائی ہودج کے ہاتھی پر مشتمل تھے ان تحائف کے علاوہ عہدہ شیخ اسلام بھی قبول کرنے کو کہا جو آپ نے خاندانی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے قبول فرمالیا۔

آپ دہلی میں گاہے بگاہے ان فرائض کی ادائیگی کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے جو بحیثیت شیخ الاسلام آپ کو ادا کرنا ہوتے تھے اکثر تلقین فرماتے تھے۔

ایک دفعہ سلطان فیروز الدین اپنے لشکر کے ساتھ ٹھٹھہ کو جا رہا تھا اور حضرت صدر الدین محمد بھی ساتھ تھے راستہ میں ایک مقام پر شیخ الاسلام نے فرمایا بادشاہ نے پہلی دفعہ ٹھٹھہ پر لشکر کشی کی اور لشکر شاہی دہلی سے روانہ ہوا تو بادشاہ نے اجودھن پہنچ کر حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر کے مزار پر زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا کے آستانہ عالیہ پر حاضری سے قاصر رہا حالانکہ اہل نظر ان دنوں آستانوں میں کسی قسم کی تفریق گوارا نہیں کرتے تھے بادشاہ سے کہا تو فوراً یہ نذر مانو کہ مہمات سندھ سے فارغ ہو کر مشائخ کرام ملتان کے مزارات کی حاضری دیں گے شیخ الاسلام کی تقریر سن کر فیروز شاہ کہنے لگا۔

حضرت یہ خطرہ بارہا میری طبیعت میں پیدا ہوا ہے سلطان جب سندھ کی مہمات سے فارغ ہو کر کامیاب واپس لوٹا تو راہ میں حضرت مشائخ ملتان کی زیارت کرتا گیا شہر میں داخل ہوئے تو اہل ملتان نے سلطان کا بصد شان وشوکت استقبال کیا انہی ایام میں شیخ الاسلام نے خواب دیکھا کہ حضرت بہاؤالدین زکریا فرمارہے ہیں کہ بیٹا تم نے قطب الاقطاب کو میری پائنتی میں دفن کر دیا ہے اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے ایسا کرو اسے دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے اس واقعہ کا ذکر قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن الدین کے حالات میں مفصل آچکا ہے قطب الاقطاب کی تابوت کی منتقلی کے بعد آپ کچھ عرصہ زندہ رہے اور ۷۶۶ھ میں شیخ الاسلام صدر الدین محمد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے اور اپنے بزرگوں کے پہلو میں ہی دفن ہوئے۔

حضرت پیر اکبر شاہؒ

آپ کا مزار محلہ ہزاریاں میں واقع ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

حضرت تارگنج مولوی عبدالخالقؒ

بیرون لوہاری گیٹ۔ حالات مستور ہیں۔

حضرت عبدالرشید کرمائیؒ

آپ کا مزار پرانی غلہ منڈی چوک بازار میں واقع ہے سوائے اس کے کہ آپ نے حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا سے تعلیم حاصل کی تھی حالات مخفی ہیں۔

حضرت مخدوم شہر اللہؒ

حضرت شیخ الاسلام صدرالدین حاجی محمد کی وفات کے بعد شیخ رکن الدین اسماعیل سمرقندی زینت مسند و رونق بخش سجادہ ہوئے شیخ رکن الدین سمرقندی حضرت شیخ صدرالدین محمد کے اکلوتے بیٹے تھے آپ اپنے والد محترم کے بعد تقریباً ۳۵۔۳۶ سال زندہ رہنے اور ۸۰۱ھ میں ہزاروں تشنہ کاموں کو حقیقت و معرفت کے خم پر خم پلاتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جا ملے ان کے بعد آپ کے لخت جگر حضرت عمادالدین آبائی مسند پر رونق افروز ہوئے ان کی طبیعت میں فقر و غنا اور جود و سخا کا عنصر بدرجہ اتم تھا آپ سے بہت سے امراء و اعیان سلطنت ولی عقیدت رکھتے تھے خاص کر خضر خاں آپ کا مخلص ارادت کیش تھا اور اس نے آپ کو شیخ الاسلام کے

منصب جلیلہ قبول کرنے کی درخواست کی شیخ عمادالدین نے خضر خاں کی دلجمعی کے لئے یہ عہدہ قبول کرلیا جب آپ نے وفات پائی تو آپ کے چھ صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادے کا نام شیخ صدرالدین حلیم تھا سجادہ نشین ہوئے انہیں بھی شیخ الاسلام کا عہدہ جلیلہ دیا گیا ان کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی اس لئے ان کی وفات کے بعد ان کے چھوٹے بھائی محمد یوسف قریشی آستانہ قادریہ غوثیہ کی تولیت پر مامور ہوئے یہ وہ پرفتن اور پرحوادث زمانہ تھا جب دہلی کی حکومت تار عنکبوت بن چکی تھی مرکز سے بہت سے صوبے آزاد ہو چکے تھے اور کئی والی اپنی اپنی حکومت کے قیام میں کوشاں تھے ۸۴۷ھ میں سلطان محمد شاہ تخت نشین ہوا مگر اس کی سہل انگاری آرام طلبی نے مغلوں کو حملہ آور ہونے کے مواقع بخشے اور ان کے تخت و تاراج سے شہر محفوظ نہ رہ سکا اس تباہی و بربادی کے بعد اہل ملتان نے اپنے خودمختار حاکم کے انتخاب کے لئے مشورہ کیا اس کے لئے کئی نام تجویز ہوئے ان اسماء میں شیخ محمد یوسف کا نام بھی تھا جو حضرت بہاؤالدین کے سجادہ نشین تھے ان کے تورع پرہیزگاری اور تقویٰ کے پیش نظر تمام افراد نے متفقہ طور پر آپ کو اپنا بادشاہ منتخب کرلیا اور آپ ۸۴۷ھ میں اورنگ نشین ہوئے۔

شیخ یوسف قریشی صاحب اولاد تھے اور اللہ نے انہیں چار بیٹوں سے نوازا جو شاہ نعمت اللہ شیخ یحییٰ شہر اللہ اور شاہ عبداللہ قریشی کے اسماء گرامی سے مشہور تھے ان میں سے شیخ مخدوم شہر اللہ زیادہ معتدین پابند احکام شرعیہ اور خداترس تھے جب لنگاہوں کی بغاوت فرو ہوئی تو لوگوں نے سلطان حسین کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ شیخ شہر اللہ کو دہلی آنے کی دعوت دے چنانچہ جب سلطان حسین کی دعوت ملی تو آپ بڑے ہی ترک و احتشام سے پایہ تخت دہلی کی طرف روانہ ہوئے عقیدت مندوں نے شہر سے باہر آپ کا فقید المثال استقبال کیا تخت دہلی کی طرف روانہ ہوئے شیخ شہر اللہ مخدوم نے مسند

ارشاد پر بیٹھتے ہی خدمت خلق کا سلسلہ دراز کر دیا اور اپنے آباؤ اجداد کی طرح ہزاروں گم گشتگان کو منزل صراط مستقیم دکھائی آپ بڑے حلیم سلیم الطبع اور متواضع تھے مہمان نوازی میں فخر محسوس کیا کرتے تھے۔

سیر العارفین کے مؤلف شیخ مولانا جمالی رقمطراز ہیں کہ جب میں نے زیارت حرمین کی غرض سے سفر اختیار کیا اور ملتان پہنچا تو شیخ الاسلام کے مزار اقدس پر حاضری دی فاتحہ خوانی کے بعد مخدوم شہر اللہ کے ہاں گیا آپ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور شیخ الاسلام کے حجرہ عبادت میں قیام کے لئے اجازت مرحمت فرمائی مجھ پر اس قدر کرم فرمائیاں اور مہربانیاں فرماتے کہ کھانا بھی میرے ساتھ کھاتے اسی حجرہ میں چلہ کشی کی تکمیل چہلم پر شیخ الاسلام کو عالم رویا میں دیکھا اور عرض کی حضور بندہ حقیر زیارت حرمین شریف کے لئے جا رہا ہے دعا فرمائیے بخیر و عافیت یہ سفر مقدس اختتام پذیر ہو حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر مخدوم شیخ شہر اللہ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا جاؤ بخیر و عافیت پہنچو گے لیکن سنو جب بارگاہ نبوی میں پہنچو تو میرا ہدیہ سلام بھی عرض کرنا میں نے اگلے دن خواب شیخ شہر اللہ کو سنایا اور اجازت مانگی تو شیخ نے فرط اشتیاق سے فرمایا واللہ میں آپ کو رخصت کرنے کیلئے تیار نہیں آپ یہاں کم از کم ایک ماہ تک قیام کریں گے۔

شیخ جمال کہتے ہیں کہ حضرت مخدوم کا یہ ارشاد میں نے بسر و چشم مانا لیکن چونکہ حضرت شیخ الاسلام سے رخصت کی اجازت مل چکی تھی اس لئے مجھے یہاں سے منتقل ہونا ہی پڑا یہاں سے میں قطب الاقطاب کے آستانے پر چلا گیا یہاں بھی مخدوم شہر اللہ مجھ پر بے حد مہربان و ملتفت رہے اور یہاں آ کر مجھ سے تبادلہ خیالات فرماتے رہے۔

شیخ شہر اللہ کا انتقال بمطابق ۲۳ ذی الحجہ ۹۲۰ھ میں ہوا اور خاک ملتان ہی

میں آپ کا مدفن بنا۔

حضرت شاہ حسین آگاہیؒ

آپ اپنے زمانے میں صاحب کمال و جمال بزرگ تھے باطن اس قدر منور وتاباں تھا کہ آپ ہر کام کے حسن وقبیح سے قبل از وقت آگاہ ہو جاتے تھے اسی وجہ سے آپ حسین آگاہی کے نام سے مشہور ہوئے بیشتر لوگ اپنے کاروبار شروع کرنے سے قبل آپ سے نفع ونقصان کے متعلق معلوم کیا کرتے تھے آپ بذریعہ استخارہ ان کی رہنمائی فرماتے تھے ملتان میں جس بازار کا نام حسین آگاہی ہے اس میں آپ کا مزار اقدس ہے۔

حضرت شیخ احمد معشوقؒ

حضرت شیخ احمد معشوق ان خوش قسمت انسانوں میں سے ہیں جنہیں شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی نے اپنی نظر کیمیا ساز اور فیض رسانی سے مرتبہ ولایت تک پہنچایا اور روحانی مدارج طے کرانے کے بعد خرقہ خلافت بھی عطاء فرمایا چنانچہ آپ حضرت شیخ الاسلام کے خلفاء اجلہ میں سے ہیں وطن مالوف قندھار تھا۔ بدیں باعث آپ کو شیخ قندھاری بھی کہا جاتا ہے بلا کیلئے نوش تھے شراب کے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا محال تھا آپ کی اس عادت قبیحہ سے تنگ آ کر آپ کے والد نے جو قندھار میں ایک ممتاز مقام کے حامل تھے آپ کو کچھ رقم دے کر گھر سے نکال دیا اور ساتھ ہی یہ ہدایت کر دی کہ جاؤ اسی سرمایہ سے کسی دوسرے گاؤں میں قوت لا یموت کمانے کے لئے دکان کھول لینا۔

چنانچہ آپ اپنے والد سے رخصت ہو کر قندھار سے ملتان پہنچے اور والد محترم کے دیئے ہوئے سرمایہ سے دکان کھول لی اسے فضل خدا سمجھئے یا حسن اتفاق کہ ایک دن شیخ صدرالدین عارف کی نظر اس طرح پڑی کہ آپ گاہکوں کو سودا سلف دے رہے تھے اور حضرت کے دل میں گھر کر لیا خانقاہ پہنچتے ہی انہیں بلوا بھیجا گرمیوں کا موسم تھا حضرت شیخ صدرالدین عارف نے شربت منگوا کر پیا اور ان کو بھی پلایا شربت کے چند گھونٹ پینے کی دیر تھی کہ قلب جاری ہو گیا اور فوراً توبہ کر کے شیخ الاسلام کے ارادت مندوں میں داخل مشغول ہو گئے تمام متاع دولت غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا اور دنیا سے ترک تعلق کر کے فقر درویشی کا راستہ اختیار کر لیا اور اس قدر یاد حق میں ہوئے کہ بارگاہ ربانی سے درجہ ولایت نصیب ہوا آپ پر جذبہ عشق و مستی اس قدر غالب و مستولی تھا کہ آپ دنیا اور اہل دنیا سے مطلق بے خبر رہتے تھے یہ حالت بے خودی اس قدر بڑھ گئی کہ فرائض کی ادائیگی کی بھی خبر نہ رہتی۔ علماء و فضلاء نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ حضرت اس مستی و بے شعوری کی حالت میں آپ نے نماز ترک کر دی ہے آپ نے فرمایا مجھ میں نماز کی ادائیگی کی قدرت نہیں نماز کے دوران میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھ سکتا علماء نے جواب دیا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہو سکتی شیخ نے کہا ایاک نعبد و ایاک نستعین کے الفاظ نہیں پڑھوں گا انہوں نے کہا اس کے بغیر تو نماز ممکن نہیں اس گفتگو کے بعد جب لوگوں نے شیخ کو وضو کرانا شروع کیا تو دریا میں غوطہ دیا دریا کے پانی نے اس قدر جوش کھایا جس طرح دیگ میں پانی ابلتا ہے وضو ہو چکا تھا تو شیخ نے نماز کا آغاز کیا ایاک نعبد و ایاک نستعین کے الفاظ زبان پر لانا تھا کہ جسم کے ایک ایک روئیں سے قطرات خون ٹپکنے لگے اور آپ کا لباس خون سے لت پت ہو گیا فوراً نماز توڑ دی اور علماء کی طرف ملتفت ہوتے ہوئے فرمایا۔

صاحبو! میری حالت زن حائضہ کی طرح ہے جسے نماز معاف ہوتی ہے لہٰذا مجھ سے درگزر فرمائیں۔

آپ نے تقریباً ۷۳۳ھ میں اس دار فانی کو خیر باد کہا اور ملتان ہی میں مدفون ہوئے۔

حضرت خواجہ حسن افغان رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے فیض یافتہ بزرگوں میں سے تھے اور آپ کے مقبول ترین خلفاء میں شمار ہوتے ہیں اور ذوق وشوق عبادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔

صاحب فخرن افغانی کے بقول آپ سید تھے اس نے آپ کا نسب نامہ مندرجہ ذیل بیان کیا سید حسن المعروف خوندی بن ابو محمد بن سید جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ علوم ظاہری سے بالکل نابلد تھے لیکن علوم باطنی میں ایسے کامل تھے گویا تمام علوم ولوح محفوظ آپکے سینہ اقدس پر نقش تھا اکثر لوگ آزمائش کے طور پر چند سطور جنکے الفاظ قرآن وحدیث اور اقوال مشائخ سے ماخوذ ہوتے کاغذ پر لکھ کر دکھایا کرتے تھے لیکن آپکی مومنانہ فراست فوراً قرآنی اور غیر قرآنی الفاظ میں تفریق کر دیتی جب لوگ پوچھتے آپ امی ہونے کے باوجود ایسا کیونکر کر لیتے ہیں تو فرماتے اس کے سوا اور کوئی شناخت کی وجہ نہیں ہے کہ قرآن کی عبارت دیکھ کر مجھے ایک ایسا نور نظر آتا ہے جو لامکان کو محیط کئے ہوئے ہے اور حدیث شریف کے الفاظ کے انوار وتجلیات آسمان

ہفتم تک نظر آتے ہیں اور بزرگان دین کے اقوال کے انوار تا فلک قمر دیکھتا ہوں۔

آپ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے محبوب ومخلص رادت کیش تھے آپ ان کے اخلاص للیہت اور محبت خلق اللہ کے پیش نظر فرمایا کرتے تھے اگر اللہ تعالیٰ مجھے پوچھیں گے کہ ہماری درگاہ میں کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ حسن افغان کے اشغال وعبادات حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء آپ کی عظمت ورفعت کا اعتراف تھا آپ فرماتے کہ حضرت حسن افغان ایک باعظمت وجلالت بزرگ تھے۔

روایت ہے کہ آپ نے ایک دفعہ ملتان سے عزم سفر دہلی کیا راستہ میں ایک مسجد کی تاسیس کرر ہے تھے علماء اور فقہاء کی ایک جماعت کثیر نے قبلہ کی صحت پر اعتراض کیا آپ نے ایک طرف کھڑے ہو کر فرمایا قبلہ اسی طرف ہے اگر میری بات پر اعتبار نہیں تو دیکھو قبلہ اس طرف ہے جونہی لوگوں نے اس طرف دیکھا تو زیارت بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور فوراً اختلاف سمت قبلہ دور ہو گیا۔

ایک دن آپ کسی گلی سے گزر رہے تھے مغرب کا وقت ہو گیا تو قریب ہی ایک مسجد میں چلے گئے امام صاحب جماعت کرانے لگے آپ بھی مقتدی بن کر نماز ادا کرنے لگے نماز ہو چکی تو خواجہ حسن نے امام صاحب سے مخاطب فرماتے ہوئے کہا جناب آپ نے نماز پڑھائی عین نماز آپ دہلی سے بنگال تشریف لے گئے اور وہاں سے غلام خرید کر واپس آ گئے انہی غلاموں کو بیش قیمت پر بیچنے کے لئے عرب روانہ ہو گئے اور آپ کی نگرانی میں مجھے خواہ مخواہ مارا مارا پھرنا پڑا فرمایئے یہ کونسی نماز ہے اور اسے کس نام سے موسوم کریں امام صاحب سن کر بہت حیران وخجل ہوئے۔

آپ نے ولایت کے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہوتے ہی سلسلہ رشد وہدایت کا آغاز کیا اور اپنے مرشد حقیقی سے اجازت لیکر غور غشیوں کی اصلاح وہدایت کیلئے چلے

گئے آخر یہ ماہتاب ولایت ۶۸۹ھ میں غروب ہو گیا مزار اقدس حضرت شیخ الاسلام کے پائیں واقع ہے۔

بی بی راستی رحمتہ اللہ علیہا

(المعروف پاک مائی بی بی پاکدامن)

آپ کے نام سے مشہور گورستان پاک مائی ریلوے سٹیشن ملتان شہر کے جنوب میں واقع ہے اس قبرستان میں آپ کا مزار اقدس فیروزی رنگ کی کاشی کی اینٹوں سے جلوہ ریز ہے آپ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ کی والدہ حضرت شیخ صدرالدین عارف کی زوجہ اور فرغانہ کے سلطان جمال الدین کی دختر تھیں آپ والد کی معیت میں ملتان آئیں سلطان جمال الدین کی خواہش پر حضرت بہاؤالدین نے اپنے فرزند والبند صدرالدین عارف کا نکاح شہزادی سے کردیا عصمت ماب اور پاک دامن کا خطاب مرحمت فرمایا۔

آپ اپنے زہد واتقاء نیکی و پارسائی پرہیزگاری وطہارت اور عبادت میں یکتائے روزگار تھیں قرآن پاک زبانی یاد تھا ہر روز قرآن پاک ختم کرتیں آپ اپنے خسر حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئیں عملی زندگی میں اس قدر کامل واکمل تھیں کہ آپ کو دیکھ کر محلے کی تمام خادماؤں نے نماز پنجگانہ ادا کرنا شروع کردی اور سب کی سب پابند صوم وصلوٰۃ ہو گئیں۔

آپ نے اپنے لخت جگر قطب الاقطاب حضرت رکن الدین کی تعلیم و تربیت میں نہایت احتیاط سے کام لیا اور ہمیشہ باوضو ہو کر دودھ پلاتی تھیں اور عام لوگوں کی روش سے ہٹ کر دودھ پلاتے وقت لوری دینے کے بجائے قرآن پاک تلاوت کیا

کرتی تھیں آپ کے مزار کے قریب ایک کنواں ہے جہاں عورتوں اور مردوں کے لئے الگ الگ نہانے کی جگہ بنی ہوئی ہے اور بیمار نہانے کے بعد شفا پاتے ہیں اور منت کے طور پر مچھلی روٹی مزار پر تقسیم ہوتی ہے اکثر عورتوں کا اژدہام رہتا ہے آپ نے ۶۹۵ ھ میں وفات پائی خزینۃ الاصفیاء میں قطعہ تاریخ یوں دیا ہے۔

راستی مخدومہ عالم کہ بو
راست روچوں تیر انداز راستی
ہست مخدومہ وصال پاک او
پاک رحلش چول توازمن خواستی

حضرت پیر دولت شاہ وخدمت گزار شاہؒ

چوکی پولیس دولت گیٹ کے متصل سرکلر روڈ پر چھوٹا سا روضہ ہے جس میں دو بھائیوں کی قبریں ہیں جن کے نام کی رعایت سے وہ جگہ دولت گیٹ کہلاتی ہے پہلے اس نام کا کوئی دروازہ ملتان میں نہ تھا فصیل کے مسمار ہو جانے سے شہر کے اندر جانے کا راستہ بن گیا جو دولت گیٹ کے نام سے مشہور ہوا صاحب موصوف کے حالات مخفی ہیں۔

حضرت پیر در بر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ اسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی کے فیض یافتہ ہیں آپ ملتان میں جلال فیروز کی صوبیداری کے زمانہ میں وارد ہوئے حضرت زکریا کے چشمہ روحانیت سے سیراب ہو کر زہد وعبادت میں مشغول رہے اور ۶۴۴ ھ میں انتقال فرمایا۔

آپ ایک مختصر مگر خوبصورت گنبد جو حضرت شیخ اسلام اور حضرت رکن الدین

ابوالفتح کے مزارات کے درمیان واقع ہے میں مدفون ہیں چونکہ آپ دو بزرگوں کے دائیں بائیں پہلو میں آسودہ ہیں اسی وجہ سے آپ کو پیر دربر کے وصفی نام سے پکارا جاتا ہے آپ کا اصل نام نا معلوم ہے آپ کے مزار کی شمالی سمت مندرجہ ذیل شعر لکھا ہے۔

روئے پاکاں ہر کہ بیند صبح و شام
آتش دوزخ بود بردے حرام

حضرت سید عظیم الدین شاہؒ

آپ حجازی سید ہیں اوران معدودے چند خوش بخت انسانوں میں سے ہیں جنہیں سید عالم سردار کل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی خاکروبی اور چراغ بندی کی خدمت مقرر ہوئی۔

آپ علم و فضل کے گوہ گراں اور زہد و اتقاء کے پیکر جمیل تھے مدینہ منورہ میں آپ کے تجر علمی کا شہرہ تھا ۱۲۰۷ھ میں ملتان کے حاکم نواب مظفر خان شہید جو خود ایک پاکیزہ وسعید انسان تھے زیارت حرمین کے لئے گئے مناسک حج ادا کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں حاضری دی انہوں نے آپ کا شہرہ سنا تو آپ سے ملتان تشریف لانے کی استدعا کی حضور سے جدائی ایک پل کے لئے بھی گوارا نہ تھی ایک تردد سا پیدا ہوا لیکن بارگاہ رسالت سے ہندوستان آنے کا ارشاد ہوا آپ فوراً ملتان تشریف لائے یہاں آکر آپ پوری طرح شریعت حقہ کے احکام کی اشاعت وتبلیغ کا فریضہ ادا کرنے لگے لیکن مدینہ طیبہ کی دلکش فضائیں عطر ریز ہوائیں طبیعت میں اضطرابی کیفیت پیدا کردیتی تھیں آپ پھر دیار حبیب کی طرف کشاں کشاں چلے گئے اور تاجدار کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی حضور فداک امی وابی۔

ملتان کا پانی طبیعت کو راس نہیں کرتا کیا کروں ارشاد ہوا جاؤ تمہارے مشرب میں کوثر و سبیل کی حلاوت پیدا کردی گئی وہاں ہی رہ کر تبلیغ و اشاعت اسلام کرو اس ارشاد عالیہ پر آپ پھر ملتان آئے کنویں کا پانی چکھا تو اس میں کوثر کا مزہ پایا اس سے اطمینان ہوا تو نہایت تندہی سے دین کی اشاعت میں مصروف و مشغول ہو گئے پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے ایک پیسہ تک ذاتی خرچ کے لئے نہ لیا مزار اقدس بیرون دولت گیٹ واقع ہے آپ کے تعویز پر مندرجہ ذیل قطعہ کندہ ہے۔

حاجی حرمین نیز واعظ خلق
بود زادلاد غوث محی الدین
سیزدھم ماہ جمادی الثانی
روز شنبہ شدہ خلد بریں
چوں درراہ دیں قوی می بود
سال وصلش قوی عظیم الدین ۱۲۳۱ھ

حضرت پیر عمر سہروردیؒ

آپ عین شباب میں سندھ سے ملتان آئے اور حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا ملتانی کے عقیدت مندوں میں داخل ہوئے حضرت کی ایک نگاہ کیمیا اثر نے تمام مدارج و مراتب روحانی طے کرا دیئے عمر کے آخری ایام میں آپ کے پاس ایک نواب کی بیگم اس ارادے سے آئیں کہ آپ کی دعا مستجاب سے میاں بیوی میں محبت و الفت کا رشتہ استوار ہو جائے آپ نے ایک ٹھیکری اٹھائی اور اس پر مندرجہ ذیل الفاظ تحریر فرمائے۔

اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا اور اگر نہ کرے تو کیا بعد ازاں نواب کی بیوی کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس ٹھیکری کو اپنے پاس رکھے اس ٹھیکری کی برکت سے نواب نے اپنی بیوی سے محبت کرنی شروع کر دی بیگم نے تشکر وسپاس گزاری کے لئے اشرفیوں سے بھری ہوئی ایک تھیلی خدمت اقدس میں پیش کی آپ نے دانستہ طور پر ایک اشرفی اٹھا کر منہ میں رکھ لی بیگم نے کہا سرکار یہ کھانے کی چیز نہیں ہے آپ نے فرمایا اگر کھانے کی چیز نہیں تھی تو پھر تم لائی کیوں آپ نے یہ اشرفیاں بیگم کو واپس کر دیں اور قبر کیلئے ایک قطعہ اراضی طلب کیا اس خاتون نے آپ کو حضرت شیخ عارف کے محلوں کی شرقی جانب ایک کشادہ قطعہ اراضی نذر کر دیا ارتحال کے بعد آپ اسی جگہ مدفون ہوئے ہوتے ہوتے یہ قطعہ اراضی ایک قبرستان کی صورت اختیار کر گیا جو ان دنوں پیر عمر کے گورستان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ حسین کاہ برؒ

ان کو حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کا ہمعصر ہونے کا شرف حاصل ہے سکر و مستی کی حالت طاری ہونے سے پہلے آپ گھاس کھود کر نان ونفقہ کا سامان کیا کرتے تھے جب جذب و مستی کی حالت طاری ہوئی تو شراب خانہ میں ڈیرہ جمالیا۔

کہتے ہیں ایک دن حضرت شیخ الاسلام ان کے پاس شراب خانے میں جا بیٹھے شیخ حسین نے آپ کو پیالہ پیش کیا حضرت شیخ الاسلام نے اوبا اپنے گریبان میں الٹ لیا اور گھر آ کر کپڑے اتار دیئے خادمہ کو حکم دیا کہ ان کو دھویا جائے خادمہ داغ دھونے کی کوشش کرتی مگر داغ دور نہ ہوتے آخر اس نے اس مقام کو چوس لیا خادمہ کا داغ والی جگہ چوسنا تھا کہ انشراح صدر ہو گیا اور وہ عارفہ زمان بن گئی اس کی اکثر باتوں

میں تقدیر کا رنگ جھلکتا نظر آتا تھا شیخ حسین نے ملتان ہی میں انتقال کیا آپ کا مزار اندرون بوہڑ گیٹ ہے۔

حضرت سلطان ابا بکرؒ

(واقع وہڑ ورواہن)

آپ کا مزار پختہ اور بلند موضع وہڑ ورواہن میں واقع ہے اندر روضہ کے تین قبریں ہیں درمیانی حضرت سلطان ابا بکر کی اور غربی تربت سید یارن پسر سلطان اور شرقی تربت ابا بکر ثانی آپ کے پوتے کی ہے روضہ کی پیشانی پر یہ تحریر لکھی ہے۔

ناد علیا مظہر التجائب تجدہ عونا لک فی التوائب کل ھمہ وغمہ سینجلی بقدریہ لعبوتک یا محمد دبولایتک یا علی یا علی یا علے

یہ روضہ ۹۵۵ھ میں حاکم وقت نے بنوایا تھا گردونواح قبرستان ہے روضہ کے متصل جانب جنوب یارن شاہ ثانی کا مزار ہے جو آپ کے پوتے ہیں گرد اس کے چار دیواری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ بیت درج ہے۔

این بنا آمدہ بمکہ قرین
کہ براعدش باوصد نفرین
عقل گفتا مرا غنیمت تاریخ
زسما آمدہ بہشت برین

اس روضہ سے جانب شمال آپ کے برادر خورد سلطان حاجی محمد کا مزار ہے جو قابل دید ہے مزار پر ہر جمعرات زائرین جمع ہوتے ہیں اکثر لوگ جن کو آسیب ہوتا ہے آکر ٹھیک ہو جاتے ہیں کہتے ہیں آپ کے والد سلطان سید جلال شاہ حضرت پیر

عادل کی اولاد تھے جن کا مزار ڈیرہ غازیخان میں واقع ہے آپ ۷۰۰ھ میں یہاں تشریف لائے آپ کے حسب ذیل فرزند تھے۔

حضرت سید سلطان جلال الدین شاہؒ

زوجہ اول　　　　زوجہ دوم

سلطان ابا بکر سلطان حاجی　　　سید حسن سید عارف علی اکبر سید وصی احمد

جب سلطان سید جلال الدین یہاں تشریف لائے تو اس جگہ ساتھ ہی دریا جاری تھا اور بہت آبادی تھی رفتہ رفتہ آبادی کم ہوتی گئی جو بعد میں ایک گاؤں کی صورت رہ گئی سلطان حاجی احمد نے مخدوم جہانیاں اوچ سے تربیت کی تھی اور سلطان ابا بکر نے اپنے بھائی سے بیعت کی تھی سلطان حاجی احمد ایک مرتبہ اوچ تشریف لے گئے آپ کے مرشد نے ایک مکان میں رہنے کا حکم دیا اس مکان میں دو دیو میلو اور درگاہی نامی رہتے تھے ایک دن مخدوم جہانیاں ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ ایک دیو آپ کو پنکھا کر رہا ہے اور دوسرا بدن دبا رہا ہے آپ نے وقت رخصت ایک دیو خدمت کے لئے آپ کے ہمراہ کر دیا اور ایک جوڑی نقارہ آہنی بطور تبرک دیا جو اب تک مزار پر موجود ہے حضرت سلطان ابا بکر کی وفات ۸۲۰ھ اور سلطان حاجی محمد ۸۳۰ھ ہے۔

حضرت لال حمیدؒ

(واقع فتح پور میلسی)

فتح پور سے بطرف غرب آپ کا مزار واقع ہے وطن آپ کا بغداد شریف ہے تاریخ ولادت معلوم نہیں آپ حضرت غوث اعظم کے مرید بیان ہوتے ہیں اور انہی

سے ولایت پائی ایک لڑائی میں شہید ہوئے لیکن سر آپ کا میدان جنگ میں رہا اور دھڑ بدستور گھوڑے پر سوار اس جگہ آیا بزرگان مجاوران سے کسی کو خواب میں حکم ہوا کہ ہمارا سر میدان جنگ سے لاکر خانقاہ بناؤ چنانچہ حسب ہدایت خانقاہ بنادی گئی ہے قوم منگہ فتح پور نے جو آپ کے مرید تھے پختہ مزار بنوا کر چار دیواری بنوادی ایک چاہ پختہ بنوایا جو اب معدوم ہے ہر سال ساون کے تیسرے جمعہ کو عرس ہوتا ہے۔

حضرت حافظ محمد اکرمؒ

(واقع بہاول گڑھ کروڑ)

شہر کروڑ سے جانب غرب آپ کا مزار جلوہ ریز ہے خانقاہ مجلس خانہ و مسجد پختہ کے گرد چار دیواری کا احاطہ ہے اکثر مسافر یہاں ٹھہرتے ہیں حافظ محمد اکرم اصل قریشی ہیں اور ملک جبل غرب سے یہاں آئے اسی مناسبت سے جبلا قریشی مشہور ہیں تولد ۱۲۰۶ھ ہے اور وفات ۱۲۶۰ھ ہے بزرگان ان کے قصبہ ملتان میں مقیم ہوئے پھر ولی محمد مورث ان کے کروڑ میں آئے اور حافظ غلام حسین مہاروالے سے بیعت کی ان کی خانقاہ موضع تاج میں واقع ہے ۱۷ جمادی الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت سید ولایت شاہ حسینیؒ عرف فقالی کروڑ

آپ سید حسینی ہیں حضرت علی سے امام موسیٰ کاظم چھ پشت پر ان کے مورث اعلیٰ عرب میں مقیم رہے بعد حضرت علی موسیٰ رضا حاکم مشہد جو آپ کا خادم تھا کے پاس تشریف لے گئے آپ کے تبرکات حسب ذیل ہیں۔

جبہ مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیراہن حضرت امام حسن

وحسین کا وہ پیراہن حضرت علی کرم اللہ وجہہ پندرہ پشت تک آپ کی اولاد میں مقیم رہیں سولھویں پشت میں حاجی فخر الدین عرف حاجی بڈھا وسید محمد شاہ جو آپ کے بھائی تھے تنازعہ تبرکات شروع ہوا آخرکار باہم یہ طے ہوا کہ تبرکات کوٹھڑی میں مقفل ہیں جن کے ہاتھ سے قفل کھلے وہ تبرکات کا مستحق ہے چنانچہ حاجی فخر الدین نے قفل کھول لیا اور تمام تبرکات کے مالک ہوئے اور بوجہ قفل کھولنے کے فقالی مشہور ہوئے اب تک آپ کی اولاد ہیں یہ لقب مشہور چلا آتا ہے۔

حاجی فخر الدین نے بسبب دشمنی برادر خورد مشہد سے نقل مکانی کر کے معہ تبرکات دادلاد ملتان میں سکونت پذیر کی آپ کا مزار اندرون بوہڑ گیٹ محلہ شاہ گردیز میں ہے پانچ پشت تک آپ کی اولاد ملتان میں رہی پھر سید زندہ پیر حضرت رکن الدین والعالم کی معیت میں کروڑ کی سیر کی گئے اس شہر کروڑ ویران تھا ایک ٹیلہ پر آپ نے قیام فرمایا اقوام جو ہندو قریب شہر کے رہتے تھے آپ کی خدمت کرنے لگے اور پھر یہ ہندو مسلمان ہوئے آپ نے ان کی چوٹی حضرت رکن الدین کے سامنے کاٹی اور بعد دعا قوم جو یہ کو ثروت حاصل ہوئی وہ رفتہ رفتہ والی ملک بن گئے۔

شاہ رکن الدین عالم ملتان واپس تشریف لے گئے اور زندہ پیر صاحب کروڑ میں مقیم ہوئے جو یہ اب تک اپنی چوٹی رکن الدین والعالم کے مزار پر آکر کٹواتے ہیں۔

حضرت فقیر جتی ابدال

(واقع رام پور)

حضرت جتی ابدال شہزادہ داراشکوہ کے ملازم تھے جب شہزادہ کو اورنگ زیب نے مغلوب کر لیا تو جتی ابدال فقیری اختیار کر کے بغرض سیاحت اس جگہ آئے اور جنگل میں قیام

کیا آپ نے شادی نہیں کی تھی اسی لیے جتی مشہور ہوئے آپ کے مزار کے اندر عورت کو جانے کا حکم نہیں ہے۔ دیوان ساون مل نے مزار پختہ بنوایا یکم ہاڑ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت میاں رحمان

(واقع سرائے سدھو)

یہ مزار چار دیواری پختہ آپ نے خود بنوائی تھی اور کوٹ پختہ آپ کی اولاد میں سے میاں نور نے تعمیر کرایا کہتے ہیں گامن نامی ایک شخص جو قوم سیال موضع پنڈی مدد ضلع جھنگ کا تھا اس کی اولاد نہ تھی شاہ یوسف قریشی سے جن کی خانقاہ ضلع شاہ پور میں ہے واسطے اولاد کے التجا کی صاحب موصوف کی دعا سے بعد عالمگیر بادشاہ میاں رحمان ولی مادرزاد پیدا ہوئے اور شاہ یوسف صاحب سے بیعت ہوئے حسب درخواست دلی داد سیال حاکم وقت موضع پنڈی مدد سے اس جگہ تشریف لائے اور یہیں وفات پائی آپ کی اولاد اسی گاؤں میں آباد ہے ۱۲ ہاڑ مزار پر عرس ہوتا ہے۔

حضرت ماموں شیر

(واقع میر پور)

یہ مزار موضع میر پور میں واقع ہے کہتے ہیں اصل نام آپ کا شیر شاہ تھا اور حضرت داتا گنج بخش کے ماموں تھے آپ بغرض سیاحت حضرت داتا کے ساتھ ادھر آئے اور بعد میں بمقام لاہور ایک جنگ میں شہید ہوئے لیکن دھڑ بدستور گھوڑے پر سوار میر پور کہنہ چلا آیا اور چاہ بستی والا پر گھوڑے کو پانی پلانے کے لیے روکا جو عورتیں اس کنوئیں پر پانی بھر رہی تھیں سر بریدہ گھوڑے پر سوار دیکھ کر ہنسنے لگیں آپ نے ناراض ہو کر بددعا دی تو تمام گاؤں

غرق ہو گیا اور حضرت بھی اس جگہ غائب ہو گئے چنانچہ وہ جگہ ماموں شائروالا سے اب تک مشہور ہے حاکم وقت نے خانقاہ پختہ بنوائی ۲۰ چیت کو عرس ہوتا ہے۔

حضرت پیر سواری صاحبہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید نورنگ شاہ تھا ان کے نام سے ضلع جھنگ میں چک نورنگ شاہ مشہور ہے بعد میں آپ اس جگہ آ کر آباد ہوئے آپ کے گھر مسماتہ پیر سواری مادرزاد ولی کی ولادت ہوئی آپ تارک الدنیا تھیں عالم جناب وحیوانات مطیع تھے سایہ جن پری وسگ گزیدہ بھی آپ کی دعا سے اچھے ہو جاتے بعد نواب شجاع الدین خاں رحلت فرمائی یکم ماہ چیت کو عرس ہوتا ہے۔

حضرت مائی سپوراں

(موضع سپوراں سرائے سدھو)

۱۱۵۵ھ میں موضع چڑالہ میں ایک شخص قوم نوناری کے گھر آپ کی ولادت ہوئی آپ کا اصل نام مسماتہ صفورا تھا عبادت کا شوق بچپن سے تھا جب صاحب ولایت مشہور ہوئیں تو لوگ آسپوراں کہنے لگے (آس بمعنی تمنا اور پوران بمعنی پوری کرنے والی)

والدین نے بچپن ہی سے آپ کو ہم قوم نور محمد سے منسوب کر دیا تھا آپ نے حضرت عبدالحکیم سے بعیت کی اور چالیس چلے عبادت کے لیے پھر خانقاہ پر آ کر سکونت اختیار کی جب آپ بالغ ہوئیں حسب درخواست والدین شادی کرنا منظور فرمایا آپ کی وفات ۱۹۰۹ء میں ہوئی مولوی صالح محمد نے جو آپ کے فرزند تھے آپ کی خانقاہ بنوائی آپ کی اولاد اسی گاؤں میں آباد ہے۔ قاضی حیدر صاحب آپ کا شہرہ سن کر بغرض امتحان

اس جگہ آئے تو مائی صاحبہ ان کے ہمراہ لے کر دریا پر آئیں اور دریائے راوی کے لہرتے مارتے پانی پر کپڑا بچھا دیا اور قاضی صاحب کو نماز ادا کرنے کو کہا تو قاضی صاحب نے کہا مجھ میں ایسی طاقت نہیں مائی صاحب نے چادر پر نماز پڑھی اور جب چادر جھاڑی تو اس چادر سے گرد اٹھی قاضی صاحب نے ان کے کمالات کا اقرار کیا اس علاقہ میں مویشی کی چوری کثرت سے ہوتی تھی مشہور ہے کہ جو شخص اس گاؤں کی حد سے مویشی چرائے تو اندھا ہو جاتا ہے وہ جب تک مویشی واپس نہ کرے اندھا رہتا ہے اس لیے اس گاؤں میں چوری نہیں ہوتی سگ گزیدہ بھی آپ کی دعا سے اچھا ہو جاتا ہے۔

آپ کے فرزند مولوی صالح محمد عالم و فاضل تھے اور ان کی تصانیف عربی میں فارسی سرائیکی میں موجود ہیں ۱۵ جیٹھ کو عرس ہوتا ہے۔

حضرت سید محمد شاہ

(واقع سلار واہن سرائے سدھو)

آپ کا مزار موضع سلاواہن میں واقع ہے حضرت سید محمد شاہ اولاد حضرت شیخ محمد یوسف گردیزی سے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے شیخ محمد یوسف گردیزی سے پندرہویں پشت میں مخدوم شیخ محمد راجو جو آپ کے چچا تھے ان کی دختر سے شادی کی صاحب کرامات مشہور ہیں آپ کی شہرت نزدیک دور تھی اکثر نابینا لوگ آپ کی برکت دعا بینا ہوئے ۱۲۱۱ھ میں وفات پائی آپ کی صرف ایک لڑکی تھی خانقاہ آپ کی زوجہ محترمہ نے بنوائی اور ایک مسجد پختہ کاشی کی تعمیر کرائی جو مکمل نہ ہو سکی اب بھی اکثر نابینا لوگ مزار پر حاضری دیتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

حضرت طالب شاہ بخاری

(واقع سادار پور)

آپ کا مزار بطرف گوشہ جنوب مغرب موضع سردار پور سے متصل ہے گردونواح قبرستان ہے آپ اوچ سے یہاں تشریف لائے اور اسی جگہ انتقال ہوا اولاد نہ تھی نمانی شاہ نے آپ کا مزار بنوایا اول ماہ جیٹھ میں عرس ہوتا ہے اور چار دن تک رہتا ہے۔

حضرت پیر عیسی مسا

آپ کا مزار فتوہل پور واقع ہے پہلے مسا صاحب دہلی سے تشریف لائے آپ کے بہت سے لوگ مرید ہوئے بادشاہ دہلی نے ان کی حیات میں یہ خانقاہ بنوائی تھی عیسی ان کا مرید تھا اس اک مزار بھی آپ کے ساتھ ہے اسی لیے یہ عیسی مسا کے نام سے مشہور ہے ایک اور خانقاہ بھی ان کے نزدیک ہے جو میاں محمد اشرف کی بیان کی جاتی ہے مسا صاحب قوم قریشی اور عیسی صاحب اعوان تھے اولاد ان کی نہیں ہے کرامات بہت مشہور کہتے ہیں مخدوم حضرت شاہ علی محمد شیر شاہ والے واسطے ملاقات آئے اور کہا ہاتھ دے کر ملو مسا صاحب نے کہا کہ ہاتھ دے کر نہیں ملنا چاہیے فقیروں کا قول ہے کہ دور کا سلام اچھا ہے۔ مخدوم حضرت علی شاہ محدم نے کہا میں دور سے آیا ہوں ہاتھ دے کر ملوں گا مخدوم صاحب نے ہاتھ ملایا قدرت الٰہی سے دونوں کے ہاتھ آپس میں مل گئے باوجود کوشش کے الگ نہ ہوئے مخدوم شاہ علی محمد نے کہا میں اپنا زور لگا چکا ہوں مگر الگ نہیں ہوتے آپ دعا مانگیں کہ ہاتھ الگ ہوں مسا صاحب نے کہا اچھا آپ نے آنکھیں بند کیں آنکھیں بند کرتے ہی ہاتھ الگ ہو گئے مخدوم صاحب نے خربوزہ مسا صاحب کے لیے منگوایا مسا صاحب نے

کہا کہ سانپ اور بچھو ہو جائے گا جب خربوزہ چیرا گیا تو اس میں سے انپ اور بچھو نکلے ایک خربوزہ باقی تھا کہ مسا صاحب نے پوچھا کہ سب خربوٗ کاٹ لیے ہیں عیسی نے کہا حضرت ایک خربوزہ باقی ہے آپ نے فرمایا اسے ہاون دستہ میں کوٹو چینی ہو جائے گی جب خربوزہ کو ہاون دستہ میں کوٹا گیا تو وہ چینی بن گئی اور سب کو تقسیم کر دی گئی مخدوم صاحب نے درخواست برائے اولاد نرینہ کے لیے کی مسا صاحب نے فرمایا کہ ایک خربوزہ تمہارا منظور ہوا ہے ایک ایک پسر تمہاری پشت بہ پشت ہوتا رہے گا۔

حضرت پیر فتح اللہ شاہ

(المعروف نوری لعل)

آپ موضع بٹ سے موضع لاہوری آئے آپ سید ہیں بچپن ہی میں والدین کا انتقال ہو گیا تھا ایک جاٹ کے گھر پرورش پائی ایک دن مسجد میں بیٹھے رو رہے تھے کہ حضرت پیران پیر کا گزر ہوا رونے کی وجہ دریافت کی آپ نے کہا عذاب قبر کے خوف سے روتا ہوں حضرت نے فرمایا تمہیں عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ ہی تمہاری لاش دفنائی جائے گی حضرت پیران پیر کی دعا سے آپ کو درجہ ولایت ملا آپ اسی جگہ عبادت کرتے رہے کہتے ہیں کہ آسمان سے دو صندوق اترے تھے ایک میں حضرت غائب ہو گئے لیکن وزن میں دونوں صندوق موجود ہیں آپ کی اولاد نہ تھی اس لیے مجاور خانقاہ پر رہتے ہیں کافی عرصہ قبل دریا نامی ہندوانی نے بوجہ منت یہ خانقاہ بنوائی چیت کے آخری جمعہ کو میلہ لگتا ہے۔

حضرت پیر مولا صاحب

(واقع مولوی سکندر تحصیل لودھراں)

یہ خانقاہ موضع مولوی سکندر پور میں بنی ہوئی ہے آپ سید ہیں ولادت واصل وطن معلوم نہیں کہتے ہیں کہ گوگیرہ قوم سے لڑتے ہوئے اور اسی جگہ کفار کے ہاتھوں شہید ہو گئے مسلمانوں نے آپ کا مزار بنوایا۔

محمد شاہ بادشاہ دہلی کو خواب میں بشارت ہوئی کہ خانقاہ پختہ بنوائی جائے اور ساتھ ایک کنواں بھی بنوایا جائے آپ کی برکت سے وہ کنواں متصل خانقاہ ہے شیریں ہے جب کہ اس علاقے کے دیگر کنویں کھاری ہیں سکھ دور حکومت میں خانقاہ خستہ حالت کی وجہ سے منہدم ہوگئی تو عبدالکریم تجارت سکنہ کروڑ کو خواب میں دوبارہ تعمیر کا حکم ہوا تو عبدالکریم احمد بخش سکنہ حیراں پور نے یہ خانقاہ دوبارہ بنوائی پہلے عرس بروز وفات ہوتا تھا کچھ لوگ جمع ہو جاتے تھے جب سے پختہ خانقاہ بنی ہے ہر سال پیر حیون سلطان کے عرس سے ایک ہفتہ بعد اس جگہ عرس ہوتا ہے شام تک تمام زائرین واپس جاتے ہیں رات ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے مجاور خانقاہ کی خدمت کرتے ہیں۔

حضرت بانگا بلال

محلّہ بانگا بلیل اندرون دہلی گیٹ احاطہ میں کافی بڑا مزار ہے بیان ہوتا ہے آپ حضرت بہاوالدین زکریا کی مسجد کے موذن تھے اس رعایت سے حضرت بلال کے نام سے مشہور ہو گئے۔

حضرت بابا دادا

گورستان پیر عمر میں مزار ہے آپ باکمال درویش بیان ہوتے ہیں کرامتیں جو روایت کی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک روز حوض میں سے پانی نکال کر باہر پھینکتے جاتے تھے اور زبان سے جاری تھا کہ بڑے زور کی آگ لگی ہے کچھ عرصہ بعد ایک شخص دہلی سے آیا تو اس نے آپ کو دیکھ کر کہا میں نے انہیں دہلی میں آگ بجھاتے دیکھا ہے اور وہی تاریخ بتائی جس روز آپ پانی نکال رہے تھے۔

حضرت قطب الدین کاشانی

حضرت قاضی قطب الدین کاشانی حضرت غوث بہاوالدین زکریا کے ہمعصر تھے علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار اور تقوی میں بے نظیر تھے نماز اس خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے کہ غوث بہاوالدین زکریا بھی آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنے آتے۔

ایک روز قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ آپ گھر سے اتنی مسافت طے کر کے اور میرے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے تو حضرت بہاوالدین زکریا نے فرمایا کہ سنت کی پیروی کرتا ہوں کہ حضور نے فرمایا

من صل خلف عالمہ کانما صلو خلف مرس

''یعنی کسی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا کسی نبی کے پیچھے نماز پڑھنا ہے''

اس واقعہ سے ان کی علمیت مستند آپ کاشان کے رہنے والے تھے وہاں سے ملتان تشریف لائے اور درس وتدریس کا مشہور مرکز قائم کیا جو قلعہ کہنہ پر واقع تھا آپ کا مزار کا قبہ سکھوں نے حملہ ملتان میں منہدم ہو گیا مگر قبر نشان سبز غازی کی خانقاہ کے پاس قلعہ

کہنہ عقب سینما حسین آ گاہی موجود ہے۔

حضرت خواجہ خدا بخش

آپ کا مزار حسین آ گاہی محلہ کمنگراں میں ہے آپ خواجہ محمد موسی کے فرزند تھے اصل نام امام بخش تھا مگر مولانا خیر پوری سے نسبت واردات کی وجہ سے تبدیل کر کے خدا بخش رکھا گیا تفسیر وفقہ میں صاحب کمال تھے آپ نے ۱۳۱۱ھ میں وفات پائی۔

حضرت پیر حاصل واصل

(واقع نوراجہ بھٹہ)

موضع نوراجہ بھٹہ میں دو پختہ مزار ہیں کہتے ہیں حاصل واصل دو حقیقی بھائی تھے اور حضرت جلال الدین اچوی کے فرزند تھے تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی ان کے مریدوں کا مال چور لوٹ کر لے گئے حسب درخواست مریدین چوروں سے مقابلہ کیا اور دونوں بھائی اس لڑائی میں شہید ہو گئے ۱۵ ماہ ہاڑ میں عرس ہوتا ہے۔

حضرت پیر اولیائے غوری

(واقع بہادر پور)

تاریخ ولادت وابتدائی حالات مستور ہیں مجاوروں کا بیان ہے کہ ہمایوں بادشاہ کے وقت ہمارا مورث اعلیٰ آیا اور ایک قبر کا نشان دیکھا جو گڑھے کی صورت بن چکا تھا جب وہ اس جگہ سے آگے روانہ ہوا تو اسے آنکھوں سے دکھائی دینا بند ہو گیا تو مورث نے کرامت دیکھ کر اس جگہ مجاوری اختیار کر لی سجاول شاہ بادشاہ کے وقت یہ مزار مجب شاہ نے پختہ بنوایا اکثر لوگ

اس جگہ منت مانتے ہیں جب کسی آدمی یا کسی مویشی کو سگ دیوانہ یا گیدڑ کاٹ لیتا ہے تو خانقاہ پر منت ماننے سے ٹھیک ہو جاتا ہے قبل از تعمیر ایک گڈریے نے دیکھا کہ جب کوئی بکری قبر کے اندر جھانکتی ہے تو وہ تمام دن کچھ نہیں کھاتی اور شام کو دودھ بھی زیادہ دیتی ہے ایک دن اس نے قبر کے اندر جھانک کر دیکھا تو خربوزہ اور بیل کو دیکھا اس نے بیل سے خربوزہ توڑا تو اس میں سے خون نکلنے لگا گڈریاں اس خربوزے کو سید جلال کے پاس لایا انہوں نے خربوزہ گڈریے سے لے کر قبر پر آئے اور خربوزہ قبر کے اندر رکھ کر مزار کی مرمت کرا دی۔

حضرت شیخ اسماعیل

(واقع موضع عمر پور)

آپ کا خاندان موضع حجرہ علاقہ سندھ میں آباد تھا آپ حضرت پیر آہن کے گھر ۶۶۰ھ میں پیدا ہوئے آپ مادرزاد ولی تھے آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق سے جا ملتا ہے ایام طفلی میں آپ مویشی چراتے تھے جب آپ دس سال کے ہوئے تو حضرت بہاو الدین زکریا کی خدمت میں بیعت ہوئے۔

حسب اجازت مرشد جنگل میں اقامت اختیار کی ۸۰ سال کی عمر میں ۷۴۰ھ میں بوجہ بخار انتقال فرمایا آپ نے کہا ہوا تھا کہ میری قبر پختہ نہ بنائی جائے اس لیے آپ کا مزار پختہ نہیں ہے آپ کی اولاد خانقاہ پختہ کر دی جائے مگر آپ نے خواب میں منع فرمایا۔

جب آپ بچپن ہی میں مویشی چراتے تھے تو ایک روز ماموں حضرت نے ان کو شیر پر سواری کرتے دیکھا آ کر ان کی والدہ سے ذکر کیا اس سے حضرت ناراض ہوئے اور ماموں حضرت فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جاں بحق ہوئے۔ ایک مرتبہ بارش کے دوران دودھ کا مٹکا حضرت بہاو الدین زکریا کی خدمت میں لائے تو آپ کے کپڑے خشک تھے ایک

مرتبہ درویش حیدر نامی اور چالیس فقیر حضرت کے پاس آئے اور دودھ طلب کیا دودھ موجود نہ تھا مویشی چرنے گئے ہوئے تھے ایک بچہ بھینس کا موجود تھا۔ حضرت نے اس کا کان کتر کر حسب ضرورت دودھ نکال لیا۔

بعد وفات حضرت ایک بزرگ بابا گوری دہلی سے بغرض سیاحت تشریف لائے کشف برکات دیکھ کر متاثر ہوئے واپس دہلی جا کر اپنے متعلقین کو وصیت فرمائی کہ ہماری میت شیخ اسماعیل صاحب کی سرزمین میں دفنانا چنانچہ بابا گوری کی قبر بھی یہاں موجود ہے جس شخص کو تپ ربع یا ثلث آئے زیارت مزار کرنے سے صحت یاب ہوجاتا ہے ہر ماہ ہاڑ میں عرس ہوتا ہے۔

حضرت حافظ اللہ بخش

آپ حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوری خلفاء میں سے تھے آپ نے کامل ۴۰ سال تک مرشد حقیقی نے فیض حاصل کیا اور یکم شوال ۱۳۴۴ھ کو انتقال فرمایا اور قبرستان مائی پاک دامن کے متصل ایک احاطہ میں دفن ہیں۔

حضرت شہیدی لال

آپ کا مزار اسٹیشن ملتان شہر کے نزدیک ہے آپ قبیلہ برلاس سے تعلق رکھتے تھے اصل نام شیخ سعید الدین بن نصیر الدین شہید ہے آپ شہیدی لال کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے خلیفہ تھے خلج سے ملتان آئے اور حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین سے قلبی تعلق رکھتے تھے ۶۹۹ھ میں چنگیزیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے آپ کے مزار پر گنبد نہیں ہے۔

حضرت شاہ بدر رخ عالم

حضرت مولانا شاہ بدر رخ عالم بہت بڑے عالم تھے حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت نے قیام ملتان کے دوران آپ سے تعلیم پائی آپ کا مزار نواں شہر کے قریب طارق روڈ پر ہے۔

حضرت جھنڈا فقیر

آپ کا مزار ڈسٹرکٹ جیل ملتان کے اندر چبوترے پر واقع ہے روایت ہے کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ یہاں دوزخ تیار ہوگئی چنانچہ کچھ عرصہ بعد یہاں جیل بنائی گئی قیدی آپ کے مزار پر چراغ جلاتے ہیں۔

حضرت موج دریا

پل موج دریا ایوان خسرو کے نزدیک مزار تھا ایوان خسرو کی تعمیر کے وقت آپ کا نشان مزار غائب کر دیا گیا آپ حضرت شاہ یوسف گردیز سے قبل ملتان سے قرامطہ کے خلاف برسر پیکار تھے اور اس بے دینی کے سیلاب کو روکنے کی کوشش کرتے رہے کچھ عرصہ بعد حضرت شاہ یوسف گردیز ملتان تشریف لائے انہی دنوں میں آپ کچھ بیمار ہو گئے اور انتقال کر گئے حضرت شاہ یوسف گردیز نے آپ کو اسی جگہ دفن کیا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے پہلے مقبرہ تعمیر کیا مگر سکھوں کے دور میں مقبرہ منہدم ہو کر صرف قبر کا نشان رہ گیا اب وہ نشان بھی باقی نہیں ہے۔

حضرت میر آغا

آپ کا مزار کوٹلہ تغلق روڈ میں سبز مسجد کے اندر بطرف شمال واقع ہے آپ چوغطہ خاندان کے نواب تھے آپ کی زوجہ کا مزار بھی ساتھ ہے نشان مزار سنگ مرمر سے تیار کردہ ہیں۔

حضرت بسنت شاہ

کہا جاتا ہے کہ آپ مجذوب تھے اور کسی انگریز کی بیوی کو آپ سے عقیدت تھی روز آتی اور زیارت کر کے چلی جاتی صاحب کو یہ بات اچھی نہ لگی اس نے ایک دن موقع پا کر گولی ماردی مگر بجائے چھروں کے بندوق سے پانی نکلا انگریز آپ کی بزرگی کا قائل ہو گیا آپ کا مزار محلہ گنج میں ہے۔

حضرت حاجی پٹھان

کوٹلہ تغلق خاں میں مسجد قریشیاں کے چبوترہ پر آپ کا مزار ہے کہا جاتا ہے کہ آپ نے مسجد وزیر خاں کی تعمیر کرائی تھی مزید حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حضرت حافظ عباس

آپ کا مزار حسین آگاہی متصل مسجد خواجہ محمد موسی واقع ہے آپ کا مرقد بے نشان ہو گیا تو مسجد میں داخل ہونے پر لوگ یہاں جوتے اتارتے تھے ایک شب جب حضور خواجہ محمد موسی تہجد ادا کرنے مسجد میں داخل ہوئے ایک بزرگ کو دیکھا جو کہہ رہے تھے

جہاں لوگ جوتے اتارتے ہیں وہاں میری قبر تھی عرصہ سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے جوتیوں کی جگہ تبدیل کر دیں۔

حضرت خواجہ محمد موسیٰ نے جوتیاں اتارنے کے لیے دوسری جگہ منتخب کر دی اور دیوار کو بڑھا کر طاقچہ بنوا دیا۔

حضرت حافظ سید محمد جمال

دربار حضرت موسیٰ پاک شہید سے مشرقی جانب مسجد جموں والی میں آپ کا مزار ہے آپ استنبول سے تشریف لائے تمام عمر درس و تدریس میں گزار کر یہیں دفن ہوئے۔

حضرت غلام محمد سلیمانی

بیرون لوہاری گیٹ محلہ بدرو شاہ خان میں مسجد مولانا غلام محمد کے جنوبی حجرہ میں آپ محو خواب ہیں آپ بہت بڑے عالم تھے اور خواجہ محمد سلیمان تونسوی کے مرید بیان ہوتے ہیں ۱۳۰۱ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت پیر قالہ

اندرون حرم گیٹ نزد چوک کالے منڈی آپ کے نام نامی سے منسوب ہے ایک مسجد کے سامنے حجرہ میں محو استراحت ہیں آپ اپنے زمانے کے اعلیٰ ترین بزرگ تھے کہتے ہیں ایک مرتبہ ملتان میں قحط پڑ گیا لوگ بھوک سے مرنے لگے یار دوست ایک دوسرے کو بھول گئے بچے تک گروی رکھے جانے لگے اسی اثناء میں ایک شخص گندم سے بھری بوری اٹھائے سامنے سے گزرا آپ نے اسے روک دیا بوری نیچے رکھائی اور اس بوری پر بیٹھ گئے

شہر میں منادی کرادی کہ جس کو گندم کی ضرورت ہے لے جائے ایک ہجوم ہوگیا گھروں میں گندم کے ڈھیر لگ گئے تب آپ بوری سے نیچے اترے اور اس شخص کو کہا میاں اپنی بوری اٹھا اس نے جب بوری کو دیکھا تو پوری بھری ہوئی تھی۔

حضرت جعفر شاہ شہید

پل شوالہ بیرون بوہڑ گیٹ محلّہ والوٹ میں آپ کا مزار واقع ہے اور مزار کے درمیان ایک درخت ہے کہتے ہیں یہ درخت مسجد کی طرف جھکا ہوا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے سب نے مشورہ کیا کہ اسے کاٹ دیں صبح ہوئی تو درخت گلی میں جھکا ہوا تھا اور راستہ بند تھا محلّہ والوں نے مزار شریف پر اس مشکل مرحلہ پر دعا کی تو دوسرے دن صبح جب دیکھا تو درخت سرو کی طرح بالکل سیدھا تھا۔

حضرت برہان الدین شاہ

آپ کا مزار اندرون بوہڑ گیٹ بازار کتب فروشاں احاطے کے اندر ہے آپ محمد تغلق بادشاہ ہند کے استاد تھے اور زکریا یونیورسٹی میں پروفیسر تھے ایک روایت ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شاہ رکن الدین نے بھی آپ کے آگے زانوئے تلمند تہ کئے ہیں۔

حضرت پیرا ودھم

اندرون بوہڑ گیٹ محلّہ درکھان میں نو گز لمبی ایک قبر ہے کہتے ہیں آپ دشمنان اسلام کے ہاتھوں جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت مولانا سراج الدین

حضرت پیر گوہر سلطان کے قریب ایک مسجد آپ کے نام سے مشہور ہے آپ حضرت مولانا خیر پوری کے شاگرد اور مرید تھے اور اسی مسجد میں درس دیا کرتے تھے بعد وفات وہیں دفن ہوئے۔

حضرت پیر برہان شاہ

بدھا روڈ پر ایک قبرستان میں چبوترہ پر آپ کا مزار ہے آپ اپنے دور کے بہت بڑے درویش تھے آپ کے قریب ہی بارہ دری میں حضرت حافظ محمد جمال اللہ کے والد حضرت خواجہ محمد یوسف اور مشرقی جانب آپ کی والدہ کے مزار ہیں۔

حضرت عبداللہ

آپ کا مقبرہ قبرستان پیر عمر میں واقع ہے آپ عالم دین تھے اور درس دیا کرتے تھے اگر پڑھاتے وقت کوئی مسئلہ وقت طلب ہوتا تو حجرہ میں جا کر دروازہ بند کر کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے التجا کرتے تو مسئلہ کا حل سمجھ میں آ جاتا آپ خوشی خوشی باہر آ کر پھر درس میں مشغول ہو جاتے۔

حضرت شاہ خرم

خونی برج سے جو سڑک گندہ تالاب کی سمت جاتی ہے اس کے دائیں جانب چار دیواری میں آپ کا مزار واقع ہے اور مشرقی پہلو میں آپ کے خلیفہ دفن ہیں آپ کون تھے

کہاں سے آئے تھے حالات مخفی ہیں۔

حضرت حافظ محمد حیات

چاہ آوے والا قبرستان حضرت پیر عمر میں آپ کا مزار ہے آپ حافظ محمد موسے کے والد تھے حالات مستور ہیں قاضی ملا نادر لکھتے ہیں۔

پس محمد داد عالم را حیات حافظ قرآن بداں عالی جناب
دردرویش بحر علم بیکراں ازو سے گوہر ہاازں گشتہ عیاں
شد ہجوم اہل دل بر گرد او فضلاں وکلاملاں شاگردار

حضرت اللہ داد خان گورمانی

آپ موضع گورمانی موضع مظفر گڑھ کے مشہور گورمانی خاندان میں ۱۱۷۵ء میں پیدا ہوئے آپ حضرت محکم الدین سیرانی کے مرید تھے سیر و سیاحت آپ کا معمول تھا خوبصورت مزار ملتان شہر کے اسٹیشن کے قریب ہے آپ کا انتقال ۱۲۱۵ھ میں ہوا۔

حضرت حافظ داؤد

بطرف بستی دائرہ نزد چوک شاہ عباس آپ کا مزار ہے آپ عرب کے انصار میں سے ہیں آپ کے مورث محمد بن قاسم کے لشکر کے ہمراہ ملتان آئے آپ موتیوں کی تجارت کرتے تھے حافظ قرآن اور عالم دین تھے آپ کی اولاد سے حکیم محمد سلمان بن حافظ بہادر اپنے وقت کے ارسطو تھے۔

حضرت میراں کنگ اسوار

قلعہ قدیم جانب مشرق ایک عمارت اونچائی پر نظر آتی ہے۔ یہ حافظ محمد خان خنگ سوار کا مقبرہ ہے خنگ گھوڑے کو کہتے ہیں آپ گھوڑ اسواری کے بہت شائق تھے اس لیے آپ کو خنگ سوار کہتے تھے جو رفتہ رفتہ کنگ اسوار مشہور ہو گیا قلندرانہ زندگی بسر کی دیگر حالات مخفی ہیں۔

حضرت شاہ دلیر عرف میاں دلیل

سکھ طرز کی حسین گنبد نما عمارت اندرون دہلی گیٹ محلہ باغیچہ مزار جاں میں مقبرہ شاہ دلیر کے نام سے مشہور ہے تاریخ اس طرح مرقوم ہے

بمیداں باقی چور فتہ دلیر گستہ زچارد گزشتہ ہفت

خرد گشت مہلم زتاریخ دے دلیر عہد و دلیرانہ رفت

آپ مراثی قوم سے تعلق رکھتے تھے اور وحدت وجودی مشرب تھا چونکہ یہ عقیدہ ہندو فقراء کے عقیدہ سے مناسبت رکھتا تھا اس لیے اکثر ہندو آپ کے معتقد تھے دیوان ساون مل کو بھی آپ سے عقیدت تھی اور اکثر خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا اسی کے عہد میں انتقال ہوا اور دیوان ساون مل نے ہی ۱۲۲۸ھ میں آپ کا مقبرہ بنوایا مقبرہ کے اندر چاروں طرف نقاشی ہے دروازہ کا چوبی ہے۔

حضرت پیر قاضی جلال

محلہ قاضی جلال اندرون پاک گیٹ ایک چبوترہ آپ کا مزار ہے آپ سید جلال الدین اچوی کے پوتے اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید بیان ہوتے ہیں دیگر حالات مخفی ہیں۔

حضرت سید یحییٰ نواب

اندرون حرم گیٹ و پاک گیٹ فصیل شہر کے اندر حضرت سید یحییٰ کا مزار ہے مزار کا گنبد نہیں ہے آپ حضرت سید ابوالحسن موسیٰ پاک شہید کے دوسرے فرزند تھے اور آپ نواب سخی کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت سید عیسیٰ

اندرون حرم گیٹ برلب النگ بطرف پاک گیٹ آپ کا مقبرہ ہے آپ سید موسیٰ پاک شہید کے تیسرے فرزند تھے آپ کا مزار پیر عنایت ولایت کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت مائی مہربان صاحبہ وحضرت شیخ شہ شرف

یہ خانقاہ بیرون بوہڑ گیٹ نزد چوک فوارہ واقع ہے یہاں ایک چاہ اور باغیچہ بھی تھا جو اب آبادی ہو جانے کی وجہ سے ختم ہو گئے ہیں کہتے ہیں کہ مائی صاحبہ مستور شیخ حسین صاحب خاندان حضرت شیخ قاسم سلیمانی سے ہیں اور شیخ شاہ شرف مائی صاحبہ کے پوتے ہیں آپ حضرت غوث الاعظم کے مریدین بیان کئے جاتے ہیں حضرت شاہ یوسف گردیز کے تقریباً چار سال بعد بغداد شریف سے ملتان آئے بعد وفات ان کے مریدین نے یہ خانقاہ بنوائی اکثر مرید کابل وقندھار میں ہیں اور ان کے فرزند شیخ حسین کی خانقاہ بھی قندھار میں ہے۔

حضرت گوہر سلطان اصحابی

بیرون دہلی گیٹ کے ایک مزار ۹ گز ملتانی عرصہ قدیم سے بنام گوہر سلطان

اصحابی مشہور ہے تاریخ ولادت اور وفات معلوم نہیں ہو سکے ایک بڑا بھاری پتھر دانہ تسبیح کے مشابہ مزار پر پڑا ہے جس کے درمیان سوراخ بھی موجود ہے مشہور ہے کہ یہ صاحب مزار کے تسبیح کا دانہ ہے دیگر احوال مستور ہیں۔

حضرت شاہ علی اکبر واقع سورج میانی

یہ بزرگوار شمس الدین اور ریزی کے فرزند ہیں ان کی خانقاہ خوش وضع شہر سے کچھ دور بطرف غرب سورج میانی میں واقع ہے ان کی اولاد بھی اسی جگہ آباد تھی آپ تجارت پیشہ تھے اسی لیے درانیوں کی سلطنت کے دوران ان کی آمد ورفت کابل میں بہت رہتی تھی اس لیے مکانات شہر کابل کی عمارات کی وضع پر انہوں نے بنائے لہٰذا مشہور ہے کہ یہ قصبہ کابل شہر کا ایک محلّہ ہے۔

حضرت پیر جنید

اندرون پاک گیٹ آپ کا مزار ہے آپ درویش بیان ہوتے ہیں بقیہ حالات مستور ہیں۔

حضرت پیر فضل شاہ و پیر کلیم اللہ شاہ

اندرون دولت گیٹ محلّہ کاشیگراں میں آپ کے مزار ہیں مزید حالات نہیں معلوم ہو سکے۔

حضرت شاہ حسن پروانہ

آپ کے نام سے ایک وسیع قبرستان مشہور ہے بلند ٹیلہ پر چاردیواری میں آپ

کا مزار ہے سوائے اس کے آپ سید تھے۔ بقیہ حالات مخفی ہیں۔

حضرت محمد مراد

بیرون لوہاری گیٹ نزد پرانی کوتوالی آپ کا مزار ہے آپ حضرت محکم الدین سیرانی کے مرید ہیں دیگر حالات پردہ راز میں ہیں۔

حضرت پیر لڈن کڈن

محلہ حافظ داؤ د اندورن پاک گیٹ میں ایک خانقاہ کے اندر دو حقیقی بھائیوں اور پردے کی اوٹ میں ایک بہن کی قبر ہے تینوں درویش معلوم ہوتے ہیں حالات مستور ہیں۔

حضرت خواجہ گل محمد

حضرت خواجہ گل محمد اپنے وقت کے عظیم روحانی بزرگ اور عالم دین شمار ہوتے ہیں آپ قریشی النسب تھے دینی و روحانی مراتب حضرت خواجہ سلیمان تونسوی سے حاصل کئے جب آپ طالب علمی کے زمانہ میں تھے تو حضرت خواجہ سلیمان دوسرے شاگردوں سے فرمایا کرتے ایک شخص ہمیں مسلسل لوٹ رہا ہے اس کا خیال رکھو پھر آپ مسکرا دیتے اور تمام شاگردوں کی نگاہیں خواجہ گل محمد کی طرف اٹھ جاتیں۔

آج سے تقریباً دو سو سال قبل آپ مرشد عالی سے ظاہری و باطنی فیوض سے مالا مال ہو کر بحکم پیر طریقت ملتان کے نواحی قصبہ پور بھٹہ میں تشریف لائے یہاں ایک قدیم مسجد آباد تھی اور پیرزادہ میاں مراد بخش بھٹہ کی زیر نگرانی درس کا سلسلہ جاری تھا کچھ عرصہ آپ نے اسی مسجد میں درس و تدریس کا کام جاری رکھا پھر آپ موضع بھٹی کھوہاوڑ تشریف

لائے یہاں خواجہ صاحب نے بہت ہی سکون محسوس کیا اور اسی جگہ کے ہو رہے اور درس قرآن کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانی فیوض سے بھی نوازتے رہے آپ سادہ اور درویش صفت انسان تھے سخاوت میں آپ کا بلند مرتبہ تھا اور ہر وقت یادالٰہی میں مشغول رہتے اور چہرہ مبارک پر کپڑا ڈال کر سر جھکائے رکھتے۔

موضع ٹھٹھی کے کھوہاوڑ کے خاندان سے خواجہ صاحب کو حد درجہ محبت تھی اور اس کے خاندان کا ہر فرد آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کرتا تھا کھوہوڑ خاندان سکندر آبادی ہندوؤں کا بہت بڑا مقروض تھا اور سود اصل زر سے کہیں زیادہ ہو گیا تھا اگر پوری جائیداد فروخت کی جاتی تو بھی قرض ادا نہ ہوسکتا تھا ہندو ہر وقت اپنے قرض کا مطالبہ کرتے جس سے یہ خاندان اضطرابی کیفیت کا شکار تھا جب معاملہ حد سے بڑھ گیا کھوہاوڑ خاندان کے بزرگ ملک محمد یار خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام ماجرا بیان کیا خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہندوؤں سے کہہ دیں کل آ کر اپنا حساب پیش کریں چنانچہ دوسرے دن ہندو گدھوں پر قرض کے کاغذات لاد کر خواجہ صاحب کے حضور پیش ہوئے جب کاغذات خواجہ صاحب کے سامنے آئے تو تمام تحریر غائب ہوگئی یہ دیکھ کر ہندو سخت پریشان ہوئے جب کاغذات گھر لائے تو تحریر صاف دکھائی دیتی تھی متعدد بار کاغذات خواجہ صاحب کو دکھائے مگر ہر بار اسی طرح ہوتا رہا ہندو یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور خواجہ صاحب کے قدموں میں گر پڑے اور کہا کہ بے شک آپ اللہ والے ہیں ہم تمام قرض معاف کرتے ہیں آپ ہمیں دعا فرمائیں اس پر آپ نے کھوہاوڑ خاندان سے کثیر تعداد میں جانور جن میں بھینسیں، بیل، گھوڑے، بکریاں وغیرہ شامل تھے ہندوؤں کو کل رقم کے عوض دلائیں اور ہندوؤں کو مال و دولت کی فراوانی کے لیے دعا دی آپ کی دعا سے سکندر آبادی ہندو مالدار ہو گئے جس پر وہ آپ کی وفات

کے بعد مزار پر حاضری دیتے اور عرس کی تقریبات میں حصہ لیتے رہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ مسجد میں درس دے رہے تھے کہ یکا یک لٹو کی طرح گھومنے لگے تمام شاگرد حیران ہو کر آپ کو دیکھنے لگے کچھ لمحے بعد آپ رکے اور درس دینا شروع کر دیا دوسرے دن آپ کا ایک مرید خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضور کل ہماری کشتی جس میں میرے بچے بھی سوار تھے۔بھنور میں پھنس گئی تھی جب بچاؤ کی کوئی صورت نہ رہی تو میں نے آپ کا نام پکارا کشتی فوراً بھنور سے نکل آئی یہ سن کر خواجہ صاحب مسکرائے اور فرمایا میاں اللہ زندگی دینے والا ہے اسی کا شکر بجالاؤ جب وہ شخص اجازت طلب کر کے رخصت ہوا تو شاگردوں نے مسجد کے باہر جا کر اس مرید سے دریافت کیا کہ کشتی کا حادثہ کس وقت پیش آیا تھا تو اس نے جواب دیا کہ کل ظہر کا وقت تھا تو سب شاگر سمجھ گئے کہ کل ظہر کے وقت ہی آپ بیٹھے بیٹھے لٹو کی طرح گھومنے لگے تھے تو اصل میں آپ اپنے مرید کی مدد فرما رہے تھے۔

آپ نے اسی موضع میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے اور آپ کے مزار کے قریب جال کا ایک درخت تھا جس سے میٹھا میٹھا سفوف گرتا رہتا تھا۔لوگ اس سفوف کو ہر مرض کے لیے بطور دوائی استعمال کرتے جس سے ہر مرض ختم ہو جاتا تھا ۱۶ اگست ۱۹۵۸ء میں دریائے چناب میں شدید طغیانی کے باعث موضع ٹھٹھی کھوہاوڑ میں ہولناک سیلاب آیا اور آپ کے مزار کے قریب تین دن تک ساکت رہا تیسری رات حاجی واحد بخش میتلا کو خواب آیا بشارت ہوئی کہ مجھے دریا سے باہر نکالا جائے چنانچہ اگلے روز آپ کو مزار سے باہر نکالا گیا تو آپ کا جسم تروتازہ تھا آپ کی نماز جنازہ دوبارہ پڑھائی گئی اور سینکڑوں افراد نے یہ سعادت حاصل کی ملک غلام رسول کھوہاوڑ کی معیت میں جد موضع خیر پور بھٹہ لایا گیا تدفین کے وقت ایک انتہائی کشیدگی پیدا ہو گئی ہر زمیندار یہ چاہتا تھا کہ لاش اپنے علاقے

میں لے جائے مگر ملک غلام رسول نہ مانے چنانچہ ایک بزرگ نے مشورہ کیا کہ قرعہ اندازی کے ذریعے جگہ کا تعین کیا جائے سب اس بات پر راضی ہو گئے قرعہ اندازی تین مرتبہ ہوئی اور ہر مرتبہ قرعہ ملک غلام رسول کھوہاوڑ کے نام نکلا تمام حیران تھے بزرگ نے فرمایا چونکہ خواجہ صاحب کو اس خاندان سے محبت تھی اس لیے ان کی رضا مندی بھی یہی ہے کہ آپ ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتے آخر آپ کو چاہ پیروالا موضع خیر پور میں دفن کیا گیا آج بھی دور دراز سے زائرین مزار پر حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں ۱۹ جمادی الثانی کو آپ کا عرس ہوتا ہے جو دو دن تک رہتا ہے۔

حضرت بابا غریب شاہ

آپ صاحب حال وقال عالم باعمل اور زاہدے بدل اور تقوے میں یگانہ روزگار بیان ہوتے ہیں تمام رات عبادت میں گزارتے کسی سے کچھ نہیں لیتے تھے کہتے ہیں ایک بار آپ نے خربوزے بوئے اور ان کی دیکھ بھال کے لیے ایک آدمی مقرر کر دا ایک سپاہی آیا ار خربوزہ توڑنا چاہا کہ اس آدمی نے روکا تو سپاہی نے اس کے منہ پر طمانچہ مار دیا وہ روتا ہوا بابا جی کے پاس آیا آپ نے فرمایا صبر کر وہ اپنا کیا پائے گا رات کو وہ سپاہی دیوانہ ہوا اور ہر کسی کے پاس جا کر کہتا کہ خدا کے لیے میرے سر پر جوتے مارو کئی روز بعد اس کے متعلقین اسے حضرت کی خدمت میں لائے اور قصور کی معافی چاہی آپ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کی دیوانگی جاتی رہی آپ کی یہ بات لوگوں میں مشہور ہو گوی اور لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آنے لگے تواضع اور مہمان نوازی میں بے مثل تھے کہتے ہیں آپ کے زمانہ میں یک جوگی گ کو باندھ دیتا تھا اور اس طرح نقصان نہ پہنچاتی تھی اس شعبدہ بازی کو دیکھ کر لوگ اس کے پرستار ہو گئے آپ کو پتہ چلا تو لوگوں کو آگ جلانے کا حکم دیا جب شعلے

بھڑکنے لگے تو آپ نے آیت کریمہ پڑھ کر آگ پر دم کیا اور ایک شخص سے کہا کہ آگ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو تو وہ شخص کافی دیر تک آگ میں بیٹھا ذکر کرتا رہا اور اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی آپ کا مزار ملتان سے شیر شاہ روڈ پر عوامی ہسپتال کے قریب ہے۔

حضرت مخدوم سید غلام مصطفٰے شاہ گیلانی

حضرت سید غلام مصطفٰے شاہ گیلانی المعروف حامد گنج بخش کی ولادت باسعادت ۱۸۷۸ء میں ہوئی آثار صداقت بچپن ہی سے ان کی جبیں مبارک سے نمودار تھے۔

قرآن حکیم ختم کرنے کے بعد گورنمنٹ سکول میں تعلیم حاصل کی اور ۱۲۰۴ھ میں ایچیسن کالج لاہور میں داخل ہو گئے ۱۳۰۹ء میں ڈپلومہ حاصل کیا اس کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے ایک ممتاز عہدہ پر فائز رہے۔

دینی علوم اور تاریخ والی میں کافی دلچسپی رکھتے تھے عربی اور فارسی زبان پر کافی عبور حاصل تھا۔ آپ سیدنا عبدالقادر جیلانی سے بہت گہری عقیدت رکھتے تھے آپ نہایت خوش اخلاق واعتقاد اور سادہ طبیعت کے مالک تھے سادات اور علماء کرام کی بے حد عزت کرتے رشد و ہدایت کے اب فتوح تھے اور امر و روساء بھی فیض حاصل کرنے کے لیے بارگاہ میں حاضر ہوتے آپ کے والد ماجد سیدنا صدر الدین شاہ فرماتے تھے کہ میں نے اس کے بچپن سے لے کر اپنی آخر عمر تک ان کا کوئی گناہ نہیں دیکھا۔

۱۹۱۴ء والد ماجد کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا والد ماجد کی وفات کے بعد ۱۳ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ آپ کو سجادہ نشین نامزد کیا گیا جس طرح ظاہری شان وشوکت اور جاہ و عظمت آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہوتی تھی اسی طرح شریعت وحقیقت کے آثار زہد و عبادت تقوی و ریاضت کے شعار کے شعار بھی جبین اقدس سے ظاہر تھے آپ نہایت با

عظمت ذی القدر صاحب تہذیب و باوقار حسین بزرگ تھے آپ کا زمانہ سجادگی اڑھائی سال تھا لیکن اس قلیل عرصہ میں رشد و ہدایت کا ایسا دریا بہا دیا تھا کہ زمانہ کی کثیر تعداد کی قلبی کشف زار کو سیراب کر کے لہلہا دیا تھا آپ نے اپنے خرچ سے ۱۹۴۲ء میں از سر نو روضہ مبارک حضرت موسیٰ پاک شہید اور مسجد تعمیر کرائی۔

۷ اپریل ۱۹۴۹ء کو خالق حقیقی سے جا ملے آپ کے سات فرزند تھے آپ کا مزار حضرت موسیٰ پاک شہید کے دربار کے اندر واقع ہے۔

حضرت مولانا حامد علی خان

آپ ۱۹۰۶ میں ریاست رم پور کے ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے آپ ابھی کم سن تھے آپ کے والد جناب شیدا علی خاں کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے دادا مہدی علی خاں نے پرورش کی جو راست رام پور کی ممتاز مذہبی شخصیت تھے اور یہ ان کی پرورش کا ہی اثر تھا کہ آپ کو بھی مذہب سے پوری وابستگی تھی بچپن ہی میں حضرت عنایت اللہ خاں کی آپ پر خاص نگاہ کرام تھی جب آپ نے جوانی کی طرف قدم بڑھایا تو انہی کے دست حق پرست پر بعیت ہوئے حضرت عنایت اللہ خاں نے اپنے آپ کو صاحبزادے حمایت اللہ کے سپرد کر دیا آپ ہر وقت استاد گرامی کے شریک سفر رہتے حضرت مولانا فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور مولانا، جیبہ الدین اور مولانا نصر اللہ خاں بھی آپ کے اساتذہ سے ہیں۔

۱۹۳۱ء میں آپ نے مدرسہ عالیہ رام پور سے سند فراغت حاصل کی اور ۱۹۳۲ء میں آپ مدرجہ خیر المعاد کے صدر مدرس مقرر ہوئے آپ زہد و تقویٰ میں کامل تھے آپ کے مرشد آپ سے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حامد علی تمہارا علم بہت بلند ہو چکا ہے اس لیے آپ

اب وظائف کی پابندی لازمی نہیں لیکن وظائف آپ کی عادت بن گئے تھے نہ چھوڑ سکے آپ کے مرشد اکثر بیمار رہتے تھے اور آپ کو یہ فکر رہتی کہ منازل سلوک کیسے طے ہوں گے ایک دن آپ بیمار داری کے بعد مسجد میں لیٹ گئے خواب میں دیکھا کہ حضرت عنایت اللہ چاہ اپنے صاحبزادے سے فرما رہے تھے کہ ان کی مکمل تربیت تمہارے سپرد ہے اسی وقت آپ بیدار ہو گئے اور پریشانی جاتی رہی۔

مریدین کے بار بار اصرار پر آپ ۱۹۵۷ء میں پاکستان آئے کچھ عرصہ قیام کے بعد واپس ہندوستان تشریف لے گئے ایک بار جب آپ حج کی سعادت کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو پاکستان سے بھی آپ کے کافی مریدین وہاں پہنچے اور آپ سے انہ کعبہ میں ہی اصرار کیا کہ وعدہ کریں کہ آپ مستقل پاکستان آ جائیں گے اس پر آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ خداوند کریم کو منظور ہوا تو میں پاکستان مستقل آ جاوں گا آخر پر ۱۹۵۹ء میں انڈیا سے مستقل طور پر پاکستان آئے اور ملتان میں رہائش اختیار کی ملتان آتے ہی آپ نے مدرسہ خیر المعاد کی سرپرستی فرمائی اور آخر تک صدر مدرس کے فرائض انجام دیئے آپ نے ما سوائے چند مریدین کے کبھی کسی سے نذرانہ قبول نہ فرمایا اگر کسی وقت کوئی شخص کپڑا یا پگڑی دے دیتا تو آپ اسے غرباء میں تقسیم کر دیئے مہمان کے لیے کھانا خود ہی گھر سے لاتے آپ کو بزرگان دین سے والہانہ عقیدت و محبت تھی روزانہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الدین زکریا اور حضرت قطب الاقطاب شیخ رکن الدین ابو الفتح کے مزار پر حاضری دیتے۔

تحریک پاکستان ہو یا تحریک ختم نبوت یا تحریک نظام مصطفےٰ ہر تحریک میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دیں جمعیت علماء پاکستان ملتان کے بلا مقابلہ صدر منتخب ہوئے اور قومی اتحاد کی جانب سے نیشنل اسمبلی کا الیکشن زبردست کامیابی سے جیت کر حکمران جماعت کو شکست دی تحریک نظام مصطفےٰ میں آپ کی گرفتاری اور خدمات ملتان کی

تاریخی حیثیت رکھتی ہیں آپ انتہائی سادہ طبیعت رکھتے تھے اور مریدوں کو ہمیشہ پر امن رہنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے آپ فرماتے تھے کسی کو برمت کہو اس سے ہماری فضیلت میں اضافہ نہیں ہوتا۔

آپ ۷ جنوری ۱۹۸۰ء کو اس دار فانی سے رخصت ہو گئے آپ کے انتقال کے خبر ہوتے ہی تمام شہر میں کاروبار بند کر دیا گیا آپ کی نماز جنازہ میں ملتان کے علاوہ دیگر اہم شہروں سے بھی کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوئے لاکھوں افراد کا یہ مغموم ہجوم ثابت کر رہا تھا کہ آپ کی دلوں پر حکمرانی تھی مزار پر انوار قاسم باغ (قلعہ کہنہ) پر دربار حضرت پیر دربر کے قریب ہے۔

حضرت مخدوم سید شوکت حسین گیلانی

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲ ستمبر ۱۹۱۴ء بلدہ ملتان میں ہوئی آپ نے ملتان میں تعلیم حاصل کی اور اپنے چھوٹے بھائی سید علمدار حسین کے ہم جماعت رہے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ کے والد محترم حضرت سید غلام مصطفٰے شاہ اور جد امجد حضرت مخدوم سید صدر الدین شاہ گیلانی نے آپ کو دینی تعلیم کے تمام مراحل سے کرائے اور ساتھ ساتھ ایف اے تک تعلیم مکمل کر لی دینی مشاغل کا از حد شوق رکھتے تھے اور مذہب سے اص لگاؤ تھا اس طرح آپ کو والد ماجد کی وفات کے بعد ۱۱ اپریل ۱۹۴۹ء کو سجادہ نشین چنا گیا آپ کی دینی وملی خدمات قابل قدر ہیں آپ نے عملی زندگی کے آغاز میں ہی اسلامی تحریکوں میں حصہ لینا شروع کر دیا تحریک بازیابی مسجد شہید گنج تحریک پاکستان اور تحریک ختم نبوت وتحریک نظام مصطفٰے میں نمایا کردار ادا کیا۔

اپنے برادر بزرگ سید ولیت حسن شاہ گیلانی کی وفات کے بعد انجمن اسلامیہ

ملتان کے سربراہ مقرر ہوئے آپ نے اپنے دور میں ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج علمدار حسین اسلامیہ کالج گیلانی اسلامیہ لاء کالج اور طالبات کے متعدد تعلیمی ادارے کھولے سابق حکومت نے اگر انجمن اسلامیہ کے تمام تعلیمی ادارے قومی تحویل میں لے لئے اور ان سے ملحقہ اراضی اور املاک پر بھی قبضہ کرلیا اس کے باوجود آپ نے بعض نئے تعلیمی اداروں کا اجراء کیا جن میں بچوں کے لیے دولت گیٹ کا کنڈر گارٹن اور طالبات کے لیے مزار حضرت شاہ شمس کے قریب ایک گرلز سکول اور کالج قائم کیا اس کے علاوہ آپ جد امجد کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھے جانے والے اہل سنت کے مرکزی دینی ادارے انوار العلوم کے سرپرست اعلیٰ تھے آپ ہر سال مدرسہ کی دستار بندی فضیلت کی تقریب میں شرکت فرماتے اور اپنے ہاتھوں سے فارغ التحصیل طلباء اور علاء کی دستار بندی فرماتے اور ساتھ ساتھ مدرسہ کی مالی معاونت بھی فرماتے۔

حضرت مخدوم محمد شوکت حسین ملتان میں تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول تھے وارعزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ ملتان میں خاص طور پر شیعہ سنی اتاد کی علامت تھے آپ کی قیادت میں جہاں انجمن اسلامیہ کے زیر اہتمام عید میلا د النبی اور بڑی گیارہویں شریف کے جلوس باقاعدگی سے نکلتے تھے وہاں یوم عاشورہ پر شہدائے کربلا کی یاد میں دربار حضرت موسیٰ پاک شہید سے تعزیہ اور علم وذوالجناح کے جلوس بھی باقاعدہ نکلتے جن کی قیادت آپ گھوڑے پر سوار ہو کر فرماتے آپ کی موجودگی کی وجہ سے عاشورہ کے جلوسوں میں شیعہ اور سنی حضرات میں اخوت ویکجہتی کے شاندار مظاہرے دیکھنے میں آتے تھے بعض اوقات اگر دونوں فریقوں میں کسی غلط فہمی کی بناء پر کبھی کوئی ناخوش گوار صورت حال پیدا ہو جاتی تو مخدوم صاحب کی تشریف آوری صورت حال کو خوش گوار بنانے کے لیے کافی ثابت ہوتی سینکڑوں غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام

ہووے اور ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت مخدوم ہر وقت عبادت الٰہی قرآن پاک کی تلاوت اور ذکر و تسبیح کے علاوہ مریدین کے لیے دعائے مغفرت فرمانے میں گزارتے آپ شب بیدار انسان تھے آپ نے سادہ نشین بننے کے بعد پنجگانہ نماز تو کجا کبھی تہجد بھی قضا نہیں کی تھی آپ بہت گم گو انسان تھے اور آپ کی زبان پر ہمیشہ ورد خداوندی جاری رہتا تھا آپ دربار شریف سے کوٹھی تک سفر میں بھی ہمیشہ قرآن پاک اور وظائف کی تلاوت جاری رکھتے تھے۔

آپ عرصے سے عارضہ قلب میں مبتلا تھے اور دو بھائیوں کے یکے بعد دیگرے انتقال کی جہ سے آپ کافی مضمحل اور افسردہ ہوئے آخر ۲۴ جولائی ۱۹۸۴ء کو جب آپ صبح وضو کے لیے اٹھے تو چکرا کر گر پڑے وہیں دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور آپ پلک جھپکتے خالق حقیقی سے جا ملے آپ کے پانچ فرزند اور تین صاحبزادیاں ہیں صاحبزدگان میں سید وجاہت حسین گیلانی' سید تنویر الحسن گیلانی' سید تجمل حسین گیلانی' سید طفیل محی الدین گیلانی اور سید صدرالدین نورانی شامل ہیں آپ مجلس شوریٰ کے رکن سید یوسف رضا گیلانی کے حقیقی چچا سید فیض مصطفٰے گیلانی کے حقیقی بھائی اور مخدوم سید حامد رضا گیلانی سابق وفاقی وزیر کے چچازاد بھائی تھے۔آپ کا مزار حضرت موسیٰ پاک شہید میں ہے۔

آبروئے ملک وملت افتخار شرع ودین مرکز روحانیت تھی جو وہ شخصیت گئی
حادثہ ہے حضرت مخدوم شوت کا وصال سچ تو یہ ہے چہرہ ملتان کی شوکت گئی

حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمیؒ

غزالی زماں رازی دوراں امام اہل سنت حضرت علامہ سید سعید احمد شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ السامی بیک وقت شیخ التفسیر شیخ الحدیث شیخ الفقہ عظیم ترین محقق مدقق' روحانی

پیشوا تھے۔امام اہلسنت کا سلسلہ نسب سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ الرحمۃ القادر سے منسلک ہے۔

آپ ۱۹۱۳ء شہر مردھ میں حضرت سید محمد مختار کاظمی علیہ الرحمتہ کے ہاں پیدا ہو گوے۔ تعلیم وتربیت کی تکمیل برادر معظم حضرت علامہ استاد العلماء سید محمد خلیل کاظمی محدث امروہی علیہ الرحمتہ سے کی۔ سولہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی۔انہیں کے دست حق پر سلسلہ شتیہ صابریہ میں بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت کی۔

آپ نے تدریس کا آغاز جامعہ نعمانیہ لاہور سے کیا۔ایک وقت اٹھائیں اسباق پڑھاتے تھے بعدہ' ۱۹۱۳ء میں امردھہ مدرسہ محمدیہ میں چارسال تدریس فرمائی۔

۱۹۳۵ء کے اوائل میں ملتان تشریف لائے۔ مسجد حافظ فتح شیر بیرون لوہاری دروازہ میں درس قرآن وحدیث کا آغاز کیا جو ۱۸ سال کے عرصہ میں مکمل ہوا۔

آپ کے عروف اور اہل سنت کے غلبہ کو دیکھ کر مخالفین نے بہاول پور کے گاؤں بلھا جھلن میں دوران تقریر آپ پر قاتلانہ حملہ کیا مگر وہ اس میں ناکام رہے۔

۱۹۴۴ء میں ملتان کے وسط زمین خرید کر مدرسہ انوار العلوم قائم کیا جس نے آپ کے زیر اہتمام اپنی مختصر عمارت کے باوجود خدمت سرانجام دی۔اب تک اس مدرسہ سے سینکڑوں طلبہ علوم اسلامیہ کی تکمیل کر کے ملک اور بیرون ملک دین متین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں جو آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

حضرت علامہ کاظمی نے برصغیر کی تقسیم اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔قیام پاکستان کی توثیق کے لے بنارس سنی کانفرنس میں بھرپور شرکت کی جبکہ کانگریسی احراری علماء سردھڑ کی بازی لگا کر مخالفت کررہے تھے۔

۱۹۴۸ء میں آپ نے علماء مشائخ کا عظیم الشان کنونشن منعقد کر کے جمعیت علماء پاکستان کی بنیاد ڈالی' غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر اور حضرت علمہ کاظمی کو

ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ محکمہ اوقاف کو جامعہ اسلامیہ کے شعبہ حدیث کے لیے بلند پایہ محقق ماہر حدیث کی ضرورت تھی محکمہ نے اس نصب کے لیے درخواست کی اہل سنت کی نمائندگی ارملک کے ضرورت خاطر آپ نے یہ عہدہ قبول کیا ۱۹۶۳ء جامعہ اسلامیہ میں شعبہ حدیث کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔

۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں ولولہ انگیز کردار ادا کیا مجلس صدارت کے فرائض آپ نے سرانجام دیئے بالآخر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار پانا اسی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ایسے ہی ۱۹۷۶ء میں تحریک نظام مصطفےٰ میں آپ کا کردار عیاں ہے۔ ۱۹۷۸ء ملتان سنی کانفرنس میں جمعیت علماء پاکستان کے ساتھ دینی فقہی امور کی بجا آوری کے لیے ایک غیر سیاسی تنظیم جماعت اہل سنت کا قیام عمل میں لایا گیا حضرت علامہ کاظمی لاکھوں کے اجتماع میں صدر منتخب ہوئے۔

مدارس درس نظامی کی اصلاح و تنظیم کے لیے آپ نے تنظیم المدارس (اہلسنّت) پاکستان کی بنیاد رکھی جس کے آپ صدر تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نے ساٹھ سال علوم دنیاوی کی خدمت سرانجام دی۔ آپ کی تصانیف میں سے مقالات کاظمی کے نام سے تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں البیان ترجمہ قرآن مجید' تسکین الخواطر فی مسلہ الحاضر والناظر' تسبیح الرحمٰن' عن الکذب والنقصان درود تاج پر اعتراضات کے جوابات' التبیان تفسیر القرآن مشہور و عام ہیں اور یہ کتب شائع ہو چکی ہیں۔

۷۳ سال کی عمر میں ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ روزہ افطار کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور مالک حقیقی سے جا ملے' ملتان کے وسیع سپورٹس گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوئی جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ مرکزی عید گاہ ملتان میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار پرانوار تکمیل کے مراحل میں ہے۔